اولاد

کی

اِسلامی تربیّت

مُحمّد انور مُحمّد قاسِم سلفی



مکتبہ قدُّوسیّہ

اولاد کی اسلامی تربیت

محمد انور محمد قاسم سلفی

مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

اشاعت ـــــ ۲۰۱۱ء

قدوسیہ اسلامک پریس
مکتبہ قدوسیہ

Tel: +92-42-37351124,37230585
maktaba_quddusia@yahoo.com
www.quddusia.com

رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان

فہرست

باب : ۱

ازدواجی تربیت

باب : ۲

تربیت دورِ طفولیت

باب : ۳

اولاد کے حقوق

باب : ۴

روحانی تربیت

باب : ۵

اخلاقی تربیت

باب : ۶

بچیوں کی تربیت

باب : ۷

معاشرتی تربیت

باب : ۸

تعلیمی تربیت

باب : ۹

اولاد میں بگاڑ' اسباب اور علاج

اشکہائے بے قرار از من پذیر

والد محترم جناب محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ

متوفی ۱۳/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق 8 اپریل 2001

کے نام کہ

فضلِ الٰہی کے بعد، جن کی حُسنِ تربیت اور دُعاہائے نیم شب نے مجھ حقیر کو اس کتاب کی تالیف کے لائق بنایا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ (مسلم)

''الٰہا! تو ان کے گناہ بخش دے اور ان پر رحم کر اور ان کو عافیت دے اور ان کو معاف کر دے اور ان کی اچھی مہمانی کر اور ان کی قبر کو وسیع کر دے اور ان (کے گناہوں) کو (بخشش کے) پانی، برف اور اولوں سے دھو دے اور ان کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جیسا کہ سفید کپڑے کو تو میل سے صاف کرتا ہے اور ان کو ان کے دنیا کے گھر سے بہتر گھر اور ان کے یہاں کے لوگوں سے بہتر لوگ اور ان کے یہاں کے جوڑے سے بہتر جوڑا وہاں (آخرت میں) عطا کر اور ان کو بہشت میں داخل کر اور انہیں قبر اور جہنم کے عذاب سے پناہ دے۔''

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب ذوالجلال کا فرمان

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○﴾ (بنی اسرائیل: 24-23)

''تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کسی کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو' اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم انہیں ''اُف'' بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے خوب ادب سے بات کرو اور ان کے لیے شفقت سے انکساری کے بازو کو جھکائے رکھو اور یوں دعا کرتے رہو: ''اے میرے رب! ان دونوں پر ایسی ہی رحمت کرنا جیسے کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا۔''

عرضِ ناشر

ہر صاحب اولاد اپنی اولاد کے بارے میں فکر مند رہتا ہے اور عموماً یہ فکر اولاد کی معاشی حالت کے بارے میں ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بستر مرگ پر پڑا باپ بھی پریشان رہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد کا کیا بنے گا۔ اگر چھوٹے ہیں تو یہ فکر کہ کاروبار کیسے چلا سکیں گے اور اگر بڑے ہیں ان کے لین دین کے اور خانگی مسائل کا فکر۔ جب کہ اس بات کا فکر بہت کم دیکھا گیا ہے کہ باپ اپنی اولاد کی تربیت کے بارے میں پریشان ہے اس کو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ میرے مرنے کے بعد کیا میری اولاد اخلاق اور دین داری کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھے گی' یا نہیں؟

کوئی اس پہلو کی طرف نظر ہی نہیں کرتا۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ والدین کو یہ فکر ہر لحمہ ستاتی رہے کہ ان کا بیٹا کہیں بری سوسائٹی میں نہ پھنس جائے' نماز کا اہتمام کرتا ہے یا نہیں؟ اس کا اخلاق کیسا ہے؟

یہ ایک فطری جذبہ ہے کہ والدین اپنے بچوں کے بارے میں نیک اور بلند تمنائیں رکھتے ہیں۔ اور یہ غلط بھی نہیں ہے۔ لیکن اِن تمناؤں کا دائرہ صرف دنیا تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ صرف یہ تمنا کہ اولاد اعلیٰ دنیاوی کامیابی حاصل کرے نامناسب ہے۔ اس خواہش اور کاوش کے ساتھ ساتھ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے اعلیٰ اخلاق اور عمدہ دینی حالت کی بھی فکر کریں۔

ایک روایت[1] میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب کوئی بچہ بولنے کے قابل ہو جاتا تو اسے سورۃ الفرقان کی یہ آیت سکھاتے۔

---

[1] اسلام نے بچوں کے بچپن سے لے کر اُن کی جوانی تک کے ہر دور کے لیے راہنما اصول اور ضوابط طے کر دیئے ہیں۔ بچہ جب گفتگو کا آغاز کرتا ہے تب ہی سے اُس کی تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے۔

﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝﴾ (سورۃ الفرقان: ۲/۲۵)

والدین کے لیے ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اخلاق اور معاملات کو اسلام کے مطابق بنائیں۔ کیونکہ بچے کا پہلا سبق اور پہلی درس گاہ اس کا گھر ہی ہوتا ہے۔ اگر والدین کی دینی حالت عمدہ ہو گی وہ نماز کے پابند ہوں گے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کی آواز گونجا کرے گی تو لامحالہ بچے کے شعور اور لاشعور کا یہ چیزیں حصہ بن جائیں گی۔ اور اگر گھر میں موسیقی اور فلمیں عام ہوں گی تو بچہ ان سے کیسے نفرت کرے گا۔ اس لیے والدین کو اپنے بچوں کے لیے ایک عمدہ نمونہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم اپنے بچوں کے لیے بہترین تربیت کرنے والے ہوں تاکہ وہ ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنیں۔

ہم جناب عارف جاوید محمدی صاحب حفظہ اللہ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ کی طرح شفقت کرتے ہوئے مکتبہ قدوسیہ کو اس کتاب کی اشاعت کے لیے منتخب کیا اور جناب محمد انور محمد قاسم سلفی صاحب کے بھی کہ انہوں نے ان کی اس تجویز پر صاد کیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں اصحاب کی دین کے لیے کی گئی کاوشوں کو قبول فرمائیں۔

مدیر مکتبہ قدوسیہ
ابوبکر قدوسی

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

از اُستاذ الأ ساتذۃ فضیلۃ الشیخ اُنیس الرحمٰن اُعظمی عمری حفظہ اللہ

الحمد لله ربّ العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيّن ورحمة الله للعالمين محمد وآله وصحبه أجمعين۔

دینِ اسلام مکمل ضابطہء حیات ہے' اس نے اپنے ماننے والوں کی زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کی ہے' یہ رہنمائی مادّی امور میں بھی ہے اور روحانی امور میں بھی' زندگی کی ابتداء بچپن کے مرحلہ سے ہوتی ہے' اس مرحلہ کے متعلق بہت سی باتیں اسلام نے بتائی ہیں' کچھ امور کا تعلق والدین سے ہے کہ وہ ان کا خیال کریں اور کچھ باتوں کا تعلق عوام سے ہے کہ وہ بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کریں۔

اگر بچوں کے سرپرست اور عوام اسلام کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا ہوں گے تو ایک صالح اور مفید معاشرہ وجود میں آ جائے گا اور اگر ان تعلیمات کو نظر انداز کر دیں گے تو معاشرہ اور سوسائٹی سے سکون وچین رخصت ہو جائے گا۔

سوسائٹی دو طرح کی ہوتی ہے' ایک وہ جہاں دین پسند اور دین پر عمل کرنے والوں کی اکثریت آباد ہوتی ہے' ایسی سوسائٹی میں بڑھنے پلنے والا بچہ بھی الحمد للہ عام طور پر دین پسند اور دین پر عمل کرنے والا بن جاتا ہے' بہت کم اس سے مستثنیٰ ہوں گے اور ایسی سوسائٹی میں ماں باپ اگر بچوں کی تربیت کا زیادہ خیال نہ بھی کریں تو بچوں میں سوسائٹی کی وجہ سے نیک جذبات اور اچھے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

دوسری وہ سوسائٹی' جہاں غیر مسلم زیادہ ہوں' تہذیب وتمدن پر ان کا غلبہ ہو' تعلیمی نظام کے وضع کرنے اور چلانے والے وہ ہوں' تو ایسی سوسائٹی میں جو مسلم بچے زندگی

گذارتے ہیں وہ بھی لازماً ماحول سے متأثر ہوجاتے ہیں' والدین کی تربیت کے باوجود اولاد کا ان کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی سوسائٹی میں والدین کی ذمہ داری اولاد کے حق میں دوچند ہوجاتی ہے' ہمارے ملک کا معاشرہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے۔

اکثر مسلم خاندان جو ملک کی آزادی کے بعد بڑھے پلے ان میں بہت سے گھر اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی روایات سے خالی ہیں' ان کو اس چیز کا احساس بھی نہیں ہے' بلکہ اس کو وہ لوگ ترقی اور تجدد پسندی کہتے ہیں' یہ دراصل سوسائٹی کے اثرات کا نتیجہ ہے' ایسے ماحول میں جو بچے بڑھتے اور پلتے ہیں وہ بھی اپنے گھر کی روایات سے متأثر ہوتے ہیں اور چند ظاہری باتوں کے پابند بن کر اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اب تو چند سالوں سے حالات اور بھی بدل گئے ہیں' اب تو اکثریت کی تہذیب وتمدن اور ان کی روایات اور رسموں کو بلا تکلف اپنانے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے' ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو کسی مجبوری کے شکار ہیں جیسے ملازمت وغیرہ کا مسئلہ ہے' اور کچھ وہ لوگ ہیں جو بخوشی اور بلا مجبوری اس تہذیب کو اپناتے ہیں' لہٰذا ایسے ماحول میں اولاد کی تربیت کا مسئلہ بڑا پیچیدہ اور مشکل ہے اور اتنا ہی ضروری بھی۔

بہت سے والدین اسلامی تعلیم وتربیت کے اصول سے نابلد ہوتے ہیں' کچھ اس لیے کہ ان کی بھی تربیت ایسی ہی ہوتی ہے' اور کچھ لوگ وہ ہیں جو انگریزی یا اردو تعلیم یافتہ ہیں وہ کچھ پڑھنا سیکھنا چاہتے ہیں تو ان کے سامنے مجبوری ہے کہ ان زبانوں میں کتابیں بہت کم ہیں' اس لیے باپ دادا کی روایات پر عمل ہی کو اسلام سمجھتے ہیں۔

دینی حلقوں میں اس کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا اور ماہرینِ تربیت نے اسلامی آداب واحکام کو مدنظر رکھ کر اسلامی تربیت کے موضوع پر اردو میں بھی کتابیں مرتب کیں' عربی میں تو تربیت کے اصول قرآن اور حدیث ہی میں ہیں' ان کو کسی قدر شرح وبسط کے ساتھ لوگوں نے کتابی شکل میں شائع کیا' ان کتابوں کا ترجمہ اردو میں

کچھ لوگوں نے کیا اور کچھ لوگوں نے ان تعلیمات کو مدنظر رکھ کر اردو میں مستقل کتابیں لکھیں۔

پچھلے سال مجھے کویت جانے کا اتفاق ہوا' ہمارے عزیز شاگرد جناب مولانا محمد انور سلفی صاحب وفقہ اللہ وسلمہ، کی کرم فرمائی تھی کہ لاکھ عذر ومعذرت کے باوجود کویت بلا ہی لیا' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ میں نے دیکھا کہ ان کی زندگی بڑی مصروف زندگی ہے' ان تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ وہ خدمت خلق اور تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے ہیں' اور اس کے لیے وقت نکال لیتے ہیں' کبھی کبھی تو رات بھر میں دو تین گھنٹے ہی آرام کر پاتے ہیں' پھر چاق وچوبند ہو کر دفتر کا رُخ کرتے ہیں۔

میں جب جامعہ محمد یہ منصورہ مالیگاؤں میں (شیخ الجامعہ) تھا' تو موصوف بھی وہاں تدریسی فرائض انجام دیتے تھے اور ماہنامہ صوت الحق میں مضامین لکھتے تھے جو بہت پسند کیے گئے' پھر اس کے بعد کویت پہنچ کر کچھ معیاری عربی کتابوں کا ترجمہ کیا' یہ کتابیں شائع ہوئیں اور ان کو قبولِ عام حاصل ہوا' جب میں کویت پہنچا تو موصوف سے دریافت کیا کہ اب تصنیف وتالیف کے میدان میں کیا کام انجام دے رہے ہیں؟ تو موصوف نے بتلایا کہ ''اولاد کی اسلامی تربیت'' پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں' اور اس کا کافی حصہ تیار ہو چکا ہے' موصوف نے کمپیوٹر سے چند صفحات نکال کر پڑھنے کے لیے پیش کیے' میں نے دیکھا کہ اس کی تیاری میں انہوں نے بہت محنت کی ہے' تربیت کے میدان میں جزئیات کا بھی احاطہ کیا ہے' میں نے ان کے اس کام کی تحسین کی اور اس سلسلے میں چند اور کتابیں جو میرے ذہن میں تھیں ان کا ذکر کیا' عزیز موصوف کو ان کتابوں سے بھی استفادہ کی خواہش ہوئی' چنانچہ میں نے وہ کتابیں بھیجیں' حقیقت یہ ہے کہ میری روانہ کردہ کتابوں میں وہ کچھ نہیں تھا' جو مولانا انور سلفی صاحب کی کتاب میں تھا۔

میں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے' اور اس سے میں خود بھی بہت مستفید ہوا ہوں' بڑی عرق ریزی سے یہ کتاب لکھی گئی ہے' جہاں تک اس کتاب میں مذکور احادیث کا تعلق ہے' ان میں سے کچھ احادیث ضعیف (☆) ہیں' چونکہ کچھ اہلِ علم نے ان کو حسن

قرار دیا ہے' یا اس کے ضعف کو ردّ حدیث کے لیے کافی نہیں سمجھا اس لیے ان احادیث کو جناب مولانا انور صاحب نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے' بہتر ہوتا ان کی تخریج ہو جاتی' مگر ابھی اردو کتابوں میں اس کا زیادہ رواج نہیں ہے'

(☆) شیخ محترم نے جن احادیث کے ضعف کا اشارہ فرمایا ہے وہ تمام احادیث کتاب سے خارج کردی گئی ہیں' اِلّا یہ کہ وہ حدیث مختلف طرق کی وجہ سے حسن کے درجہ تک پہنچتی ہو' یا اس کے مفہوم کی تائید کسی صحیح حدیث سے ہوتی ہو۔ (مؤلف)

ہوسکتا ہے کہ اس کی دوسری طباعت میں تخریج بھی ہو جائے۔

ان شاء اللہ اس کتاب سے وہ کمی پوری ہو جائے گی' جو اردو دان طبقہ کے لوگوں کی ضرورت تھی اور جس سے وہ ایک عرصے سے محروم تھے۔ ہر مسلم گھرانے میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے' یہ کتاب شادی بیاہ کے موقعہ پر بہترین تحفہ کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔

کتاب کی ترتیب میں بچپن کے مراحل کا ہر طرح خیال کیا گیا ہے' بچپن کے کس مرحلے میں ماں باپ کو کیا کرنا چاہیے' اور اس مرحلے میں ان کے لیے مفید باتیں کیا ہیں اور ان کے لیے خطرناک باتیں کیا ہیں' ان سب کو بڑی اچھی ترتیب اور خوبی کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

میں مولانا انور سلفی صاحب کو اس کتاب کی تالیف پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کی اس خدمت کو قبول کرے' کتاب زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے' اور مصنف کو مزید خدمت کی توفیق عطا کرے۔ آمین

وصلّى الله وسلّم وبارك على محمد وآله وصحبه أجمعين' والحمد لله رب العالمين۔

خادم العلم والعلماء
(فضیلۃ الشیخ) انیس الرحمٰن الأعظمی العمری
(سابق شیخ الجامعۃ' جامعہ سلفیہ بنارس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلّف

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسّلام علی سيّد المرسلين وعلی آله الطيّبين وأصحابه الطاهرين ومن تبعهم بإحسان إلی يوم الدين۔ أمّا بعد:

اولاد انسان کے دل کا پھل' آنکھوں کا نور اور دل کا سُرور ہوتی ہے' انسان اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اپنی اولاد کے لیے ہی جیتا ہے. ایک مومن اور مسلمان ہر وقت نیک اولاد کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہے:

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (الصافات: ۱۰۰) ترجمہ: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا کر۔ ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (الفرقان: ۷۴) ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا دے۔

مسلمان آدمی انہیں نماز وروزہ کا پابند اور سچا مسلمان بنانے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے' اولاد جب نیک ہوتی ہے تو واقعی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب ونظر کی تسکین وراحت کا سبب بنتی ہے' اولاد کی نیکیوں کا صلہ والدین کو دنیا میں نیک شہرت اور وفات کے بعد صدقہ ءجاریہ کی شکل میں ملتا رہتا ہے۔

لیکن اولاد جب بگڑ جائے تو وہ دل کے لیے ناسُور بن جاتی ہے اور ان کی بد اعمالیاں والدین کے چین وسکون کو غارت کر دیتی بلکہ بسا اوقات خود والدین کے لیے ندامت ورُسوائی کا باعث بن جاتی ہیں' سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال موجود ہے' جب انہوں نے اپنے کافر لڑکے کنعان کی غرق یابی کے وقت اللہ تعالیٰ سے اسے

بچانے کی فریاد کی' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے اس سفارش سے منع کر دیا: ﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (ھود: ۴۶) ترجمہ: فرمایا: اے نوح! یہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے' وہ تو مجسم بدعمل ہے' تو اس بات کا مجھ سے سوال نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا' میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو جا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو کہیں آزمائش قرار دیا اور کہیں دشمن کہتے ہوئے ان سے چوکنا رہنے کی ہدایت کی ہے' فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں' ان سے ہوشیار رہو۔ ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (طلاق: ۱۴/ ۱۵) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بچے والدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت ہیں' اور یہ اپنی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتے ہیں' انہیں نکوکار یا بدکار' مومن یا کافر' صالح یا فاسق وفاجر بنانے میں والدین کا سب سے بڑا کردار ہوتا ہے' اسی لیے رسولِ رحمت' مربی انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ما من مولود الا یولد علی الفطرة' فأبواه یهوّدانه أو ینصّرانه أو یمجّسانه" (متفق علیہ) ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں بچوں کو ایک ایسا کورا کاغذ بتایا گیا ہے کہ جس پر جو نقش ڈالا جائے وہ پختہ ہو جاتا ہے' اب یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے لیے کونسا رُخ اپناتے ہیں؟ ان معصوموں کی جسمانی تربیت کے ساتھ روحانی اور مذہبی تربیت کی جائے تو آگے چل کر ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ ساتھ والدین کے بھی مطیع وفرماں بردار ہوں گے۔

لیکن مصیبت یہ ہے کہ تربیت کا مفہوم عام لوگوں نے یہی سمجھ لیا ہے کہ بچوں کی جسمانی تندرستی کی طرف توجہ دی جائے' انہیں اچھی غذا اور رہائش مہیا کی جائے' جس کی وجہ سے انسان چاہتا ہے کہ ہر طرح کی مصیبت خود جھیل لوں لیکن میری اولاد پر مصیبت کا سایہ بھی نہ پڑے' وہ خود کھر درا لباس پہنتا ہے لیکن اپنی اولاد کو نفیس کپڑا پہنانے کی کوشش کرتا ہے' موٹا جھوٹا خود کھاتا ہے لیکن اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر غذا کھلاتا ہے۔

لیکن والدین کی اس قربانی کا نتیجہ اکثر وہ نہیں نکلتا جو نکلنا چاہئے' والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کا لڑکا نیک' فرمان بردار' محنتی' جفاکش اور ان کے بڑھاپے کی لاٹھی اور سہارا بنے' لیکن افسوس کہ بہت کم ایسے خوش نصیب والدین ہیں جنہیں یہ سعادت حاصل ہوتی ہے' اکثر ماں باپ اپنے بچوں کی جوانی اور اپنے بڑھاپے میں اولاد کی جانب سے لاپرواہی' نافرمانی' انحراف' بدسلوکی اور ایذا رسانی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ بقولِ شاعر:

ماؤں نے جن کو خون پلا کر جواں کیا
بچپن کے لوٹتے ہی وہ بچے بدل گئے

یہ ایک تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے کہ جس ماں نے اپنی اولاد کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں رکھا اور بے شمار تکالیف اٹھا کر اسے جنم دیا' اپنا خون میٹھے دودھ کی شکل میں پلایا' ان کے آرام کے لیے اپنا چین وسکون برباد کیا اور جس باپ نے انہیں کھلانے کے لیے خود بھوک گوارہ کرلی' انہیں سایہ میں رکھنے کے لیے خود چلچلاتی دھوپ میں گھنٹوں کام کیا' انکی اعلیٰ تعلیم کے لیے خود غریب الوطنی کی زندگی گذار لی تو ایسے ماں باپ کے ساتھ اولاد بُرا سلوک کرے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ اکثر والدین اپنی پوری قربانیوں کے باوجود اولاد کی تربیت کے معاملے میں ڈھیل سے کام لیتے ہیں' انہوں نے ان کی جسمانی راحت کا بھر پور اہتمام ضرور کیا لیکن ان کی اخلاقی تربیت سے بے بہرہ ہوگئے' دینی اور اسلامی نکتۂ نظر کو انہوں نے اپنی تربیت میں نظر انداز کردیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر لوگوں کی اولاد'

دین، ایمان، اخلاق، اسلام اور بلکہ وہ انسانیت سے بھی آزاد ہوگئی اور انہوں نے نہ صرف اپنے والدین کو نظر انداز کر دیا بلکہ انہیں ان کے بڑھاپے میں مارا پیٹا، گالیاں بکیں، گھر سے نکال دیا، انہیں بھیک مانگ کر زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا، بلکہ کئی ایک نے یہ کہہ کر کہ ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں، انہیں حکومت کے لاوارث بوڑھوں کے گھر میں داخل کر دیا۔

یہ وہ مکروہ نتائج ہیں جو ہمیں اپنی اولاد کی اسلامی اور اخلاقی تربیت کے معاملے میں غفلت و کوتاہی سے حاصل ہو رہے ہیں، عام والدین اپنے حقوق سننا تو بہت پسند کرتے ہیں، لیکن اپنی اولاد کے حقوق کے متعلق وہ ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتے، یہ بھی قابلِ افسوس ہے کہ حقوق الوالدین کے متعلق بیسیوں کتابیں عربی اور اردو زبان میں موجود ہیں لیکن اولاد کے حقوق کے متعلق کوئی کتاب مستقل نہیں لکھی گئی، شیخ الاسلام علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ”تحفۃ المودود بأحکام المولود“ کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی لیکن یہ کتاب صرف نومولود کے احکام کے متعلق ہی ہے، اس باب میں، میں نے اس کتاب سے کافی استفادہ کیا ہے۔ بچوں کی اسلامی تربیت کے متعلق فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصح علوان حفظہ اللہ استاذ الدراسات الاسلامیۃ بجامعۃ الملک عبد العزیز جدہ نے ”تربیۃ الأولاد فی الإسلام“ کے نام سے دو جلدوں میں ایک بڑی جامع کتاب لکھی، اور یہ اس موضوع پر ایک مکمل کتاب ہے، لیکن افسوس کہ فاضل مصنف نے ہر رطب و یابس سے اس کتاب کو بھر دیا، میں نے اس کتاب سے ”خذ ما صفا ودع ما کدر“ (صاف لے لو اور گدلا چھوڑ دو) کے اصول پر عمل کرتے ہوئے کافی استفادہ کیا، والد کی ذمہ داریوں کے متعلق محترم ڈاکٹر فضلِ الٰہی حفظہ اللہ (برادرِ خرد علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ) کی تالیف ”سیدنا ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد“ بہترین کتاب ہے جس کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔

اردو زبان میں شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کے موضوعات پر کئی کتابیں اور تراجم موجود ہیں لیکن اولاد کی تربیت کے موضوع پر کوئی مستقل کتاب ہمیں نہ مل سکی،

حُسن اتفاق سے ان دنوں استاذ محترم شیخ انیس الرحمٰن صاحب اعظمی عمری حفظہ اللہ استاذ جامعہ دار السلام عمر آباد کی' کویت آمد ہوئی. آپ نے مزید دو کتابوں کا پتہ بتایا اور از راہ کرم اپنے ''مرکز ابن القیم بدراس'' کی لائبریری سے ان دو کتابوں ''اسلامی تربیت'' (مؤلف: مولانا عبدالوہاب حجازی' استاذ جامعہ سلفیہ بنارس) اور ''اولاد کو مسلمان بنانے کا طریقہ'' (مرتب: جناب عبداللہ صدیقی) روانہ فرمایا. اور انہوں نے آنکھ کے آپریشن کی تکلیف کے باوجود مسودہ پر نظرِ ثانی بھی فرمائی اور اپنے زرّین مشوروں سے بھی نوازا' اور ساتھ ہی از راہِ نوازش تقریظ بھی تحریر فرما کر روانہ فرما دی' شیخ محترم کی اس عنایت پر میں ان کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔

راقم الحروف نے اولاد کی اسلامی تربیت کے متعلق جمعۃ المبارک کے دو چار خطبے اردو دان طبقے میں کویت کی مشہور و معروف مسجد ''مسجد عبد الرحمٰن عبد المغنی' الشرق'' میں دیئے' تو کچھ احباب کی جانب سے تقاضا ہوا کہ اس موضوع پر ایک کتاب ہی تصنیف کروں' میں کئی ماہ تک اس موضوع سے متعلق کتابوں کے حصول میں سرگرداں رہا' پھر اللہ کا نام لے کر یہ کام میں نے شروع کر دیا' تصنیف و تالیف کے کام کے لیے فرصت اور فرحت ان دونوں چیزوں کی سخت ضرورت رہتی ہے اور یہاں کویت میں انہی دو چیزوں کا قحط ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''اولاد کی اسلامی تربیت'' میں میں نے ان تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے جو اولاد کی اسلامی تربیت کے لیے ضروری ہیں اور معاشرہ کے تمام افراد کے حقوق بھی مختصراً ذکر کر دیئے ہیں' اور مجھے امید ہے کہ یہ کتاب والدین کے لیے اور اولاد کے لیے بھی اپنے اپنے حقوق و واجبات ادا کرنے میں مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

کوشش تو یہ کی گئی ہے کہ تربیت کا کوئی اہم پہلو اس کتاب میں چھوٹنے نہ پائے' ساتھ ہی یہ بھی کہ کتاب کا حجم زیادہ بڑا نہ ہو' اس لیے کہ ضخیم کتابیں مفید ہونے کے باوجود اپنی ضخامت کی وجہ بے توجہی کا شکار ہو جاتی ہیں' اس لیے اس کتاب کو متوسط اور مفید بنانے زبان و بیان کو عام فہم بنانے اور ضعیف و موضوع روایات سے بھی دامن

بچانے کی سعی کی گئی ہے۔ اور پہلی اشاعت کی خامیوں کو دور کر کے احادیث پر اعراب بھی لگا دیئے گئے ہیں' اس کے باوجود کتاب میں بے شمار کوتاہیوں کے امکان کا اقرار ہے' قارئین سے مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ اسطرح کے ملاحظات سے احقر کو مطلع فرما کر مشکور ہوں' تا کہ آئندہ اشاعت میں ان پر غور کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر واحسان ہے کہ اس نے اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازا' اس کا پہلا ایڈیشن تین ہزار کی تعداد میں کویت میں شائع ہوا' جو صرف تین چار ماہ کی قلیل مدت میں ہاتھوں ہاتھ نکل گیا' کئی احباب نے اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کی اجازت چاہی ہے' ہندی اور تلگو زبان میں اس کا ترجمہ جلد ہی شائع ہونے والا ہے' مرکز دعوۃ الجالیات کویت کے روح رواں محترم شیخ عارف جاوید صاحب محمدی حفظہ اللہ ورعاہ کی خصوصی توجہ اور دلچسپی سے یہ کتاب پاکستان میں بھی مکتبہ قدوسیہ لاہور سے چھپ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف' معاونین اور ہر جگہ کے ناشرین کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عام مسلمانوں بالخصوص نئی نسل کے لیے باعثِ رُشد وہدایت بنائے۔

ربّنا تقبّل منّا اِنّك انت السميع العليم وتب علينا انّك انت التّواب الرّحيم وصلّى الله وسلّم على نبيّنا محمد وعلى آله وآصحابه وآزواجه واهل بيته اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

محمد انور محمد قاسم السلفی

۱۲/محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق

باب : ا

ازدواجی تربیت

شادی انسان کی فطری ضرورت

ہر انسان بلوغت کو پہنچنے کے بعد اس بات کی شدید خواہش رکھتا ہے کہ اس کا کوئی ہم سفر' راز دان اور خلوت وجلوت کا ساتھی ہو' اور اس کے لیے وہ ایک رفیق حیات کا محتاج رہتا ہے تاکہ وہ اس سے جسمانی اور روحانی سکون حاصل کر سکے اور یہ انسانی فطرت ہے جسے کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الروم: ۳۰)

''یہ اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا' اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں' یہی درست دین ہے' لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

لیکن جو معاشرہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ان اصولِ فطرت سے انحراف کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ نہ صرف یہ کہ خود کو ہلاکت میں ڈالے گا بلکہ پورے انسانی معاشرے کے لیے وہ ایک ناسور بن جائے گا اور خصوصاً ایسے لوگ جو زُہد وتقویٰ کی نمائش کرتے ہیں انہوں نے ہر زمانے میں اس فطرت سے منہ موڑنے کی کوشش کی' خود رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد میں کچھ لوگوں نے یہ کوشش کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ان اصول سے فرار حاصل کریں لیکن آپ ﷺ نے ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا اور یہ واضح فرمادیا کہ جو شخص میری سنّت کو ٹھکرا کر اپنے وضع کردہ اصول کی پابندی

کرے گا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

((عن انس رضی اللہ عنہ انه قال: "جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ، فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا: "أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ" قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّيْ أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا" فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: "أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ؟ أَمَّا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) (متفق علیہ)

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "تین آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس آپ کی عبادت کا حال دریافت کرنے کے لیے آئے، جب آپ کی عبادت کی انہیں خبر دی گئی تو گویا انہوں نے اس کو بہت تھوڑا تصور کیا، پھر انہوں نے آپس میں کہا: "کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے، پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ "میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا" دوسرے نے کہا کہ "میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا" تیسرے نے کہا کہ "میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے فرمایا: "کیا تم لوگوں نے ہی یہ باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں، تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، رات میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بیاہ بھی کرتا ہوں، یاد رکھو! جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں ہے۔"

شادی کی برکات

۱۔ نسلِ انسانی کی بقا! ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا کوئی وارث ہو' جو میرے بعد میری نسل کو باقی رکھے اور میرے تذکرے کو زندہ رکھے' اسی وجہ سے وہ شادی کا محتاج ہوتا ہے اس لیے کہ شادی سے نسلِ انسانی کی بقا ہوتی ہے' جیسا فرمانِ الٰہی ہے کہ

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً﴾ (النحل: ۷۲)

''اللہ نے تمہارے جوڑے بنائے اور تمہارے ان جوڑوں سے بیٹے اور پوتے بنائے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾ (النساء: ۱)

''اے لوگو! تم اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (سیدنا آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کے جوڑے (سیدہ حوا علیہا السلام) کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پھیلایا۔''

((عن معقل بن يسار رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم: "تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَإِنِّىْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ)) (ابوداود' نسائی)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''تم زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورتوں سے شادی کرو' کیونکہ دیگر امتوں کے مقابلے میں مجھے اپنی امت کی کثرتِ تعداد پر فخر ہوگا۔''

۲۔ اخلاقی بگاڑ سے حفاظت: شادی کی برکت سے آدمی اخلاقی بگاڑ سے محفوظ ہوجاتا ہے' اس کی آنکھیں خیانت اور شرم گاہ زناکاری سے محفوظ ہوجاتی ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ! مَنِ يَسْتَطِعُ مِنكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ))[1]

''اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ شادی کر لے' کیونکہ یہ نظر کو جھکانے والی اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی ہے' اور جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ وہ کثرت سے روزہ رکھے' اس لیے کہ وہ اس کے لئے (گناہوں سے بچاؤ کے لئے) ڈھال ہے۔''

۳۔ روحانی اور نفسانی سکون

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۞﴾ (الروم:۲۱)

''اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس کے تمہارے جوڑے بنائے' تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی ڈالی' ان میں غور کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔''

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی حکمت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کر دیئے' یعنی مرد کے لیے عورت اور عورت کے لیے مرد' لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ اس لیے کہ تمہاری زندگی میں تین چیزیں پیدا ہو جائیں' جن تین چیزوں کے بغیر تم ایک مطمئن اور خوشحال زندگی حاصل نہیں کر سکتے' وہ تین چیزیں یہ ہیں: (۱) سکون (۲) مودّت (۳) رحمت ﴿لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾

---

[1] رواہ البخاری ومسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سکون عربی میں ٹھہراؤ اور جماؤ کو کہتے ہیں' مطلب یہ ہوا کہ ان کی طبیعت میں ایسا ٹھہراؤ اور جماؤ پیدا ہو جائے کہ زندگی کی بے چینیاں اور پریشانیاں اسے ہلا نہ سکیں۔ لیکن محبت کا یہ رشتہ پائیدار نہیں ہو سکتا اگر رحمت کا سورج دلوں پر نہ چمکے' رحمت سے مقصود یہ ہے کہ شوہر اور بیوی نہ صرف ایک دوسرے سے محبت کریں بلکہ ایک دوسرے کی غلطیاں اور خطائیں بخش دینے اور ایک دوسرے کی کمزوریاں نظر انداز کر دینے کے لیے اپنے دلوں کو تیار رکھیں۔ رحمت کا جذبہ خود غرضانہ محبت کو فیاضانہ محبت کی شکل دیدیتا ہے' ایک خود غرض محبت کرنے والا صرف اپنی ہی ہستی کو اپنے سامنے رکھتا ہے' لیکن رحیمانہ محبت کرنے والا اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے اور دوسرے کی ہستی کو مقدم رکھتا ہے' رحمت ہمیشہ اس سے تقاضا کرے گی کہ دوسرے کی کمزوریوں پر رحم کرے' غلطیاں اور خطائیں بخش دے' غصہ' غضب اور انتقام کی پرچھائیں بھی اپنے دل پر نہ پڑنے دے۔[1]

۴۔ بیماریوں سے بچاؤ:

شادی نہ کرنے کے نتیجے میں انسانی معاشرہ خطرناک اخلاقی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے' جیسے زنا کاری' فحاشی اور ناجائز جنسی تعلقات کی بنا پر لاحق ہونے والے بے شمار امراض' جن سے جسم کمزور ہوتا ہے اور بیماریاں پھیلتی ہیں اور ان امراض میں مبتلا آدمی اگر شادی بھی کر لے تو وہ اپنی صحت کے ساتھ اپنی بیوی اور اولاد کی صحت کا بھی خاتمہ کر دیتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب زاد المعاد میں فرماتے ہیں: "اگر انسان شادی نہ کرے تو انسان کا مادۂ منویہ ایک زہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے' جس سے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں' جن میں سے ایک کثرت احتلام ہے"۔ پھر فرماتے ہیں: "اسلاف کہتے ہیں کہ آدمی تین کاموں کو کبھی نہ چھوڑے' چلنا' کھانا اور جماع' کیونکہ جس کنویں سے پانی نہیں نکالا جاتا اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے"۔

---

[1] (تبرکات آزادؒ' مرتب مولانا غلام رسول مہرؒ: 146۔147)

محمد بن زکریا رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''جس نے طویل مدت کے لیے جماع چھوڑ دیا تو اس کے اعصاب کمزور، سوتے خشک ہو جاتے ہیں اور عضو تناسل سکڑ جاتا ہے' پھر فرماتے ہیں: ''میں نے کئی ایک لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے ہم بستری کو اپنے تزہد اور تقشف کی بنا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ان کے جسم ٹھنڈے' حرکات سست' شہوت ختم' اور ہاضمہ خراب ہو گیا' انہوں نے یہ مصیبتیں بیٹھے بٹھائے خود مول لیں'' (زاد المعاد: ج۴/ ۲۲۸)

۵۔ اولاد کی تربیت میں میاں بیوی کا تعاون:

میاں اور بیوی مل کر اپنے گھر کا کاروبار سنبھالتے ہیں' بیوی اولاد کی تربیت کرتی ہے' گھر کا کاروبار سنبھالتی ہے' شوہر اور بچوں کی خدمت کرتی ہے اور شوہر گھر کے باہر کے کام سنبھالتا ہے اور کماتا ہے' حصولِ رزق کے اسباب مہیا کرتا ہے' خود محنت کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی بچے محنت سے دور رہیں' وہ خود تکلیفیں اٹھاتا ہے لیکن یہ گوارہ نہیں کرتا کہ مصیبت کا سایہ بھی اس کے اہل وعیال پر پڑے' اس مسلسل محنت اور تھکان کے بعد جب وہ شام کو اپنے گھر آتا ہے تو بیوی مسکرا کر اس کا استقبال کرتی ہے اور اس کے کھانے اور راحت کا بندوبست کرتی ہے تو وہ اپنی جسمانی تکلیف بھول جاتا ہے اور روحانی وجسمانی سکون سے ہم کنار ہوتا ہے۔

نیک بیوی کا انتخاب

شادی کے مذکورہ فوائد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ آدمی نیک بیوی کا انتخاب کرے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نیک بیوی کے اوصاف میں ارشاد فرمایا:

((مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ، إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ))[1]

''مومن نے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے زیادہ بہتر کوئی چیز

---

[1] ابن ماجہ۔

حاصل نہیں کی' اگر وہ اسے حکم دیتا ہے تو اس کی اطاعت کرتی ہے' اگر اس کی طرف دیکھتا ہے تو اسے خوش کر دیتی ہے' جب وہ اس پر قسم دے بیٹھتا ہے تو اس کی قسم کو پوری کرنے میں مدد کرتی ہے' اور جب وہ اس سے غیر حاضر ہو تو اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہے اور اپنی آبرو کی بھی۔''

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اَلدُّنیَا کُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیرُ مَتَاعِ الدُّنیَا اَلمَرأَةُ الصَّالِحَةُ))[1]

''دنیا ساری کی ساری سامانِ زندگی ہے اور اس متاعِ دنیا میں سب سے بہترین چیز نیک عورت ہے۔ آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ظاہری حُسن وخوب صورتی پر اخلاق اور معنوی حُسن کو ترجیح دے' اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہی معیار ہے۔''

جیسا کہ حدیث میں ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَایَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَأَجسَادِکُم وَاِنَّمَا یَنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم وَأَعمَالِکُم)) (رواہ مسلم)

''اللہ تمہاری شکلوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔''

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((وعن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ''تُنکَحُ الْمَرأَةُ لِأَربَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِینِهَا' فَاظفَر بِذَاتِ الدِّینِ تَرِبَت یَدَاكَ))[2]

''عورت سے چار چیزوں کی بنا پر شادی کی جاتی ہے' اسکے مال کی وجہ سے'

[1] رواہ مسلم (۱۴۶۷) باب: خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ۔ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

[2] متفق علیہ' أخرجه البخاری فی النکاح' باب الأکفاء فی الدین۔ ومسلم (۱۴۶۶) استحباب ذات الدین۔

خاندان کی وجہ سے حُسن اور دین کے سبب سے تو تم دین والی کا انتخاب کرلو، تمہارے ہاتھوں کو مٹی لگے۔"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کامیاب زندگی اسی کی ہوگی جس کے گھر میں دین دار بیوی آجائے۔

((وعن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال: "مَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً لِعِزِّهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا ذُلًّا، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا فَقْرًا، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِحَسَبِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا دَنَاءَةً، وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً لَمْ يُرِدْ بِهَا اِلَّا اَنْ يَّغُضَّ بَصَرَهٗ وَيُحْصِنَ فَرْجَهٗ اَوْ يَصِلَ رَحِمَهٗ بَارَكَ اللّٰهُ لَهٗ فِيْهَا وَبَارَكَ لَهَا فِيْهِ))[1]

"جو شخص کسی عورت سے اس کے مرتبہ کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اور اضافہ کردیتا ہے۔ جو اس کے مال کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی میں اور اضافہ کردیتا ہے۔ جو اس سے اس کے خاندان کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نکمے پن کو اور بڑھا دیتا ہے اور جو کسی عورت سے اس لیے شادی کرتا ہے کہ اس کے ذریعے اپنی نظر کو خیانت سے اور شرم گاہ کو بدکاری سے محفوظ رکھے اور صلہ رحمی کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو اس عورت میں برکت عطا کرتا ہے اور اس عورت کو اس مرد میں۔"

ایک واقعہ

ہمارے اسلاف نے شادی بیاہ کے معاملے میں ہمیشہ دین دار لڑکیوں کو ترجیح دی ہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ ایک رات مدینہ منورہ میں گشت لگا رہے تھے تاکہ لوگوں کے حالات سے باخبر ہوں، آپ نے سنا کہ ایک گھر سے کچھ

[1] رواه الطبراني في الأوسط.

آوازیں آرہی ہیں' گھر کی دیوار سے کان لگا کر کھڑے ہو گئے' سنتے ہیں کہ ایک ماں اپنی جوان لڑکی سے کہہ رہی ہے: ''بیٹی! آج رات اونٹنیوں نے دودھ کم دیا ہے اس لیے تم تھوڑا سا پانی ملادو تاکہ گاہکوں کو دودھ برابر مل جائے'' بیٹی نے جواب دیا: ''امّی جان! امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ فروخت کرنے کے دودھ میں پانی نہ ملایا جائے'' ماں نے کہا: ''اس رات کے اندھیرے میں کونسا امیر المؤمنین ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے؟ بیٹی اللہ والی تھی' اس نے جواب دیا: ''اگر امیر المؤمنین عمر بن خطاب نہیں دیکھ رہا ہے تو عمر کا رب تو ضرور دیکھ رہا ہے' میں یہ جرم ہرگز نہیں کرسکتی''۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب اس لڑکی کی یہ بات سنی تو رو پڑے' دوسرے دن اس لڑکی کے متعلق معلومات جمع کیں' پتہ چلا کہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے' پھر اپنے لڑکوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا: ''میرے بچو! گذشتہ رات میں نے ایک دین دار لڑکی کی یہ یہ باتیں سنیں' اللہ کی قسم اگر مجھ میں جوانی ہوتی تو ضرور میں اسے اپنے گھر میں بیوی بنا کر لاتا' لیکن میں بوڑھا ہو چکا ہوں' میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں' اب مجھ میں یہ صلاحیت نہیں کہ میں کسی جوان لڑکی سے شادی کروں' لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ لڑکی ضائع جائے' بلکہ وہ میری بہو بن کر میرے گھر میں آئے'' آپ کی یہ باتیں سن کر سیدنا عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابا جان! اس لڑکی سے میں شادی کروں گا'' آپ نے اس نیک لڑکی کا بیاہ اپنے بیٹے سے کردیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس لڑکی سے ایک بچی ہوئی' اور پھر اس لڑکی سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے' جنہیں امت اسلامیہ نے بالا تفاق پانچواں خلیفہء راشد تسلیم کیا' جنہوں نے اپنے دو اڑھائی سال کے مختصر دور حکومت میں اپنے پرنانا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ (تربیۃ الأولاد فی الإسلام: ج 1 ص 272)

بہو بنانے کا معیار

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے صابرہ وشاکرہ بیوی کا انتخاب کریں' اس سلسلے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا: ''فَجَآءَ اِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام بَعْدَ مَا

تَزَوَّجَ اِسْمَاعِيلُ عليه السلام يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمَاعِيلَ عليه السلام، فَسَأَلَ اِمْرَأَتَهُ عَنْهُ، .... ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ". فَشَكَتْ اِلَيْهِ. قَالَ: "فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ "يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ". فَلَمَّا جَاءَ اِسْمَاعِيلُ عليه السلام كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ: "هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟" قَالَتْ: "جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ، فَأَخْبَرْتُهُ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جُهْدٍ وَشِدَّةٍ". قَالَ: "فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟" قَالَتْ: "نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: "غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ" قَالَ: "ذَاكِ أَبِي، وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ، اَلْحَقِي بِأَهْلِكِ" فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى. فَلَبِثَ عَنْهُمْ اِبْرَاهِيمُ عليه السلام مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى اِمْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: "نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ" وَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ. فَقَالَ: "مَا طَعَامُكُمْ؟" فَقَالَتْ: "اَللَّحْمُ" قَالَ: "فَمَا شَرَابُكُمْ؟" فَقَالَتْ: "اَلْمَاءُ" قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ" قَالَ: "فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ "يُثَبِّتُ عَتَبَةَ بَابِهِ". فَلَمَّا جَاءَ اِسْمَاعِيلُ عليه السلام قَالَ: "هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟" قَالَتْ: "أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ" قَالَ: "فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟" قَالَتْ: "نَعَمْ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ "تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ" قَالَ: "ذَاكِ أَبِي، وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ))[1]

---

[1] بخاری: کتاب الأنبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث نمبر 3364)

''سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اہلِ خانہ کی خبر گیری کرنے کے لیے (مکّہ مکرّمہ) تشریف لائے' انہوں نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو گھر میں نہ پایا' تو ان کی بیوی سے ان کے بارے میں دریافت کیا ...... پھر ان کے گذر اوقات اور حالات کے متعلق پوچھا' بہو نے کہا: ہمارے حالات خراب ہیں اور تنگی کی زندگی گذار رہے ہیں' اور اس نے ان کے سامنے اپنے بُرے حالات کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا اسلام کہنا اور یہ پیغام بھی دینا کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز کو بدل دیں''۔ جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں اپنی عدم موجودگی میں کسی کے آنے کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا: ''کیا آپ کے ہاں کوئی آیا تھا؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں ! اس شکل وصورت کے بزرگ آئے تھے' انہوں نے آپ کے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلا دیا' پھر انہوں نے ہمارے گذر اوقات کے متعلق دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلایا کہ ہم مشکل حالات کا شکار ہیں۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: ''کیا انہوں نے تمہیں کسی بات کی تاکید کی؟''۔ اس نے کہا: ''جی ہاں ! انہوں نے آپ کو سلام پہنچانے کے لیے کہا اور آپ کے لیے یہ پیغام چھوڑا ہے کہ: ''دروازے کی دہلیز کو تبدیل کر دیں'' سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ ''وہ تشریف لانے والے میرے والد محترم تھے اور انہوں نے مجھے تم کو جدا کر دینے کا حکم دیا ہے' اس لیے تم اپنے اہلِ خانہ کے پاس چلی جاؤ''. سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اس عورت کو طلاق دے دی' اور انہی اہلِ مکّہ میں سے ایک عورت سے شادی کر لی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ مشیّت الٰہی کے مطابق رُکے رہے' پھر ان کے پاس تشریف لائے' تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا' ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان کے متعلق دریافت کیا' پھر بہو سے ان کے گذر اوقات کے متعلق پوچھا' اس نے کہا: ''ہم خیریت اور خوشحالی میں ہیں''

اور اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا: ''تمہاری خوراک کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''گوشت'' انہوں نے پوچھا: ''کیا پیتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''پانی'' انہوں نے کہا: اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما'' ۔ پھر فرمایا: ''جب تمہارے شوہر آ جائیں تو انہیں میرا اسلام کہنا اور میرا یہ حکم انہیں سنانا کہ وہ اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھیں'' ۔ جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام واپس گھر تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا: ''کیا آپ کے ہاں کوئی آیا تھا؟'' اس نے جواب دیا: ''جی ہاں! ایک خوبرو بزرگ تشریف لائے تھے...... اس عورت نے ان کی تعریف کی ...... انہوں نے آپکے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلایا۔ پھر انہوں نے ہمارے گذر اوقات کے متعلق دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلایا کہ ہم بخیر ہیں'' انہوں نے کہا: ''کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی وصیت فرمائی؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں' انہوں نے آپکو سلام کہا اور اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھنے کا حکم دیا'' سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ''تیرے پاس تشریف لانے والے میرے والد تھے اور تو دہلیز ہے' انہوں نے مجھے تم کو اپنے ساتھ رکھنے کا حکم دیا ہے'' ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ایک نبی کی بہو اور ایک نبی کی بیوی کی زبان پر بجائے شکر کے شکوہ شکایت کے الفاظ ہیں تو آپ نے ایسی عورت کو فوراً طلاق دینے کا حکم دیا' اور جب دوسری بہو کو دیکھا کہ تنگی کے باوجود زبان پر اللہ کا شکر جاری ہے تو بہت خوش ہوئے اور اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی کہ اس عورت کو اپنے ساتھ رکھنا۔

کاش آج کے والدین اپنے بچوں کی شادی میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس معیار کو اپناتے' لیکن افسوس مال و دولت کی حرص نے اکثر والدین کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے' ان کا معیار پسندیدگی حسن و جمال' حسب و نسب اور مال و دولت ہے بلکہ اب تو

سوائے مال دولت کے ہر چیز ثانوی حیثیت کا درجہ رکھتی ہے اور اکثر کی خواہش یہی رہتی ہے کہ ہمارا بیٹا بغیر کچھ کمائے مال دار بن جائے' چاہے اس کے لیے اخلاق اور انسانیت سے ہی کیوں نہ دست بردار ہونا پڑے ان کا عمل بمصداق شاعر:

خُوک بن یا خر بن یا سگِ مُردار بن
کچھ بھی بن لیکن ذرا زردار بن

شریف خاندان کی لڑکی سے بیاہ

شادی بیاہ کے معاملے میں خاندانی شرافت کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے' جو لڑکی شریف گھرانے سے ہوگی تو اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں اپنے شریفانہ کردار کو باقی رکھے گی' اسی کی جانب آپ ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: "اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ' خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَام اِذَا فَقِهُوْا)) (رواه الطيالسی وابن منيع والعسكری)

"لوگ بھلائی اور برائی کے معدن (کانیں) ہیں' ان میں سے زمانہء جاہلیت میں جو اچھے تھے وہ زمانہء اسلام میں بھی اچھے ہوں گے اگر وہ دین کو سمجھ گئے تو۔"

اسی طرح لازم ہے کہ بداصل' بے حیا اور غیر شریف گھرانے میں شادی کرنے سے بچا جائے' اگرچہ کہ وہ لڑکیاں مال اور حُسن میں کتنی ہی بڑھ چڑھ کر کیوں نہ ہوں۔

جیسا کہ فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے:

((وعن ابی سعيد الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: "اِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ' قَالُوْا: وَمَا خَضْرَاءُ الدِّمَنِ يَا رَسُوْلَ اللّٰه ؟ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ الْحَسْنَاءَ فِي الْمَنْبَتِ السُّوْءِ))[1]

[1] مسند الشهاب: 962۔ والعسكری فی الأمثال والديلمی۔

''سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم گھوڑ کی ہریالی سے بچو' صحابہ کرام نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! گھوڑ کی ہریالی سے بچنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حسین عورت جو بداصل ہو۔''

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بیٹے کا باپ پر کیا حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ

((أَنْ يَنْتَقِيَ أُمَّهُ، وَيُحْسِنَ اِسْمَهُ، وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ))[1]

''اس کے لیے پاکیزہ ماں کا انتخاب کرے' اس کا نام اچھا رکھے اور اسے قرآن مجید سکھائے۔''

سیدنا عثمان بن أبي العاص الثقفی نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ

((يَا بُنَيَّ! اَلنَّاكِحُ مُغْتَرِسٌ فَلْيَنْظُرْ آمرأً حَيْثُ يَضَعُ غَرْسَهُ، وَالْعِرْقُ السُّوْءُ قَلَّمَا يُنْجِبُ، فَتَخَيَّرُوْا وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ))[2]

''میرے بچو! شادی کرنے والا' پودا بونے والے کی طرح ہے' ہر شخص غور کرے کہ وہ اپنا بیج کہاں بو رہا ہے' کیونکہ بداصل عورت سے شریف اولاد کم ہی پیدا ہوتی ہے' اس لیے تم اچھی عورت تلاش کرو اگرچہ کہ اس میں دیر ہی کیوں نہ لگے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر میں حسین' مالدار اور تیز وطرّار قسم کی لڑکیوں پر فریفتہ ہوکر اپنی دنیا اور آخرت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

کنواری لڑکیوں سے شادی

کنواری لڑکیوں سے شادی کے کئی فوائد ہیں' اس بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] تربية الأولاد في الإسلام للشيخ عبد الله ناصح علوان: 137۔

[2] حوالہ مذکور: 43۔

((عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہما قال' قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:
''عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا' وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا' وَأَقَلُّ خَبًّا' وَ أَرْضٰى بِالْيَسِيرِ))[1]

''کنواری لڑکیوں سے ہی شادی کرو' اس لیے کہ ان کا منہ نہایت شیریں' ان کا رحم کثرتِ اولاد کے لائق' اور وہ بہت کم مکر وفریب کرنے والی' اور تھوڑے سے اخراجات پر خوش ہونے والی ہوتی ہیں۔''

ایک مرتبہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیگر اُمہات المؤمنین پر اپنی فضیلت کا اظہار کرنے کے لیے ایک عجیب طرح کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا' فرماتی ہیں:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيْهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا وَشَجَرَةٌ لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا' فِيْ أَيٍّ مِّنْهَا تَرْتَعُ بَعِيْرَكَ ؟ قَالَ فِي الَّتِيْ لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا' قَالَتْ: أَنَا هِيَ)) (بخاری)

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! ذرا بتلائیں کہ اگر آپ کسی وادی میں قدم رنجہ فرمائیں اور اس میں کچھ ایسے پودے ہوں جن سے جانوروں نے جگہ جگہ سے چرا ہو' اور کچھ پودے ایسے ہوں کہ جس سے کسی جانور نے نہ چرا ہو تو آپ اپنی اونٹنی کو کونسے پودوں میں چرائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ان پودوں میں چراؤں گا جن سے دوسرے جانوروں نے ہ چرا ہو' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:''وہ میں ہی ہوں''۔

چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام اُمہات المؤمنین ثیبہ (یعنی وہ عورت جو پہلے شادی کے مراحل سے گذر چکی ہو) تھیں' اس لیے آپ نے اپنے کنوارے پن کی فضیلت کو ایک لطیف مثال سے واضح کیا۔

---

[1] رواہ ابن ماجة والبیھقی / المعجم الأوسط: ج 7 ص344 حدیث نمبر: 7677۔

نیز آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کنواری لڑکیوں سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے' آپ ﷺ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے جس وقت وہ غزوہ ذات الرقاع سے واپس ہو رہے تھے' تو ان سے پوچھا کہ

((يَا جَابِرُ اَهَلْ تَزَوَّجْتَ بَعْدُ ؟ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' قَالَ أَثَيِّبًا أَبِكْرًا ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ ثَيِّبًا' قَالَ: أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ أَبِيْ أُصِيْبَ يَوْمَ أُحُدٍ' وَتَرَكَ لَنَا بَنَاتًا سَبْعًا' فَنَكَحْتُ امْرَأَةً جَامِعَةً تَجْمَعُ رُؤُسَهُنَّ' وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ'' قَالَ: أَصَبْتَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ)) (متفق علیه)

''اے جابر! کیا تم نے واقعی شادی کر لی؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ) ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا باکرہ سے کی ہے یا ثیبہ سے؟ میں نے کہا: ''نہیں ثیبہ سے' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کسی نوخیز لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے والد جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے ہمارے لیے سات بچیوں کو چھوڑ گئے' اسی لیے میں نے ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان تمام کی تربیت کر سکے اور ان کے سروں میں کنگھی چوٹی کرے'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو ان شاء اللہ تم نے ٹھیک ہی کیا''۔

کنواری اور شادی شدہ کے درمیان ہر معاملے میں ایک' واضح فرق اور فاصلہ ہے' لیکن یہ فاصلہ کتنا ہے؟ اس تعلق سے ایک لطیف حکایت پیشِ خدمت ہے:

''ایک شخص کے سامنے دو کنیزیں لائی گئیں' ان میں سے ایک کنواری اور دوسری بیاہی ہوئی تھی' شخصِ مذکور کا رجحان کنواری کی طرف دیکھ کر' بیاہی ہوئی کنیز نے کہا: ''تم اس کی طرف ہی کیوں ملتفت ہو؟ جب کہ میرے اور اس کے درمیان بس ایک ہی رات کا فاصلہ ہے''۔ کنواری نے جواب میں کہا: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا

تَعُدُّوْنَ﴾ (حج: 47) اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہارے حساب کی رُو سے ہزار برس کے برابر ہے۔ اس شخص کو دونوں کنیزیں پسند آگئیں اور اس نے ان دونوں کو خرید لیا''۔

(تحفۃ العروس: 216/217)

شبِ زفاف

شبِ زفاف ہر نو بیاہے مرد اور عورت کے لیے زندگی کی ایک اہم اور انمول گھڑی ہے' جس کا سالوں سے دونوں کو انتظار رہتا ہے' شوہر اور بیوی دونوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں اس رات کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار رکھیں' دولہا اپنی دُلہن کے لیے اپنی تمام محبتوں اور امنگوں کو سنبھالے رکھے اور دلہن بھی اپنے بناؤ سنگھار' ناز وعشوہ اور دلربائی و دلفریبی کے جلووں سے اپنے شوہر کے دل کو جیت لے۔

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بن السکن فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آراستہ اور پیراستہ کیا' پھر میں انہیں لے کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی' اور آپ ﷺ کو ان کے گھونگھٹ کو اٹھانے کی دعوت دی' آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں تشریف لائے' پھر آپ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا' آپ نے اسے گھونٹ گھونٹ پیا' پھر سیدہ عائشہ کی طرف پیالہ بڑھا دیا تو انہوں نے شرما کر سر کو جھکا لیا' سیدہ اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ کو سرزنش کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے وہ پیالہ لے لو' چنانچہ سیدہ عائشہ نے وہ پیالہ لیا اور اس میں سے کچھ دودھ نوش فرمایا۔

جب دُلہا دُلہن کے پاس آئے تو اس کی پیشانی پکڑ کر اللہ کا نام لے (بسم اللہ کہے) اور یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ)) (بخاری' ابوداؤد' ابن ماجہ)

''اے میرے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس بھلائی کا

مطالبہ کرتا ہوں جس پر تو نے اس کو پیدا کیا ہے (یعنی جو اس کی سرشت اور فطرت میں داخل ہے) اور میں اس کے شر سے اور جس شر پر تو نے اسے پیدا کیا ہے اس سے تیری حفاظت طلب کرتا ہوں۔''

اگر ہو سکے تو دُلہا اور دُلہن دونوں ایک ساتھ مل کر دو رکعت نماز پڑھیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص آیا جس نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی تھی اور جسے خدشہ تھا کہ لڑکی اس سے بغض رکھے گی تو آپ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تو اس کے پاس جانا تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہنا' پھر یہ دعا پڑھنا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ أَهْلِيْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيَّ' اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا مَا جَمَعْتَ بِخَيْرٍ وَفَرِّقْ بَيْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ بِخَيْرٍ))[1]

''اے میرے اللہ! میرے اہل وعیال میں برکت عطا فرما اور ان کے لیے میرے اندر برکت فرما' جب تک ہمیں اکٹھا رکھے تو خیر اور بھلائی کے ساتھ اکٹھا رکھ اور جب تو ہمیں علیحدگی کرانا چاہے تو خیر اور بھلائی سے علیحدگی فرمانا۔''

جب شوہر اپنی رفیقۂ حیات کے پاس ہم بستری کیلیے جائے تو یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ! اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا))[2]

''اللہ کے نام سے' اے میرے اللہ! ہم دونوں کو شیطان سے محفوظ فرما' اور جو اولاد تو ہمیں دے تو اس کو بھی شیطان سے محفوظ فرمانا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دعا کو پڑھ لینے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد عطا فرمائی تو وہ شیطانی اثرات سے پاک ہوگی۔

شریعت نے جنسی عمل کے لیے بھی کچھ آداب مقرر کیے ہیں' شوہر پہلے پیار

---

[1] طبرانی بسند صحیح۔

[2] بخاری۔

ومحبت کی باتوں سے اپنی نئی نویلی دلہن کا دل بہلائے' تاکہ اس سے اجنبیت کا احساس ختم ہو جائے' پھر کھیل کوذ ہنسی مذاق اور جماع وہم بستری کا دور شروع کرے' شوہر اپنی بیوی کے جسم کے ہر حصے سے لُطف اندوزی کا حق رکھتا ہے' لیکن یاد رہے کہ جماع صرف قُبل (آگے فرج) میں ہی ہو دبر میں نہ ہو کیونکہ دُبر گندگی کا مقام ہے' لہٰذا اس سے دور رہے اور دُبر میں جماع گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتَى امْرَاَةً فِىْ دُبُرِهَا)) (ابو داؤد' نسائی)

''جو شخص اپنی بیوی کے دُبر میں آئے وہ ملعون ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے: ''لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلٍ أَتَى رَجُلاً أَوِامْرَأَةً فِىْ دُبُرِهَا'' (ترمذی' نسائی) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھتا جو کسی مرد یا عورت کے دبر کو جماع کے لیے استعمال کرے۔

❀❀❀❀❀

باب : ۲

تربیت دور طفولیت

اولاد کی تربیت پیدائش سے پہلے

ہوسکتا ہے کہ یہ عنوان بہت سے لوگوں کو پریشان کرے کہ اولاد کی تربیت ان کی پیدائش سے پہلے کیسے ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ شادی کے بعد ہی سے اللہ تعالیٰ سے نیک اولاد کے لیے دعائیں مانگے' اللہ کے نیک بندوں کا یہی طریقہ رہا ہے' سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رب العالمین سے گڑگڑا کر دعا مانگی:

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ○ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾

(الصافات: ۱۰۰' ۱۰۱)

اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما تو ہم نے انہیں نہایت صبر والے لڑکے کی خوشخبری دی۔

اس دعا کے نتیجے میں رب العالمین نے آپ کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں ایسا مطیع وفرمان بردار لڑکا عطا فرمایا کہ جن سے زیادہ مطیع وفرماں بردار اولاد دنیا میں کسی اور کو ملی ہی نہیں۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ حنہ علیہا السلام جب حاملہ ہوئیں تو انہوں نے اسی وقت سے نذر مانی کہ وہ ہونے والی اپنی اولاد کو اللہ کے نام پر بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کردیں گی۔ قرآن کا بیان ہے:

﴿إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا

فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ج اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ج وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا لا وَّ کَفَّلَهَا زَکَرِیَّا ط کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○﴾ (آل عمران: 35تا 38)

''جب عمران کی عورت نے کہا کہ ''اے میرے پروردگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں' وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا' میری اس نذر کو قبول فرما' تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جب انہوں نے اس بچی کو جنم دیا تو کہا کہ ''پروردگارا! میں نے تو لڑکی جنم دی ہے' حالانکہ اللہ کو اس کی خوب خبر تھی جو کچھ کہ اس نے جنم دیا تھا' اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا' میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے' اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطانِ مردود سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں۔ پھر قبول کرلیا اس کو اس کے رب نے اور اچھی طرح اس کی پرداخت کی' اور زکریا (علیہ السلام) کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس جاتے وہاں کھانے پینے کا سامان پاتے' پوچھتے: ''اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتیں: ''یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (یہ حال دیکھ کر) وہیں زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا' کہا: ''اے میرے رب! مجھے تو اپنی جانب سے نیک اولاد عطا فرما' تو ہی دعائیں سننے والا ہے۔''

سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

﴿قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○﴾

(آل عمران: ۳۹/ ۳۸)

''میرے پروردگار! مجھے اپنی جانب سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو دعائیں سننے والا ہے۔ فرشتوں نے انہیں پکارا اور وہ اس وقت محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے' کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ نامی لڑکے کی خوشخبری دیتا ہے' جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا' اور (بنی اسرائیل کا) سردار' نہایت پاک باز اور نبی ہوگا نیکوں میں سے۔''

ان آیات سے جو ہدایات ہمیں ملیں وہ یہ ہیں:

- اولاد جب ماں کے پیٹ میں ہو تو اسی وقت سے اس کے لیے نیک تمنائیں رکھنا چاہیے' جیسا کہ سیدہ حنہ علیہا السلام نے اپنے پیدا ہونے والے بچے کے متعلق نذر مانی تھی کہ وہ اس بچے کو اللہ تعالیٰ کے لیے اور بیت المقدس کی خدمت کی خاطر وقف کردیں گی۔
- ماں بھی بچے یا بچی کا نام رکھ سکتی ہے جیسا کہ سیدہ حنہ نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا' یہ صرف باپ کا ہی حق نہیں جیسا کہ ہمارے معاشرہ میں معروف ہے۔
- اولاد اور ان سے ہونے والی اولاد کے لیے دعائیں انکی پیدائش کے وقت سے ہی کرنا مستحب ہے' اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس کی بڑی تاثیر ہوگی' جیسا کہ سیدہ حنہ علیہا السلام نے اپنی بیٹی سیدہ مریم علیہا السلام کی پیدائش کے فوراً بعد ان کے لیے اور ان سے ہونے والی اولاد کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم اور ان کے فرزند سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان کے چھونے سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ''مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ

يُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّيْطَانُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ نَخْسَةِ الشَّيْطَانِ اِلَّا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهُ'' ثُمَّ قَالَ (ابو هريرة رضی اللہ عنہ) اِقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَاِنِّىٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾))[1]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے کچوکے لگاتا ہے' جس کی وجہ سے بچہ چیخیں مار کر روتا ہے' سوائے سیدنا عیسیٰ بن مریم اور ان کی ماں سیدہ مریم علیہما السلام کے'' پھر ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم چاہو تو پڑھو ﴿وَاِنِّىٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطانِ مردود سے تیری حفاظت میں دیتا ہوں۔''

- اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نیک نذر کو' بچی ہونے کے باوجود قبول کرلیا' بلکہ اس بچی کو اس شان کا حامل بنایا کہ وہ دنیا کی کامل ترین عورتوں میں سے ایک بن گئیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا اٰسِيَةُ زَوْجَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ' وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلٰى سَائِرِ النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ))

''ترجمہ: مردوں میں بہت سے کامل گذرے ہیں' لیکن عورتوں میں سوائے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام اور عمران کی بیٹی سیدہ مریم علیہا السلام کے اور کوئی کاملہ نہیں گذری' اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔''

- اللہ تعالیٰ نے اس بچی کو بہترین طریقے پر پروان چڑھایا' اور اس کو چھ سال میں وہ عقل اور سمجھ بوجھ عطا فرمائی کہ جو ساٹھ سال کے انسان کو ہوتی ہے۔
- یہ بچی بچپن سے ہی اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوگئی' اس پر رب کی

[1] رواہ مسلم: کتاب الفضائل: فضائل عیسیٰ علیہ السلام (۲۳۶۶)

عنایات کا عالم یہ تھا کہ یہ بچی زمین پر سجدے کرتی تو عرش والا اس کے کھانے کے لیے جنت سے میوے بھیجا کرتا تھا' اور وہ پھل بھی بے موسمے ہوتے' مثلاً گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے گرمیوں میں۔

- جب سیدنا زکریا علیہ السلام نے جو سیدہ مریم کے خالو لگتے تھے پوچھا کہ ''بیٹی! تمہارے پاس یہ کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے آتی ہیں؟ تو معصوم بچی نے جواب دیا کہ: ''خالو جان! یہ رزق اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے''۔

- سیدہ مریم علیہا السلام کی اس بات نے سیدہ زکریا علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جو اللہ بے موسمے پھل دے سکتا ہے تو وہ بے موسمی اولاد کیوں نہیں دے سکتا؟ اگر چہ کہ میرا اولاد پیدا کرنے کا موسم ختم ہو چکا اور میں بڑھاپے کے انتہائی دور کو پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی نہ صرف یہ کہ کھوسٹ بلکہ بانجھ بھی ہے' نا امیدی کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں انہوں نے رب العالمین سے اولاد کے لیے فریاد کی اور فرمایا ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ م بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝﴾ (مریم:۴) ترجمہ: میرے رب! میری ہڈیاں تک کمزور ہو چکی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے' لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔

- اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد قبول فرمائی اور ایک لڑکے کی خوش خبری عطا فرمائی اور نام بھی خود ہی یحییٰ (علیہ السلام) تجویز فرمایا اور اس نام کی یہ خصوصیت بتلائی اس نام کا کوئی بچہ ان سے پہلے دنیا میں نہیں گذرا اور ﴿وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ﴾ (الأنبياء: 90) ترجمہ: اور ہم نے ان کی بیوی کو بچہ پیدا کرنے کے لائق بنا دیا۔

- اس سے معلوم ہوا کہ اولاد صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے:

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا

وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝﴾ (الشوریٰ: 49/ 50)

''اللہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مالک ہے' وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے' جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جُلا کر دیتا ہے' اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے' بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔''

○ لیکن افسوس! کتنے مسلمان ہیں جو غیر اللہ سے اولاد طلب کرتے ہیں اور قبر پرستی' اولیاء پرستی اور شرک جیسے کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو کر اپنی عاقبت تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان چاہے کہیں سے بھی اولاد طلب کرنے لیکن ملتی اسے رب العالمین کی بارگاہ سے ہی ملتی ہے' اس لیے جن کے ہاں اولاد نہیں ہے' انہیں چاہیے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی اولاد طلب کریں' اس سلسلے میں تاخیر ہو یا اولاد نہ بھی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سمجھ کر راضی رہیں اور شرک سے دور رہیں

لڑکی کی پیدائش پر افسوس کرنا

انسانوں نے ہمیشہ صنفِ نازک پر ظلم کیا' یہودیوں نے عورت کو گناہ کی ماں' بدی کی جڑ اور انسانیت کے ماتھے پر ایک کلنک قرار دیا تو عیسائیوں نے اسے انسان تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا' اور عورت کو انسان نما ایک چڑیل قرار دیا۔ ہندو مت میں لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا اور شادی کے بعد بدقسمتی سے اگر اس کا شوہر انتقال کر جاتا تو اسے دو راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ باقی نہ رہ جاتا: (۱) یا تو وہ اپنے لیے موت سے بدتر زندگی کا انتخاب کر لے۔ (۲) یا شوہر کی چتا کے ساتھ ہی زندہ آگ میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے۔ عرب میں بچی کی پیدائش کو ذلّت سمجھا جاتا اور جس کے گھر لڑکی پیدا ہوتی وہ لوگوں سے نظریں بچا بچا کر پھرتا' جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝﴾ (النحل: 58/ 59)

''ان میں سے کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے' اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (کہ اس کے بعد کیا منہ دکھائے) (منصوبے بناتا ہے کہ) اس بیٹی کو ذلت کے ساتھ لیے رہے یا زمین میں دبا دے (زندہ درگور کردے) یہ لوگ کیا ہی بُرے فیصلے کرتے ہیں۔''

اس کے علاوہ نومولود بچیوں کو زندہ زمین میں دفن کردیا جاتا اور اس پر فخر کیا جاتا تھا' ایک جاہلی شاعر کہتا ہے:

تَهْوِىٰ حَيَاتِي وَأَهْوِىٰ مَوْتَهَا شَفَقًا
وَالْمَوْتُ أَكْرَمُ نُزُلًا لِلْحَرَمِ

''میری بچی میری زندگی چاہتی ہے اور میں اس پر شفقت کی وجہ سے اس کی موت چاہتا ہوں' اورعورتوں کے لیے موت ہی سب سے بہترین تحفہ ہے۔''

ایسے زمانے اور ایسے ماحول میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا' آپ ﷺ نے اپنی رحمت کے خزانے جہاں ساری انسانیت پر لٹائے' وہیں آپ ﷺ نے اپنی شفقتوں سے صنفِ نازک کو بھی نہال کردیا' اور بچیوں اور عورتوں کے لیے خصوصی احکامات عطا فرمائے' بچیوں کو پالنے پوسنے اور ان کی اچھی تربیت پر جنّت کی خوش خبری عطا فرمائی:

((عن انس رضی اللہ عنہ' عن النبی ﷺ قَالَ: ''مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا' جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ))

(رواہ مسلم)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جس نے دو بچیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی' تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ میں اس کے ساتھ ان انگلیوں کی طرح رہوں گا'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں (انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی) کو ملایا۔

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَاَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنْ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَأَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ اِلَّا كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ)) (متفق علیه)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ کچھ مانگنے کے لیے میرے گھر میں آئی' اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں پایا' میں نے وہی اسے دے دی تو اس نے خود تو اس میں سے کچھ نہیں کھایا' بلکہ اس کھجور کو دونوں بچیوں میں برابر بانٹ دیا' پھر وہ چلی گئی' پھر میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ان بچیوں کے ذریعے مصائب سے آزمایا جائے' اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے' تو یہ بچیاں اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔''

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: "جَآءَتْنِیْ مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ اِلٰی فِيْهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِیْ تُرِيْدُ اَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِیْ شَأْنُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِیْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْجَبَ لَهَا

بِهَا الْجَنَّةَ وَاَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ میرے گھر آئی، میں نے اسے کھانے کے لیے تین کھجوریں دیں، اس نے اپنی دونوں بچیوں کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور خود کھانے کے لیے اپنے منہ تک لے گئی، اسی وقت اس کی دونوں بچیوں نے وہ کھجور اس سے مانگ لی تو، اس عورت نے اپنے حصے کے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں میں بانٹ دیا، مجھے اس کا یہ کام پسند آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی وجہ سے اس کے لیے جنّت واجب کر دی اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔''

❀ بچیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کیا عالم تھا ایک حدیث میں ہے کہ ''کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ اَوْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ ثُمَّ یَأْتِیْ فَاطِمَةَ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ یا سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد آتے پھر اپنی لختِ جگر نورِ نظر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ (مسند احمد)

گویا کائنات کے آقا کو ربّ کائنات کے بعد سب سے زیادہ یاد اپنی بیٹی کی آتی۔

❀ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے، جب انہوں نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو فرمایا کہ

((اَنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اِسْتَأْذَنُوْنِيْ اَنْ يَّنْكِحُوْا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ، فَلَا اٰذَنُ لَهُمْ ثُمَّ لَا اٰذَنُ لَهُمْ ثُمَّ لَا اٰذَنُ لَهُمْ، اِلَّا اَنْ يُّحِبَّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَنْ يُّطَلِّقَ ابْنَتِيْ وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَاِنَّ فَاطِمَةَ بُضْعَةٌ مِّنِّيْ يُرِيْبُنِيْ مَا رَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا اٰذَاهَا''[1]

---

[1] مسلم حدیث نمبر 2449۔

''بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی ہے' میں انہیں اس کی کبھی اجازت نہیں دے سکتا' یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے کیا ابو طالب کا بیٹا پسند کرے گا کہ وہ میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے شادی کر لے؟ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے' جو چیز اسے شک میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی مشکوک ہے' اور جو چیز اسے تکلیف پہنچاتی ہے وہ میرے لیے بھی اذیت ناک ہے۔''

❁ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ

((اِنَّمَا فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِنِّيْ ' وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تُفْتَنَ ' وَذَكَرَ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ فَأَحْسَنَ عَلَيْهِ الثَّنَاءَ ' وَقَالَ إِنَّهُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ بِنْتِ عَدُوِّ اللّٰهِ))[1]

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے' مجھے یہ ناپسند ہے کہ اسے آزمائش میں ڈالا جائے' پھر آپ نے اپنے بڑے داماد سیدنا ابو العاص بن ربیع کا ذکر خیر فرمایا' پھر فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے رسول (ﷺ) اور اللہ کے دشمن کی بیٹیاں ایک شخص کی زوجیت میں جمع ہوں۔''

چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کے ڈر سے ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔

لیکن افسوس! ہمارے معاشرے میں بھی بیٹوں اور بیٹیوں میں تفریق اور بچوں کو بچیوں پر ترجیح دینے کی وہی جہالت موجود ہے جو کبھی عربوں میں تھی' کتنے لوگ ایسے ہیں کہ بیٹے کی پیدائش پر تو لڈو بانٹتے پھرتے ہیں لیکن لڑکی کی پیدائش پر ان کا منہ لٹک جاتا ہے' بیویوں سے روٹھ جاتے ہیں' نہ صرف روٹھتے ہیں بلکہ کئی ایسے اشخاص ہیں جنھوں نے لڑکیوں کی پیدائش پر اپنی بیویوں کو طلاق دے دی' ہزاروں وہ ہیں جنھوں نے حالتِ حمل میں اپنی بیویوں کا طبّی معائنہ کرایا اور جب انھیں یہ پتہ چلا کہ آنے والا

---

[1] المعجم الکبیر / ج20 ص 19۔

مہمان لڑکا نہیں بلکہ لڑکی ہے تو انہوں نے اپنی قساوتِ قلبی سے حمل ساقط کروا دیا' ایسے کئی واقعات میں تو ان گنت عورتوں کی قیمتی جانیں بھی ضائع ہوگئیں۔ یاد رکھیے کہ یہ بالکل وہی جہالتِ کبریٰ ہے جس میں بعثت سے پہلے عرب قوم گرفتار تھی کہ وہ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝﴾ (تکویر: 9-8)

''جب کہ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ اسے کس جرم میں مار دیا گیا؟۔''

اس لیے ہر مسلمان جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ جب اس کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو وہ ہر ایک کو اللہ کی امانت اور اس کا تحفہ سمجھتے ہوئے قبول کرلے' کیونکہ وہی قادرِ مطلق ہے' وہی جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے:

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝﴾ (الشوریٰ: 49/ 50)

''اللہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مالک ہے' وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے' جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے' اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے' بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔''

کان میں اذان کہنا

بچے کی ولادت کے بعد سب سے پہلا یہ کام کیا جائے کہ کسی نیک' دیندار اور پرہیزگار شخص کے ذریعے اسکے کان میں اذان کہلوائی جائے' یہ اس لیے کہ دنیا میں آنے کے بعد بچے کے کان میں سب سے پہلے رب العالمین کے نام اور کلمہء شہادت أشهد أن لا إله إلا الله۔ أشهد أنّ محمدا رسول الله کی صدا گونجے' یہ گویا اسکے دنیا میں

آنے کے بعد شہادتین کی تلقین ہے' جیسے کہ اس وقت شہادتین کی تلقین کی جاتی ہے جب ایک مسلمان دنیا سے سفرِ آخرت پر روانہ ہوتا ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ اور اسکے دین کی دعوت اور عقیدۂ توحید کا اہتمام ہے' یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ شیطان اذان کے کلمات سن کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے' وہ اس کی ولادت کے انتظار میں رہتا ہے تا کہ جونہی وہ پیدا ہوتو اس کو چھوئے' اور وہ اس سے اپنے پہلے ہی تعلق میں وہ کلمات سنتا ہے جو اسے ناگوار' غصہ دلانے والے اور کمزور کرنے والے ہیں' تو گویا یہ شیطان اور نفسانی خواہشات کو اسی وقت سے دور کرنے کا اہتمام ہے جب بچہ دنیا کی بُو سونگھتا اور اس کے وجود کی بادِ نسیم سے متمتع ہوتا ہے۔

((عن ابی رافع رضی اللہ عنہ انہ قال: ''رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ حَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ))[1]

''سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں اس وقت اذان کہی جب انہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا تھا۔''

تحنیک

تحنیک (گھٹی) کا مطلب کھجور کو اچھی طرح چبا کر بچے کے منہ میں ڈالنا اور ہونٹوں پر رگڑنا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی نیک اور بزرگ شخصیت کے پاس بچے کو لے جایا جائے اور اس کے ذریعے تحنیک اور برکت کی دعا کرائی جائے اور نام رکھوایا جائے' اگر کھجور نہ ملے تو کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کرائی جاسکتی ہے۔

((ابی موسی الأشعری رضی اللہ عنہ قال وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ فَأَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَمَّاهُ اِبْرَاهِیْمَ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ اِلَیَّ قال (الراوی) وَكَانَ اَكْبَرَ وُلْدِ اَبِیْ مُوْسٰی))[2]

---

[1] ابو داؤد / ترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔

[2] البخاری: کتاب العقیقة / باب: تسمیة المولود۔

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی اور اس کے لیے برکت کی دعا کی' پھر میرے حوالے کیا'' راوی کہتے ہیں کہ: ''یہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔''

((عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي، فَخَرَجَ أَبُوطَلْحَةَ، فَقُبِضَ الصَّبِيُّ، فَلَمَّا رَجَعَ أَبُوطَلْحَةَ، قَالَ: مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ ؟ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ، فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ، فَتَعَشَّى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَتْ وَارِ الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُوطَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ ''أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ نَعَمْ، قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ ''احْمِلْهُ حَتّٰى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) وَبَعَثَ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ''أَمَعَهُ شَيْءٌ'' قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَضَغَهَا، ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فَمِ الصَّبِيِّ، ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ))[1]

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بیمار تھا' سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے کسی کام سے کہیں گئے تو ان کے بچے کا انتقال ہوگیا' جب وہ واپس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ بچے کا کیا حال ہے؟ سیدہ امّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے' پھر انہوں نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شام کا کھانا پیش کیا' انہوں نے کھانا کھایا' پھر اپنی بیوی سے ہم

---

[1] البخاری: کتاب العقیقة/ باب: تسمیة المولود- وکتاب الجنائز / باب: من لم یظهر حزنه عند المصیبة۔

بستری کی، جب وہ اس کام سے فارغ ہو گئے تو سیدہ امّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ''اب بچے کی تدفین کا بندوبست کرو'' جب صبح ہوئی تو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ماجرا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم دونوں نے رات میں ہم بستری کی؟ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ یا اللہ! ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرما چنانچہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اسی رات کے حمل سے ایک بچے کو جنم دیا، کس کو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اس بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، ساتھ ہی کچھ کھجوریں بھی بھیج دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بچے کے ساتھ کچھ لائے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ کھجوریں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لیا اور چبا کر اپنے منہ سے نکالا اور بچے کے منہ میں ڈالا اور پھر اس کی تحنیک کی اور اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔''

عقیقہ

عقیقہ کے لغوی معنے کاٹنے اور ذبح کرنے کے ہیں، شرعی اصطلاحِ میں نومولود کی جانب سے اس کی پیدائش کے ساتویں دن جو بکرا یا بکری ذبح کی جائے تو اسے عقیقہ کہتے ہیں، اور یہ مسنون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے۔

((عن سلمان بن عمار الضّبی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَۃٌ، فَاَھْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا، وَاَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی))

(بخاری)

''سیدنا سلمان بن عمار الضّبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لڑکے کے لیے عقیقہ ہے، اس کی جانب سے تم خون بہاؤ، اور اس سے آلائش (سر کے بالوں) کو دور کرو۔''

((عن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّ غُلَامٍ رَھِیْنَۃٌ

بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُسَمّٰى فِيهِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ)) [1]

''سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر بچہ اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے' اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائیگا' اس دن اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈوایا جائے گا۔''

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت' قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم: ''عَنِ الْغُلَامِ شَأْتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَأْةٌ)) [2]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ہے''۔

((عن اُم کرز الكعبية رضی اللہ عنہا' أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْعَقِيقَةِ' فَقَالَ: ''شَأْتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْأُنْثٰى وَاحِدَةٌ' وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَوْ اِنَاثًا)) (احمد / ترمذی)

''سیدہ ام کرز الکعبیۃ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقے کی بابت سوال کیا' تو آپ نے فرمایا کہ ''لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ہے' عقیقہ کے جانور چاہے بکرے ہوں یا بکریاں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

((عن عائشة رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: ''عَقَّ رسولُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ وَسَمَّاهُمَا' وَأَمَرَ أَنْ يُمَاطَ عَنْ رُءُوسِهِمَا الْأَذٰى)) [3]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ساتویں دن کیا' اسی دن ان کا نام رکھا اور حکم دیا کہ ان

---

[1] رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة واسناده حسن۔

[2] احمد / ترمذی۔صحیح

[3] ابوداؤد: باب: ماجاء فی وقت العقيقة وحلق الراس والتسمية۔ صحيح۔

کے سروں سے بال مونڈ دیے جائیں۔"

عقیقہ سے متعلق چند اہم باتیں درج ذیل ہیں:

- بچوں کا عقیقہ کرنا سنت ہے' یہ آپ ﷺ سے کئی متواتر احادیث کے ذریعے قولاً اور عملاً ثابت ہے' جو لوگ عقیقہ نہ کر کے اس کی رقم صدقہ وخیرات کرنے کو ترجیح دیتے ہیں' وہ سنت کے خلاف عمل کرتے ہیں' اس طرح عقیقہ ادا ہی نہیں ہوتا۔
- ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہیے' اگر ساتویں دن ممکن نہ ہو تو چودھویں اور اکیسویں دن بھی جائز ہے' جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ میمونی کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سے پوچھا کہ بچے کا عقیقہ کب کیا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس تعلق سے فرماتی ہیں کہ ساتویں' چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ساتویں دن کی قید مستحب ہے' اگر کسی نے بچے کی پیدائش کے چوتھے' یا آٹھویں' یا دسویں دن یا اس کے بعد بھی عقیقہ کر لیا تو اس کے لیے کافی ہوگا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ "تحفۃ المودود بأحکام المولود: لابن قیم رحمہ اللہ"

- بچے کے عقیقہ کیلیے دو اور بچی کے لیے ایک بکرا یا بکری ضروری ہے۔ کچھ علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس استطاعت نہیں ہے تو وہ لڑکے کے عقیقہ میں ایک جانور بھی ذبح کر سکتا ہے' اور ان کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا" (رواہ أبوداؤد) کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے میں ایک ایک دُنبہ ذبح کیا۔ جبکہ کچھ علماء نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے دلیل دی ہے کہ سنن نسائی کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے نواسوں کے عقیقے میں دو دو دنبے ذبح کیے۔

((عن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہما انه قال: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ))[1]
کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے میں دو دو دُنبے ذبح کیے۔

❀ ساتویں دن بچے یا بچی کے سر کے بال (زعفران کے پانی سے تر کر کے) مونڈ دیے جائیں' اور ان بالوں کو چاندی سے وزن کر کے صدقہ اور خیرات کر دیا جائے

((عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِحَلْقِ رَأْسِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ يَوْمَ سَابِعِهِمَا، فَحُلِقَا، وَتُصَدِّقَ بِوَزْنِ فِضَّةٍ))[2]

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ساتویں دن سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے سر منڈوانے کا حکم دیا' جب ان کے مونڈ دیے گئے تو ان کے بالوں وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دی گئی۔"

❀ مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کے دن ہی نام رکھنا چاہیے' جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے نواسوں کا ساتویں یعنی عقیقہ کے دن نام رکھا' چند روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں دن سے پہلے بھی نام رکھا جا سکتا ہے' جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے:

((عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ: "وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِإِسْمِ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ)) (مسلم)

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گذشتہ رات میں میرے ہاں لڑکا ہوا' میں نے اس کا نام اپنے باپ (سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام پر ابراہیم رکھا۔"

---

[1] رواه النسائي۔

[2] ترمذي۔ حاكم۔ بيهقي۔ حديث صحيح۔

- عقیقہ کا گوشت خود بھی کھائیں اور دوست واحباب' اقارب ورشتہ دار' غرباء و مساکین وغیرہ کو کھلائیں' چاہے کچا بانٹ دیں یا پکا کر کھلائیں' دونوں طرح ہی جائز ہے

- لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہیں توڑنی چاہیے' بلکہ انہیں جوڑوں سے کاٹ کر الگ کرنا چاہیے' اس سلسلے میں تابعین سے کچھ مرسل روایات بھی ذکر کی گئی ہیں' لیکن ان کی کوئی حقیقت نہیں' اس لیے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی مرفوع روایت نہیں ملتی' اور اس لیے بھی کہ اگر ہڈی کو نہ توڑا گیا تو اس گوشت سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا' اس لیے یہ مرسل روایات حجت اور دلیل نہیں ہیں۔

- کئی لوگ گائے کے حصّوں سے عقیقہ ادا کرتے ہیں' مثلاً اگر کسی نے اپنے تین لڑکوں اور ایک لڑکی کا عقیقہ کرنا چاہا تو اس نے ایک گائے لے لی اور اس کو اپنے بچوں کی جانب سے عقیقہ میں ذبح کر دیا یہ طریقہ جائز نہیں ہے' اس لیے کہ اس کی کوئی سند صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین سے نہیں ملتی اور اس لیے بھی کہ ایک فرد کی جانب سے ایک دم (لڑکا ہو تو دو) کا خون بہانا ضروری ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی سنّت ہے' اگر کئی بچوں کے عقیقہ میں ایک خون بہایا جائے تو یہ خون ایک فرد کے جانب سے بہے گا نہ کہ تمام کی جانب سے۔ جب کہ اس میں کئی افراد کی جانب سے ایک ہی جانور ذبح کیا جا رہا ہے' جیسا کہ قربانی میں کیا جاتا ہے' واضح رہے کہ قربانی کے شرائط اور ہیں اور عقیقے کے احکام الگ ہیں' عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق جو کہ غلط ہے۔

- کیا عقیقہ میں بکرا بکری اور مینڈھا' بھیڑ کے علاوہ دیگر جانور مثلاً اونٹ' گائے وغیرہ کو ذبح کیا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے' کچھ لوگوں نے دیگر جانوروں کو بھی ذبح کرنے کو جائز قرار دیا ہے' ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو کہ اسی باب میں سلمان بن عمار الضبی سے گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے دلیل لیتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ خون بہانے پر عمل، گائے، اونٹ اور اونٹنی ذبح کر کے بھی کیا جا سکتا ہے، جب کہ دیگر علماء کہتے ہیں کہ سیدنا سلمان بن عمار رضی اللہ عنہ کی روایت مجمل ہے اور جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مفصل ہے، اور مفصل روایت مجمل سے بہتر ہے اور وہ روایت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف بکرا بکری اور مینڈھا بھیڑ ہی ثابت ہیں، اس کے علاوہ جتنے بھی اقوال ہیں وہ لائق اعتناء نہیں۔

❀۔ جس کا عقیقہ بچپن میں نہیں کیا گیا جیسا کہ ہند و پاک میں اکثر مقامات پر ہوتا ہے کہ بجائے عقیقہ کے، چھٹے دن پر چھٹی اور چالیسویں دن پر چلّہ کیا جاتا ہے، اگر کسی کو بڑا ہونے کے بعد اس کا شعور ہوا، تو وہ اگر عقیقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ روایات ایسی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔

((عن الهيثم بن جميل عن عبد الله المثنى عن ثمامة عن انس رضی اللہ عنہ ان النبى صلی اللہ علیہ وسلم عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ))[1]

❀ عقیقے کے جانور کا چمڑا بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دینا چاہیے، اسی طرح سری پائے وغیرہ بھی صدقہ کر دینا چاہیے، قصاب کو ان چیزوں میں سے کوئی چیز بطورِ اجرت نہیں دینا چاہیے، اگر چمڑے کو اپنے گھریلو استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے

❀ اگر کسی بچے کے عقیقے کے دن عید الاضحیٰ آ جائے تو کیا عقیقہ اور قربانی دونوں کی جائے یا بچہ کی جانب سے قربانی ہی اس کے عقیقے کے لیے کافی ہو جائے گی؟

---

[1] اخرجه ابن حزم فی "المحلّیٰ" (6/ 239) والطحاوی فی "المشكل" (3/ 79-78) قال الحافظ: "سنده قوی، و هيثم بن جميل ثقة، و عبد الله المثنى من رجال البخاری" فتح الباری: 9/ 515) (تحفة المودود بأحكام المولود لابن القيّم)

اس سلسلے میں راجح بات یہی ہے کہ اگر باپ کے پاس استطاعت ہو تو وہ دونوں الگ الگ کرے' قربانی بھی اور عقیقہ بھی' اگر استطاعت نہیں ہے تو پھر وہ بچے کی جانب سے قربانی ہی کر دے جو ان شاء اللہ اسکے عقیقے کے لیے بھی کافی ہو جائے گی۔

❀ عقیقے کا جانور ذبح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھیں' جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں مروی ہے:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "اِذْبَحُوْا عَلٰى اِسْمِهٖ فَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ' وَاِلَيْكَ' هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ))[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچے کے نام پر یہ کہہ کر ذبح کرو: بسم اللہ (اللہ کے نام سے) یا اللہ یہ تیرا ہے اور تیری ہی جانب ہے' یہ فلان کا عقیقہ ہے"..........

(۲) یا وہ دعا پڑھیں جو عموماً قربانی کے لیے پڑھی جاتی ہے' اس لیے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

((اِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَّعُقَّ كَيْفَ يَقُوْلُ ؟ قَالَ: يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَيَذْبَحُ عَلَى النِّيَّةِ كَمَا يُضَحِّي بِنِيَّتِهٖ' وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ)) (تحفة المودود بأحكام المولود، 211)

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص عقیقہ کا جانور ذبح کرنا چاہے تو کیا کہے؟ تو آپ نے فرمایا بسم اللہ کہہ کر عقیقہ کی نیت پر ذبح کرے جس طرح کہ وہ قربانی کے لیے کرتا ہے اور کہے کہ یہ فلان بن فلان

---

[1] رواہ عبد الرزاق فی "المصنّف" (4/ 330، 7963)وأبو یعلیٰ: (4/ 301، 4504) الحکم:(4/ 237) البیهقی:9/ 304) وصححه الحاکم' ووافقه الذهبی' وصححه ابن السّکن' کما فی "التلخیص الحبیر" لأبن حجر:(4/ 147)(تحفة المودود بأحکام المولود۔

کا عقیقہ ہے''۔

عقیقہ (اور قربانی) کی دعا یہ ہے:

((اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ' اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ' لَا شَرِیْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ' اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ عَقِیْقَةِ.......... یہاں پر نام لیں بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کردیں۔

(۳) اگر دل میں عقیقہ کی نیت رکھ کر زبان سے الفاظ کو نہ ادا کرتے ہوئے "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہہ کر ذبح کردیں تب بھی کافی ہے۔

❀ وہ احکام جو ساتویں دن سے متعلق ہیں' وہ چار ہیں: ① عقیقہ کرنا۔ ② بال اتارنا۔ ③ نام رکھنا۔ ④ اور لڑکے کا ختنہ کرنا۔

ناموں کے متعلق اسلامی احکام

ساتویں دن بچے یا بچی کا نام رکھا جائے اور ناموں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو واضح احکامات دیئے ہیں' آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ "اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِأَسْمَائِکُمْ وَبِأَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَأَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے' اس لیے تم اپنے نام اچھے رکھو''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اپنے باپ کے کے ساتھ پکارا جائے گا' مذکورہ حدیث اگرچہ کہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید بخاری و مسلم

---

[1] ابوداؤد بأسناد حسن وضعّفه الألبانی ضعیف ابوداؤد رقم 1053' وضعیف الجامع: 2036۔

کی اس صحیح روایت سے ہوتی ہے:

((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: "اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ بِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ))[1]

جب اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو میدانِ محشر میں جمع کرے گا' پھر ہر غدّاری کرنے والے شخص کیلیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی غداری ہے۔

عام طور پر لوگوں میں جو مشہور ہے کہ روزِ محشر ہر شخص کو اس کی ماں کے نام ساتھ پکارا جائے گا' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

((عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللّٰه ﷺ: اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآئِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ)) (مسلم: رقم 2132)

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ کو تمہارے ناموں میں سے سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں"۔

((عن ابی وھب الجشمی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ: "تَسَمُّوْا بِأَسْمَآءِ الْأَنْبِيَاءِ، وَاَحَبُّ اَسْمَآئِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ، وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةٌ))[2]

---

[1] بخاری: کتاب الأدب' باب: یدعیٰ الناس بآبائھم۔ مسلم: کتاب الجھاد باب: تحریم الغدر۔

[2] ابوداؤد (5/ 37۔ کتاب الأدب / باب تغییر الأسماء) والنسائی (6/ 218۔ الخیل/ ما یستحبّ من شیة الخیل۔ والحدیث ضعیف۔ وھو صحیح بدون زیادة "تسمّوا بأسماء الأنبیاء" صحیح الأدب المفرد للبخاری: رقم625۔

''ابو وھب جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نام رکھا کرو' اور اللہ کے پاس پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں اور سب سے سچے نام حارث اور ہمام ہیں' اور بدترین نام حرب (اُجڑا ہوا) اور مرّہ (کڑوا' کسیلا) ہیں''۔

((عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم اَغیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰهِ یَومَ القِیَامَةِ وَاَخبَثُهُ رَجُلٌ تُسَمّٰی مَلِكُ الْأَمْلَاكِ' لَا مُلْكَ اِلَّا لِلّٰهِ)) (مسلم: رقم 2143)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے پاس روزِ محشر سب سے بُرا اور مبغوض آدمی وہ ہوگا جسے شہنشاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے' جب کہ بادشاہت سوائے اللہ کے اور کسی کی نہیں''۔

بُرے ناموں کو بدل دینا چاہیے

((عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہما انه قال ''اَنَّ ابْنَةً لِعُمَرَ کَانَ یُقَالُ لَهَا عَاصِیَةَ' فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَمِیْلَةَ))[1]

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام عاصیہ (نافرمان) تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر جمیلہ (خوب صورت) رکھ دیا''

((عن سعید بن المسیّب رحمه اللّٰه عن ابیه عن جدّه قال ''اَتَیتُ رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَا اسْمُكَ ؟ قُلْتُ حَزْنٌ' فَقَالَ أَنْتَ سَهْلٌ' قَالَ لَا اُغَیِّرُ اِسْمًا سَمَّانِیْهِ اَبِیْ' قَالَ ابْنُ الْمُسَیِّبِ: فَمَا زَالَتْ تِلْكَ الْحَزُوْنَةُ فِیْنَا بَعْدُ)) (بخاری)

''سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے باپ کے ذریعے اپنے دادا سے روایت

[1] ترمذی' ابن ماجة.

کرتے ہیں' وہ (دادا) کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا میرا نام حزن (سختی' رنج اور غم) ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سھل (نرمی اور آسانی) ہو' میں نے کہا کہ میرے باپ نے میرا جو نام رکھا ہے میں اسے بدلنا نہیں چاہتا' سعید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: کہ (رسول اللہ ﷺ کی بات نہ ماننے سے' اور اس نام کی تاثیر سے) یہی سختی اور رنج ہماری زندگی میں ہمیشہ کے لیے آ گیا۔''

((عن يحيى بن سعيد أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَجُلٍ مَا اسْمُكَ ؟ قَالَ جَمْرَةُ' قَالَ ابْنُ مَنْ ؟ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ' قَالَ مِمَّنْ ؟ قَالَ مِنَ الْحُرَقَةِ' قَالَ أَيْنَ مَسْكَنُكَ ؟ قَالَ بِحَرَّةِ النَّارِ' قَالَ بِأَيَّتِهَا ؟ قَالَ بِذَاتِ لَظًى' قَالَ عُمَرُ أَدْرِكْ أَهْلَكَ فَقَدْ هَلَكُوا وَاحْتَرَقُوا' فَكَانَ كَمَا قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ)) (مؤطا امام مالك)

''یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جمرہ (چنگاری)' پوچھا کہ تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا شہاب (شعلہ) ہے' پوچھا کہ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ کہا حرقہ (حرارت) سے' پوچھا کہ کہاں کے باشندے ہو؟ کہا کہ حرۃ النار (سیاہ کنکریلی جھلسی ہوئی زمین) کا' فرمایا کہ یہ کونسے علاقے میں ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ذات لظی (آگ کی لپیٹ) میں' آپ نے جب اس کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا: تم فوراً اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچو' اس لیے کہ وہ ہلاک ہو گئے اور جل گئے ہیں' وہ جب اپنے علاقے میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ جیسا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی حادثہ پیش آیا۔''

☆ ان احادیث اور واقعات سے معلوم ہوا کہ بُرے ناموں کی بُری تاثیر ہوا کرتی ہے' اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کا اچھا نام رکھے کیونکہ اچھے ناموں کی تاثیر بھی ان شاء اللہ اچھی ہوگی۔

☆ ایسے نام بھی نہیں رکھنا چاہیں جن کے معانی تو صحیح ہوں لیکن اگر ان کی غیر موجودگی میں یہ کہہ دیا جائے کہ ''وہ نہیں ہے'' آدمی کو بُرا لگے اور ایک طرح کی بدشگونی ہو جائے' جیسا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ''لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رِبَاحًا وَلَا نَجَاحًا وَلَا أَفْلَحَ فَإِنَّكَ تَقُولُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَلَا يَكُونُ، فَيَقُولُ: لَا))[1]

''سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بچے کا نام یسار (آسان) رباح (فائدہ) نجاح (کامران) اور اُفلح (کامیاب) نہ رکھا کرو' کیونکہ جب تم کسی سے یہ پوچھو گے کہ کیا وہ ہے؟ اگر وہ موجود نہ ہو تو وہ تمہیں جواب دے گا کہ 'نہیں ہے''۔

☆ ایسے ناموں سے بھی بچنا چاہیے جن میں شرک پایا جاتا ہے' مثلاً: عبدالنبی' عبدالرسول' عبدالکعبہ' عبدالعزیٰ' عبدِ مناف وغیرہ وغیرہ۔

☆ فرشتوں کے نام نہ رکھے جائیں' جیسے: جبریل' میکائیل' اسرافیل وغیرہ۔

☆ شیطانی نام نہیں رکھنے چاہئیں' جیسے: خنزب' ولھان' اعور' اجدع وغیرہ۔

☆ قرآنی سورتوں کے نام نہ رکھنا چاہیئے' مثلاً: یٰسٓ' طٰہٰ' حٰمٓ وغیرہ' عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ یٰسٓ اور طٰہٰ رسول اللہ ﷺ کے نام ہیں' اس کے متعلق نہ تو کوئی صحیح حدیث وارد ہے' نہ حسن اور نہ ہی کوئی مرسل روایت اور نہ ہی کوئی اثر' بلکہ یہ بھی قرآن مجید کے دیگر حروف مقطعات' جیسے: الٓمٓ' حٰمٓ' الرٰ' کی طرح ہی ہیں۔ ☆ ایسے ناموں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے جن میں بے جا تکلّف' تصنّع اور اشتیاق پایا جاتا ہے' جیسے لڑکیوں کے نام تمنّا' آرزو' ارمان' حور وغیرہ رکھنا۔

☆ ایسے ناموں سے بھی باز رہیں جن عورتوں کے ناموں میں مردوں کے ناموں سے اور مردوں کے ناموں میں عورتوں کے ناموں سے مشابہت پائی جاتی

[1] رواہ مسلم: رقم 2137۔

ہے۔

☆ اسی طرح ایسے نام جن میں غیر مسلموں کے ناموں کا شبہ ہوتا ہے نہ رکھے جائیں' لڑکوں کے ناموں میں مثلاً: سورج' کرن وغیرہ اور لڑکیوں کے ناموں میں: قسمت' ریکھا' نیہا' وغیرہ۔

کنیت والے نام

بچوں کے نام کنیت والے بھی رکھ سکتے ہیں' تا کہ ان میں بلند کرداری' اعلیٰ ظرفی اور علو ہمتی کا احساس پیدا ہو' جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((عن انس رضی اللہ عنہ قال: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، وَكَانَ لِيْ اَخٌ يُقَالُ لَهٗ أَبُوْ عُمَيْرٍ، وَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَآءَهٗ يَقُوْلُ لَهٗ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ؟ قَالَ الرَّاوِيُ: أَظُنُّهٗ كَانَ فَطِيْمًا)) (متفق علیه)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خلیق تھے' میرے ایک بھائی کا نام ابوعمیر تھا اور جب کبھی آپ اس کے پاس آتے تو فرماتے کہ اے ابوعمیر تمہارے ممولے (ایک پرندہ جس سے وہ کھیلا کرتے تھے) کا کیا حال ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابوعمیر دودھ پیتے بچے تھے۔''

☆ کنیت کے لیے ضروری نہیں کہ آدمی بچے ہونے کا انتظار کرے' بچے نہ ہونے کے باوجود آدمی اپنی کنیت رکھ سکتا ہے' اس طرح کی بے شمار مثالیں حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتی ہیں' مثلاً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی کنیت سے ہی معروف ہیں جب کہ بکر نام کی آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی ''ہریرہ'' نامی کوئی لڑکا نہ تھا' نہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا کوئی لختِ جگر ''ذر'' کے نام کا ہے اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بچوں کی پیدائش سے قبل ہی ابوحمزہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو

سلیمان ہے جب کہ آپ کی اولاد میں ''سلیمان'' نام کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔

☆ اپنے قریبی رشتہ داروں کے بچوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے' جیسا کہ امّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت امّ عبداللہ تھی' آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ انہیں اپنے بھانجے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت امّ عبداللہ رکھنے کی اجازت دی جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت عطا فرمائی' اسی وجہ سے آپ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنے بچے کی طرح چاہتی تھیں۔

ختنہ

ختنہ لغت میں اس زائد چمڑی کو کہتے ہیں جو مرد کے عضوِ تناسل کے سر پر رہتی ہے' اس زائد چمڑی کو کاٹ دینے سے نظافت اور پاکیزگی کا اہتمام ہوتا ہے' اس لیے کہ پیشاب' منی وغیرہ جب اس چمڑی میں رہ جائے تو گندگی اور بدبو پیدا کرتے ہیں' جس کے سبب انسان ذکر کے کینسر کا شکار بھی ہوسکتا ہے۔ اسلام دین ودنیا کی پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے' اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں' یہ الگ بات ہے کہ اس کے احکام کی بہت سی مصلحتوں تک انسانی ذہن کی رسائی نہیں ہوسکی' ختنہ کرنا سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت ہے' جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''اِنَّ اِبْرَاھِیمَ علیہ السلام اِخْتَتَنَ وَھُوَ اِبْنُ ثَمَانِینَ سَنَۃً)) (متفق علیہ)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کی عمر میں (بحکمِ الٰہی) اپنا ختنہ کرلیا۔''

چونکہ اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملّت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا ہے ﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا﴾ (النحل: 123) ہم نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ یکسو ہو کر ملّت ابراہیمی کی پیروی کریں

اسی لیے آپ ﷺ نے نہ صرف ختنہ کا حکم دیا بلکہ عملاً امت کو اس کی تاکید فرمائی اور اسے انسانی فطرت میں سے ایک قرار دیا:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ، اَلْخِتَانُ، وَالْإِسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظَافِرِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ)) (متفق عليه)

"پانچ باتیں انسانی فطرت میں سے ہیں: ① ختنہ کرنا ② زیر ناف کے بال مونڈنا ③ مونچھ کتروانا ④ ناخن تراشنا ⑤ اور بغل کے بال اکھاڑنا دوسری روایت میں ہے:

((عن عمّار بن ياسر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: "مِنَ الْفِطْرَةِ: اَلْمَضْمَضَةُ، وَالْإِسْتِنْشَاقُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَالسِّوَاكُ، وَتَقْلِيمُ الْأَظَافِرِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَالْإِسْتِحْدَادُ، وَالْإِخْتِتَانُ)) (رواه احمد)

"سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمام باتیں فطرت میں داخل ہیں: ① کلی کرنا ② ناک میں پانی چڑھانا ③ مونچھ کتروانا ④ مسواک کرنا ⑤ ناخن تراشنا ⑥ بغل کے بال اکھاڑنا ⑦ زیر ناف کے بال مونڈنا ⑧ ختنہ کرنا۔"

ختنہ کس عمر میں کیا جائے اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے، صحیح بات یہی ہے کہ اگر لڑکا صحت مند اور تندرست ہو تو عقیقے کے دن ہی ختنہ کر دینا چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسوں کا کیا:

((عن جابر رضی اللہ عنہ قال عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ))[1]

---

[1] صحيح رواه ابوداؤد : كتاب الأضاحى / باب فى العقيقة. والنسائى : كتاب العقيقة/ باب كم يعق من الجارية.

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ اور ختنہ ساتویں دن کیا۔[1]

اگر بچے کی صحت ٹھیک نہیں ہے اور وہ کمزور ہے تو اس کے صحت مند اور طاقتور ہو جانے کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے' علماء نے زیادہ سے زیادہ ختنہ کی عمر دس سال ذکر کی ہے' اس کا مطلب یہ نہیں کہ دس سال تک انتظار کیا جائے' بلکہ ممکن حد تک اس معاملے میں جلدی کرنی چاہیے اور بچے کو گندگی و بدبو سے نجات دلانی چاہیے۔ بہت سے لوگ بچے کے ختنہ کے دن دعوتیں کرتے اور جشن مناتے اور فضول خرچی کرتے ہیں' اس طرح کی دعوتوں کا کوئی ثبوت رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ وتابعین سے نہیں ملتا' اس لیے ان تمام خرافات سے دور رہنا چاہیے۔

❀❀❀

[1] ''وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ'' کے یہ الفاظ نہ ابوداود کے ہیں نہ نسائی کے' بلکہ طبرانی کے ہیں اور ان الفاظ کو سوائے ولید بن مسلم کے اور کسی نے روایت نہیں کیا۔(المعجم الصغیر للطبرانی : 2/122)

باب : ۳

اولاد کے حقوق

اولاد کے متعلق باپ کی ذمہ داریاں

اولاد کی تربیت میں باپ کی سب سے اہم ذمہ داری ہے' اس لیے کہ باپ سے فطرۃً اولاد ڈرتی اور لحاظ کرتی ہے' آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((کُلُّکُم رَاعٍ وَکُلُّکُم مَسئُولٌ عَن رَعِیَّتِهٖ' وَالأمِیرُ رَاعٍ وَمَسئُولٌ عَلٰی رَعِیَّتِهٖ' وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهلِ بَیتِهٖ' وَالمَرأۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیتِ زَوجِهَا وَوَلَدِهٖ' فَکُلُّکُم رَاعٍ وَکُلُّکُم مَسئُولٌ عَن رَعِیَّتِهٖ))

''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا' امیر اپنی رعیت کا' مرد اپنے اہل وعیال کا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار ہے' اس طرح تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی دینی وایمانی تربیت باپ کی ذمہ داری ہے اور اس تعلق سے وہ اللہ کے پاس جواب دہ ہے۔

((عن ابی موسی الأشعری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِن نَحلٍ اَفضَلَ مِن اَدَبٍ حَسَنٍ)) (ترمذی)

''سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے زیادہ کوئی بہترین عطیہ نہیں دیا"۔

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ "اَکْرِمُوا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوا اَدَبَھُمْ)) (ابن ماجة)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اولاد کی قدر کرو اور انکی اچھی تربیت کرو۔

((عن علی رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ قَالَ: "عَلِّمُوا اَوْلَادَکُمْ وَاَھْلِیکُمُ الْخَیرَ وَاَدِّبُوھُمْ)) (اخرجه عبد الرزاق فی مسنده)

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کو بھلائی کی تعلیم دو، اور انہیں ادب سکھلاؤ۔

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ مِنْ حَقِّ الْوَلَدِ عَلَی الْوَالِدِ اَنْ یُحْسِنَ اَدَبَہٗ وَیُحْسِنَ اسْمَہٗ)) (اخرجه البیهقی)

"سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے بہترین ادب سکھائے۔

((عن انس رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ، اَلْغُلَامُ یُعَقُّ عَنْہُ یَوْمَ السَّابِعِ۔ وَیُسَمّٰی۔ وَیُمَاطُ عَنْہُ الْاَذٰی فَاِذَا بَلَغَ سِتَّ سِنِیْنَ اُدِّبَ، وَاِذَا بَلَغَ تِسْعَ سِنِیْنَ عُزِلَ عَنِ الْفِرَاشِ فَاِذَا بَلَغَ ثَلَاثَ عَشْرَۃَ سَنَۃً ضُرِبَ عَلَی الصَّلَاۃِ وَالصَّوْمِ، فَاِذَا بَلَغَ سِتَّۃَ عَشْرَۃَ سَنَۃً زَوَّجَہٗ اَبُوْہُ، ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِہٖ، وَقَالَ قَدْ اَدَّبْتُکَ وَعَلَّمْتُکَ وَاَنْکَحْتُکَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَعَذَابِکَ فِی الْآخِرَۃِ)) (ابن حبان)

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بچے کا ساتویں

دن عقیقہ کیا جائے' اس کا نام رکھا جائے' اس کے بال مونڈ دیے جائیں اور جب وہ چھ سال کا ہو جائے تو اسے ادب سکھایا جائے اور جب نو سال کا ہو جائے تو اس کا بستر الگ کر دیا جائے اور وہ جب تیرہ سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے اور جب وہ سولہ سال کا ہو جائے تو باپ اس کی شادی کر دے' پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ میں نے تیری تربیت کی اور تجھے تعلیم دی' اور تیری شادی کر دی' اور اب میں تیری دنیوی آزمائش اور اخروی عذاب سے اللہ کی حفاظت طلب کرتا ہوں''

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص اپنے بچے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آیا تو آپ نے اس کے لڑکے کو بلایا اور اسے اپنے باپ کی نافرمانی اور اس کے حقوق سے لاپرواہی پر ڈانٹ پلائی' لڑکے نے پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا بیٹے کا باپ پر بھی کوئی حق ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ اس نے کہا کہ اگر ہے تو آپ بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

((اَنْ یَنْتَقِیَ اُمَّهُ' وَیُحْسِنَ اسْمَهُ' وَیُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ))

اس کے لیے ایک پاکیزہ ماں کا انتخاب کرے' اس کا نام اچھا رکھے اور اسے قرآن مجید سکھائے۔

لڑکے نے کہا امیر المؤمنین! میرے باپ نے ان تینوں حقوق میں سے ایک بھی ادا نہیں کیا' میری ماں ایک مجوسی کی سوڈانی لونڈی تھی' اور انہوں نے میرا نام جُعَل (گوبر میں رہنے والا کالا کیڑا) رکھا' اور مجھے قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا'' سیدنا عمر یہ سن کر باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

((جِئْتَ اِلَیَّ تَشْكُو عُقُوقَ ابْنِكَ وَقَدْ عَقَقْتَهُ قَبْلَ اَنْ یَعُقَّكَ' وَاَسَأْتَ اِلَیْهِ قَبْلَ اَنْ یُّسِیْءَ اِلَیْكَ)) [1]

''تم اپنے لڑکے کی نافرمانی اور اسکے بُرے سلوک کی شکایت لے کر آئے ہو'

---

[1] ... لاد فی الاسلام: 137.

جب کہ تم نے اسکے حقوق کے بارے میں (رب کی) نافرمانی کی اور اس سے پہلے کہ وہ تمہارے ساتھ برا معاملہ کرتا تم نے خود اسکے ساتھ برا سلوک کیا۔"

اولاد کے لیے والدین کی دعائیں

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کے حق میں دل کی گہرائیوں سے دعائیں کرتے رہیں' اس لیے کہ اولاد کے حق میں والدین کی دعا رد نہیں کی جاتی' بالخصوص جب کہ وہ اپنی فرمانبردار اولاد سے خوش ہوں' اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اپنے اہل عیال کے لیے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ ذیل میں چند قرآنی دعائیں ذکر کی جارہی ہیں جو وقتاً فوقتاً انبیائے کرام اور صالحین نے اپنی اولاد کے لیے مانگا کرتے تھے' ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی اولاد کی بھلائی کے لیے ان دعاؤں کا اہتمام کریں۔

- ابو الأنبیاء سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رب العالمین سے گڑگڑا کر نیک اولاد کے لیے یہ دعا مانگی:

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝﴾

(الصافات: 101-100)

"اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما تو ہم نے انہیں نہایت صبر والے لڑکے کی خوشخبری دی۔"

- سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت یہ دعا مانگی جب کہ ان پر اولاد سے کلّی مایوسی چھا چکی تھی' ایسے عالم میں فرماتے ہیں:

﴿قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝﴾

"میرے پروردگار! مجھے اپنی جانب سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو دعائیں سننے والا ہے۔" (آل عمران: 38)

- اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾ (الفرقان: 74)

''اور وہ لوگ جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنادے۔''

- ابو الأنبیاء خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بناء کعبہ کے مقدس ومبارک موقعہ پر جہاں اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں ساتھ ہی اپنی اولاد کے حق میں بھی کئی دعائیں کیں' قرآن کہتا ہے:

﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ (بقرہ: 128-127)

''(اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر (خانہ کعبہ) کی دیواریں اُٹھا رہے تھے (اور دعائیں کرتے جارہے تھے کہ) اے ہمارے رب ! ہماری اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرما' بے شک تو سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ! ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم کو اٹھا جو تیری فرمانبردار ہو' ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا' اور ہمیں معاف فرما' بے شک تو درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اور اپنی دعا کے آخر میں رب العالمین سے بالخصوص باشندگانِ شہر مکہ کی اصلاح وتربیت کیلئے امام کائنات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مانگا' حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دعا کے بعد کسی اور دعا کی حاجت بھی نہیں رہتی۔ بقولِ شاعر:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

فرماتے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (بقرہ:129)

''پروردگارا! ان لوگوں میں خود انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما' جو انہیں تیری آیات سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں (گناہوں سے) پاک کرے تو بڑا مقتدر اور حکمت والا ہے۔ اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی پیغمبر بشمول ہمارے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے وہ تمام کے تمام آپ کی ہی اولاد میں سے تھے۔''

❁ امام الحنفاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی بت پرستی سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا فرمائی:

﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ○ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ (ابراھیم: 35/36)

''(اے اللہ!) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا' میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔''

شیخ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ نے کیا خوب بات کہی ہے:

((مَن يَّأمَنُ الْبَلَاءَ بَعْدَ الْخَلِيْلِ عليه السّلام حِيْنَ يَقُوْلُ: ﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ كَمَا عَبَدَهَا أَبِي وَقَوْمِي))

''سیدنا خلیل علیہ السلام کے بعد کون مبتلائے فتنہ ہونے کے ڈر سے آزاد رہ سکتا ہے؟ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچائے رکھنا کہ ہم اس طرح بتوں کی پوجا کریں جس طرح کہ میرے باپ اور میری قوم نے کی۔''[1]

❁ عام طور پر لوگ اپنی اولاد کو وہاں بساتے ہیں جہاں دنیوی وسائل واسباب کی

[1] تفسیر قرطبی ۹/ ۳۶۸۔ بحوالہ: سیدنا ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد: ڈاکٹر فضل الٰہی۔

کثرت ہو' پانی کی فراوانی ہو' اناج' سبزیاں اور پھل وافر مقدار میں ہوں' لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معیارِ انتخاب یہ نہ تھا' انہوں نے اپنی اولاد کو وہاں آباد کیا جہاں پانی تھا نہ کھیتی' نہ دنیوی وسائل تھے اور نہ ہی سامانِ تعیّش تھا لیکن وہ مقام حرمت والے گھر کی جگہ تھی اور وہاں اولاد کے بسانے میں ان کا مقصود یہ تھا کہ وہ اللہ کے مقدس گھر میں نماز قائم کریں۔ دعا فرماتے ہیں:

﴿رَبَّنَا اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (ابراھیم: 40)

''اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے باعزت گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں ہوتی' اے ہمارے پروردگار! میری غرض صرف یہی ہے کہ وہ نماز قائم کریں' اس لیے تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے اور انہیں (انواع واقسام کے) پھلوں سے روزی عطا کر' تاکہ وہ ہمیشہ تیرے شکر گذار رہیں۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اس فیصلے میں ان والدین سے یکسر مختلف تھے جو اپنی اولاد کے لیے صرف دنیوی مفادات کو پیشِ نظر رکھتے ہیں اور اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ان کے فیصلے سے ان کی اولاد کے دین' اخلاق اور آخرت کے بنانے اور بگاڑنے پر کیا اثرات مرتب ہونگے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اسی بارے میں پہلے ہی خبر دے رکھی ہے' آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنْهَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ))[1]

---

[1] ترمذی: ابواب صفة القيامة۔ رقم الحديث 2583۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: صحیح سنن ترمذی: 2/ 300 بحوالہ: سیدنا ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد: از ڈاکٹر فضل الٰہی۔

جس کا مقصود صرف دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر فقر مسلّط کر دیتے ہیں' اس کے معاملے کو بگاڑ دیتے ہیں اور دنیا اس کو اتنی ہی میسر آتی ہے جو اس کے مقدر میں کی جا چکی ہے۔

- نیز دعا فرمایا:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○﴾

''اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنا دے' پروردگار! میری دعا قبول فرما۔'' (ابراھیم:41)

- نیک بندے اپنی دعاؤں میں اپنے والدین کے ساتھ اپنی اولاد کو بھی نہیں بھولتے:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○﴾ (الأحقاف:15)

''میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہیں' اور ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میری اولاد کو نیک بنا دے' میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور بے شک میں تیرے فرمان برداروں میں سے ہوں۔''

- والدین صبح و شام ایک مرتبہ یہ دعا ضرور پڑھیں تا کہ انہیں اپنے اہل و عیال کے متعلق عافیت ملے' کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ بالا دعا ہمیشہ صبح و شام پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ' اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَأَهْلِیْ وَمَالِیْ' اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَآمِنْ رَوْعَاتِیْ' اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ' وَمِنْ فَوْقِیْ' وَأَعُوْذُ

بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي))[1]

''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین' اپنی دنیا' اپنے اہل وعیال اور مال ودولت میں اضافے اور عافیت کا سوال کرتا ہوں' اے اللہ! میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے' اور مجھے ڈر اور خوف میں امن عطا فرما' اے اللہ! تو میری حفاظت فرما میرے سامنے سے' میرے پیچھے سے' میرے دائیں سے' میرے بائیں سے' اور میرے اوپر سے' اور میں تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ اچانک اپنے نیچے سے ہلاک کیا جاؤں''.

بچوں کے درمیان انصاف

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے درمیان محبت میں انصاف اور مساوات سے کام لیں' کسی بچے میں عقل مندی دیکھی تو اسے تمام بچوں پر ترجیح دی' کوئی زیادہ خوب صورت ہے تو اس سے بے حد پیار کیا' کسی کو اس لیے دھتکارا کہ وہ لڑکی ہے' یا چالاک و ہوشیار نہیں ہے' یہ اولاد کے ساتھ ظلم ہے' اس سے اولاد کے درمیان آپس میں بغض اور عناد پیدا ہو جاتا ہے اور یہ جذبہ انہیں کبھی کبھی ایک دوسرے کا دشمن بنا سکتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے بلکہ قتل کر دینے تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں کا حسد بھی اسی قبیل سے تھا' جب انہوں نے محسوس کیا کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام' ہمارے مقابلے میں سیدنا یوسف علیہ السلام سے زیادہ پیار کرتے ہیں' تب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی سازش کی۔ قرآن کے بیان کے مطابق:

﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ○ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَى أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ط إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○

[1] الأدب المفرد' ابو داؤد' ابن ماجه' مسند احمد' ابن حبان۔ الحاکم وصححه الذهبي۔

اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ○ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ○ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ○ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ○ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَن تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَن يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ○ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخَاسِرُونَ ○ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ○ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ج وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ○ وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ط قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ط وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ○

(یوسف: 7 تا 18)

"یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ جب کہ انہوں نے کہا: یوسف اور اس کا بھائی (بنیامین) بہ نسبت ہمارے ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں' حالانکہ ہم (طاقتور) جماعت ہیں' اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں۔ یوسف کو یا تو مار ہی ڈالو یا کسی (نا معلوم) جگہ پھینک دو کہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری ہی طرف ہو جائے' اس کے بعد تم نیک بن جانا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یوسف کو قتل تو نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنویں (کی تہہ) میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی (آتا جاتا) قافلہ اٹھا لے جائے' اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔ انہوں نے کہا: ابّا جان! آپ یوسف کے معاملے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل آپ ضرور اسے

ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے' اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔ (یعقوب علیہ السلام نے) کہا: اسے تمہارا لے جانا مجھے سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ تمہاری غفلت کی وجہ سے اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ انہوں نے جواب دیا: اگر ہم جیسی (زور آور) جماعت کی موجودگی میں اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم بالکل نکمّے ہی ہوئے۔ پھر جب وہ اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنویں کی تہہ میں پھینک دیں' ہم نے اس (یوسف) کی طرف وحی کی کہ یقیناً (وہ وقت آئے گا کہ) تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے گا کہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے۔ اور عشاء کے وقت وہ سب اپنے باپ کے پاس روتے دھوتے پہنچے اور کہنے لگے: ابّا جان! ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا' پھر اسے بھیڑیا کھا گیا' آپ تو ہماری بات پر ہرگز یقین نہیں کریں گے اگرچہ کہ ہم بالکل سچے ہیں۔ اور وہ یوسف کے کُرتے کو جھوٹے خون سے آلودہ بھی کرلائے تھے' باپ نے کہا: یوں نہیں' بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنا لی ہے' بس صبر ہی بہتر ہے اور میں نے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کی ہے۔"

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان کے ساتھ انصاف کریں' اس سلسلے میں امّت کو رسول اللہ ﷺ کی ہدایات حسب ذیل ہیں۔

((عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہما أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ "إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَكُلَّ وُلْدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا؟ فَقَالَ لَا' فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "ارْجِعْهُ)) (متفق عليه)

"نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد ان کو لے کر رسول

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں نے اپنے اس لڑکے کو اپنا ایک غلام عطیہ میں دیا ہے" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اپنے تمام لڑکوں کو اسی طرح دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنا عطیہ لوٹا لو"۔

((وفی روایة، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوُلْدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ لَا، قَالَ "اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلَادِكُمْ" فَرَجَعَ أَبِيْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ)) (مسلم 1623)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنے تمام لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا (اولاد کے معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو' چنانچہ میرے باپ نے وہ عطیہ لوٹا لیا۔

((وفی روایة، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بَشِيْرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَى هٰذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ لَا، قَالَ "فَلَا تُشْهِدْنِيْ إِذًا، فَإِنِّيْ لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ)) (متفق علیه)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے بشیر! کیا اس لڑکے کے علاوہ بھی تمہارے بچے ہیں؟" انہوں نے کہا کہ ہاں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ "کیا تم نے تمام کو ایسے ہی دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں دیا' فرمایا: "جب تو تم مجھے اس معاملے میں گواہ نہ بناؤ' کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔"

((وفی روایة فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِيْ" ثُمَّ قَالَ: أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُوْنُوْا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ بَلٰى، قَالَ فَلَا إِذًا))[1]

---

[1] رواہ البخاری ومسلم والترمذی وأبو داؤد والنسائی ومالك فی المؤطا۔

''اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس پر میرے علاوہ اور کسی کو گواہ بناؤ' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کیا تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ تمام تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں برابر ہوں؟ کہا: ہاں اچھا لگتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تو نہیں (یعنی یہ درست نہیں کہ تو ایک کو دے کر باقی کو چھوڑ دے)۔

((عن انس رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَجُلٌ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَهُ ابْنٌ لَهُ فَأَخَذَهُ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ أَجْلَسَهُ فِي حِجْرِهِ، وَجَاءَتْ ابْنَةٌ لَهُ فَأَخَذَهَا إِلَى جَانِبِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا يَعْنِي ابْنَهُ وَابْنَتَهُ فِي تَقْبِيْلِهِمَا))[1]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اتنے میں اس کا لڑکا آیا تو اس نے اسے پیار کیا اور پھر اپنے گود میں بٹھالیا' تھوڑی دیر بعد اس کی لڑکی آئی تو اس نے اسے اپنے پہلو میں بٹھالیا' یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ان دونوں کے درمیان انصاف تو نہیں کیا یعنی بیٹے کو پیار کر کے اور بیٹی کو پیار نہ کر کے۔''

بچوں سے محبت

بچوں سے محبت وشفقت فطری چیز ہے' ماں کی اپنی اولاد سے محبت فطری اور مثالی ہے' مختلف موقعوں پر رسول اکرم ﷺ نے اس کی مثال دی ہے' ایک غزوہ کا واقعہ ہے:

((عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْيٍ، فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعٰى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا لَا وَاللّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ

---

[1] رواہ البزار والبیهقی۔

اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا)) (متفق علیہ)

''سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے جن میں ایک عورت بھی تھی (جس کا دودھ پیتا بچہ جنگ میں اس سے بچھڑ گیا تھا)' قیدیوں میں وہ جب بھی کسی بچے کو پاتی تو اسے لے لیتی اور اپنے سینے سے چمٹا کر دودھ پلاتی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس عورت کی یہ کیفیت دیکھی تو صحابہ سے) فرمایا کہ کیا یہ عورت اپنے حقیقی بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ صحابہ کرام نے کہا اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اپنے بچے پر جتنی مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے''۔

لیکن کچھ باپوں کا اپنی اولاد سے رویّہ انتہائی خشک اور محبت وشفقت سے خالی رہتا ہے' وہ اپنے باپ ہونے کا صرف یہی ایک سب سے بڑا حق سمجھتے ہیں کہ بچوں کے ساتھ سختی سے نپٹا جائے اور ان کے ساتھ تلخ رویّہ اپنایا جائے' بسا اوقات والد کے اس معاندانہ رویّہ سے عاجز آ کر بچے پہلے تو احتجاج کرتے ہیں اور جب احتجاج سے مطلب براری نہیں ہوتی تو پھر ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے بغاوت پر مائل ہوجاتے ہیں۔ بعد کے حالات تو اس قدر بدتر ہوجاتے ہیں کہ وہ باپ کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑے ہوجاتے ہیں بلکہ مار پیٹ سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اس طرح کے بچے جو اس قدر کشیدگی کے ماحول میں پرورش پاتے ہیں تو وہ آگے چل کر معاشرہ کے لیے ایک مصیبت بن جاتے ہیں' رحم وکرم کے جذبات سے تو وہ عاری ہی رہتے ہیں ساتھ ہی ساتھ بُری صحبت اور بازاری لوگوں کے ساتھ میل جول انہیں مجرم بنا دیتا ہے' وہ اپنی زندگی کی ابتداء چھوٹے موٹے جھگڑوں اور چوریوں سے کرتے ہیں' پھر رفتہ رفتہ اپنے علاقے کے غنڈے اور بدمعاش بن کر معاشرے کے لیے دردِ سر بن جاتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ بچوں سے محبت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور چاہتے کہ بچوں سے جس قدر سختی کا برتاؤ کیا جاسکتا ہے کیا جائے' تاکہ بچہ آگے چل کر شقی القلب

اور ظالم واقع ہو اور میدانِ جنگ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ قساوتِ قلبی کا مظاہرہ کرے کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوں' اور بدنصیبی سے اس پر فخر بھی کیا جاتا تھا' اور جب رسول اللہ ﷺ کی پاک مجلس میں اس طرح کے لوگ مسلمان بننے کے لیے آتے اور آپ ﷺ کے بچوں کے ساتھ بے انتہا محبت وشفقت سے پیش آنے پر تعجب کرتے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اس حدیث میں ہے:

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انَّهٗ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّيْمِيُّ جَالِسٌ، فَقَالَ الْأَقْرَعُ اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ)) (بخاری)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو پیار کیا اور آپ کی مجلس میں سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ موجود تھے تو انہوں نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں لیکن میں نے آج تک کسی کو پیار نہیں کیا' آپ ﷺ نے ان پر (افسوس کی) نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا"۔

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: جَآءَ أَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ، فَمَا نُقَبِّلُهُمْ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "اَوَ أَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ؟))[1]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر (تعجب سے) کہنے لگا کہ کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں ہم تو ایسا نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے محبت کو نکال لے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟"

---

[1] الأدب المفرد للبخاري۔

آپ ﷺ کا بچوں سے محبت کا عالم یہ تھا کہ اپنے نواسوں سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے گود میں لیتے' سینے سے چمٹا لیتے اور فرماتے

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا))

یااللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔[1]

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ طَائِفَۃِ النَّھَارِ لَا یُکَلِّمُنِیْ وَلَا اُکَلِّمُہٗ حَتّٰی اَتٰی سُوْقَ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ' فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَیْتِ فَاطِمَۃَ رضی اللہ عنہا فَقَالَ "اَثَمَّ لُکَعُ ؟ اَثَمَّ لُکَعُ ؟ فَحَبِسَتْہُ شَیْئًا فَظَنَنْتُ اَنَّھَا تُلْبِسُہٗ سِخَابًا اَوْ تُغَسِّلُہٗ فَجَاءَ یَشْتَدُّ حَتّٰی عَانَقَہٗ وَقَبَّلَہٗ وَقَالَ "اَللّٰھُمَّ اَحْبِبْہُ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ))[2]

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دن کے ایک حصہ میں باہر تشریف لائے' میں آپ کے ساتھ تھا' ہم دونوں بالکل خاموش تھے' نہ آپ ﷺ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں کچھ بولنے کی جراءت کر سکا' یہاں تک کہ آپ بنی قینقاع کے بازار تک آئے' پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صحن میں آکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ چھوٹا کہاں ہے؟ چھوٹا کہاں ہے؟ لیکن انہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کچھ دیر روک لیا' تو میں سمجھ گیا کہ سیدہ فاطمہ انہیں خوشبو کا ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا دھلا رہی ہیں' پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تیزی سے دوڑتے ہوئے آئے اور آتے ہی نبی کریم ﷺ کے سینے سے لپٹ گئے' آپ ﷺ نے انہیں پیار کیا اور فرمایا کہ اے اللہ! تو اسے لوگوں کا محبوب بنا اور جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت کر۔"

((عن بریدۃ رضی اللہ عنہ قال رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَخْطُبُ' فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَعَلَیْھِمَا قَمِیْصَانِ اَحْمَرَانِ' یَمْشِیَانِ وَیَعْثُرَانِ'

---

[1] بخاری: باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما۔

[2] متفق علیہ۔ اخرجہ البخاری فی کتاب البیوع' باب: ما ذکر فی الأسواق۔

فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ نَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا))

(رواہ الترمذی)

''سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آئے اور وہ دونوں سرخ قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے (اور قمیص کی لمبائی کی وجہ سے) چلتے ہوئے لڑکھڑا کر گر رہے تھے' آپ ﷺ سے رہا نہیں گیا' آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمایا ''بے شک تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں'' میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا کر گر رہے تھے تو مجھ سے صبر نہیں ہوسکا یہاں تک کہ مجھے اپنی بات کو روک کر انہیں اٹھانا پڑا۔

آپ علیہ السلام بچوں کو اپنی مجلس میں شامل رکھتے بلکہ بچوں کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے' بسا اوقات اپنے ساتھ منبر پر بٹھاتے' ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے نواسے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو منبر پر بٹھایا اور کبھی انہیں اور کبھی لوگوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

((اِبْنِی هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ))

''میرا بیٹا سردار ہے' ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے۔''

اور یہ پیشین گوئی ۴۱ھ میں پوری ہوئی جب کہ آپ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو ایک اور عظیم کشت وخون اور باہمی افتراق وانتشار سے بچا لیا۔

حتیٰ کہ آپ ﷺ اپنی نواسی سیدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا کو حالت نماز میں بھی اٹھائے رہتے اور عالم یہ ہوتا کہ حالت قیام میں کندھے پر سوار کر لیتے اور جب رکوع یا سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے۔ (متفق علیہ عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ) سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی پیٹھ پر سوار فرما لیتے اور اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے فرماتے:

((نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ أَنْتُمَا))

''تمہاری سواری کیا ہی بہترین ہے اور تم کتنے بہترین شہسوار ہو۔''[1]

نبی ﷺ جب بچوں پر سے گذرتے تو انہیں سلام کیا کرتے اور چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیلتے۔

سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زیر کفالت تھیں آپ علیہ السلام ان کے ساتھ کھیلا کرتے' سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے دس سال آپ کی خدمت کی لیکن کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا؟ اور یہ کام کیوں نہیں کیا؟ کسی ناپسندیدہ کام پر بجائے ڈانٹنے کے محبت وشفقت سے سمجھاتے اور جس کام کا حکم دیتے اس کی حکمت و مصلحت بھی سمجھا دیتے' جس کی وجہ سے بچے آپ ﷺ سے بڑے مانوس ہوتے۔

انصاری بچیاں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں آتیں اور خوشیوں کے موقعے پر دف بجا بجا کر آپ ﷺ کی تعریف میں اشعار پڑھتیں' جب کبھی آپ تعریف میں غلو محسوس فرماتے تو بڑے پیار سے منع فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک بچی نے یہ مصرعہ پڑھا: ''وَفِيْنَا رَسُوْلٌ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ'' (ہم میں ایسے رسول ہیں جو کل پیش آنے والے حالات کو جانتے ہیں) آپ نے سنا تو فرمایا کہ دَعِيْ هٰذَا وَقُوْلِيْ مَا أَنْتِ تَقُوْلِيْنَ'' یہ نہ کہو بلکہ وہ کہو جو تم پہلے کہا کرتی تھی۔

محبت وشفقت کا یہی برتاؤ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا' وہ بھی ہر معاملے میں رسولِ اکرم ﷺ کا پرتو تھے' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ:

---

[1] الإصابة في تميز الصحابة۔

.((عن عقبة بن الحارث رضی اللہ عنہ قال: رَأَيْتُ اَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ يَقُوْلُ بِأَبِي شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ، لَيْسَ شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ))[1]

''سیدنا عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر سوار کرالیا' اور فرمانے لگے:''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہیں نہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنسنے لگے''۔

باپ اپنے بچوں کو کن الفاظ سے خطاب کرے؟

قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو اس کی بھی تعلیم دی ہے کہ باپ اپنے بچوں سے کن الفاظ سے مخاطب ہو اور اولاد کن الفاظ سے اپنے باپ کو خطاب کرے' قرآن مجید میں اس طرح کے کئی واقعات مذکور ہیں جن میں اللہ کے نیک بندوں نے اپنی اولاد کو خطاب کیا اور انتہائی محبت وشفقت کے ایسے الفاظ سے کیا جن سے زیادہ محبت کے الفاظ کہیں نہیں مل سکتے۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کنعان کو طوفان میں آواز دیتے ہوئے کہا:

﴿وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (ھود:42)

''نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ دور فاصلے پر تھا' (کہا) بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا' اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾

''میرے بچے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں' ذرا بتلا تیرا کیا ارادہ ہے۔''(صافات: 102)

---

[1] بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝﴾ (یوسف: 5)

''بیٹا! تم اپنا خواب اپنے (سوتیلے) بھائیوں کو نہ بیان کرنا وہ تمہارے لیے ضرور کوئی سازش کریں گے' کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

سیدنا لقمان حکیم رحمہ اللہ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (القمان:13)

''(اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا' کیونکہ بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (لقمان: 17)

''بیٹے! نماز قائم کرنا' نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور جو بھی مصیبت تجھ پر آن پڑے اس پر صبر کرنا' کیونکہ یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔''

بچوں کی بیماری کا شرعی علاج

اگر کوئی بچہ بیمار ہو'یا نظر بد کا شکار ہو'یا جن وشیاطین کی جانب سے تکلیف میں مبتلا ہو'یا کسی عام جسمانی بیماری میں مبتلا ہو تو والدین کو چاہئے کہ وہ جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل سورتوں اور دعاؤں کو خود پڑھ کر بچے یا بچی کے جسم پر دم کریں' یا کسی کے ذریعے دم کروائیں' اللہ تعالیٰ چاہے تو ضرور شفا حاصل ہوگی۔

- سورۃ الفاتحہ پڑھیں۔(بخاری ومسلم)
- سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھیں۔(بخاری ومسلم)

❀ مریض کے جسم پر دائیں ہاتھ کو پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَأسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا)) (بخاری و مسلم)

''اے انسانوں کے رب ! بیماری کو دور کردے' شفا عطا فرما کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے' تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں ہے' ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری باقی نہ چھوڑے۔''

نظر بد کا علاج

نظرِ بد کی تاثیر برحق ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَلْعَیْنُ حَقٌّ''۔

عربی میں محاورہ ہے:

((اَلْعَیْنُ یَجْعَلُ الرَّجُلَ فِی الْقَبْرِ وَالْإِبِلَ فِی الْقِدْرِ))

یعنی نظرِ بد ایک باصحت شخص کو قبر میں اور تنومند اونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔اس لیے کسی خوب صورت چیز یا خوب صورت بچے کو دیکھیں تو

((ما شاء اللّٰه'' یا ''مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) ضرور کہیں

اگر بدنصیبی سے کوئی بچہ نظر بد کا شکار ہو گیا تو والدین مندرجہ ذیل دونوں دعاؤں کو تین مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم کریں' اللہ چاہے تو ضرور شفا حاصل ہو گی. جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے کیا تھا۔(بخاری و مسلم)

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)) (بخاری و مسلم)

''اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے ذریعے حفاظت حاصل کرتا ہوں ہر شیطان اور ایذا دینے والے جانور اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے''

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ)) (مسلم)

''میں اللہ کا نام لے کر تم پر دم کرتا ہوں' ہر اس چیز سے جو تمہیں تکلیف دے اور ہر شریر نفس کی شرارت سے' یا نظرِ بد کے حسد سے' اللہ تمہیں شفا دے' میں اللہ کے نام سے تم پر دم کرتا ہوں۔''

عام جسمانی تکلیف کا علاج

اگر عام جسمانی تکلیف ہو تو درج ذیل دعائیں پڑھ کر تکلیف کے مقام پر دم کریں۔

((بسم اللہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا تَجِدُهُ وَتُحَاذِرُهُ))

(مسلم۔ترمذی)

''میں اللہ کی عزت وقدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں اس تکلیف سے جو تم محسوس کر رہے ہو اور جس کا تمہیں اندیشہ ہے۔''

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) (مسلم)

''میں اللہ تعالیٰ کے کلمات کاملہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں ہر اس برائی سے جو اس نے پیدا کی ہے۔''

((اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ))[1]

''میں اللہ عظیم سے دعا کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے کہ وہ تمہیں شفا دے۔''

نیند میں ڈر جائیں تو یہ دعا پڑھیں

بچے اگر حالت نیند میں ڈر جائیں تو درج ذیل دعائیں پڑھ کر انکے جسم پر دم کریں:

((اَعُوْذُبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ)) (ترمذی وحسّنه الألبانی)

---

[1] ترمذی وصححه الألبانی۔

''میں اللہ کے کلمات کاملہ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں اسکے غضب' عقاب اور اسکے بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسوں اور انکے میرے پاس حاضر ہونے کے شر سے۔''

((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ وَ بَرَءَ وَذَرَءَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمَانُ))(احمد وصححه الألبانی)

''میں اللہ کے تمام کلمات کی پناہ میں آتا ہوں جن سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کر سکتا' تمام مخلوقات کے شر سے اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان سے اترتی اور آسمان پر چڑھتی ہے اور جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور زمین سے نکلتی ہے اور شب و روز کے تمام فتنوں سے اور رات کو آنے والے کے شر سے سوائے اس کے جو بھلائی کے ساتھ آئے' اے نہایت رحم کرنے والے!''

اولاد کی وفات پر

اولاد والدین کے دل کا پھل ہوتی ہے اور انسان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ مرحلہ اولاد کی موت کا ہوتا ہے' بسا اوقات صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے' ایک عورت کو رسولِ کریم ﷺ نے اپنے بچے کی قبر پر آہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

((اِتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ)) اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔

اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا' کہنے لگی کہ

((اِلَیْکَ عَنِّیْ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ))

کہ تو مجھ سے ہٹ جا' کیونکہ تجھے مجھ جیسی مصیبت کا پالا نہیں پڑا' اگر پالا پڑا ہوتا تو مجھے پتہ چل جاتا۔ چنانچہ آپ ﷺ وہاں سے چل دیئے۔ بعد میں کسی نے اس

عورت کو بتایا کہ تو نے جس کے ساتھ گستاخی سے بات کی ہے وہ اللہ کے رسول تھے تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اب میں صبر کرتی ہوں آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ

((اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰی))

''پہلے ہی صدمہ پر صبر کرنے کا نام صبر ہے۔'' (بخاری)

آپ ﷺ کی آنکھیں بچوں کی وفات پر اشکبار ہو جاتیں' آپ ﷺ اپنے چھوٹے فرزند سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت موجود تھے' بچہ موت کی تکلیف سے دوچار تھا' اس کی نبضیں ڈوب رہی تھیں' آپ ﷺ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے' بچے کو گود میں لیے ہوئے فرما رہے تھے:

((اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ))

کہ آنکھیں اشکبار ہیں' دل غمگین ہے' لیکن زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو خوش کرنے والی ہو' اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر نہایت رنجیدہ ہیں۔ (بخاری)

((عن اسامة بن زيد رضی اللہ عنہما قال: اَرْسَلَتْ (زَيْنَبُ) بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ اِلٰى اَبِيْهَا اَنَّ ابْنِي قَدِ احْتَضَرَ فَاشْهَدْنَا' فَاَرْسَلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يُقْرِئُ السَّلَامَ' وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَعْطٰى وَلَهٗ مَا اَخَذَ' وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ'' فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ رضی اللہ عنہم فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ الصَّبِيُّ فَاَقْعَدَهٗ فِي حِجْرِهٖ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ' فَقَالَ سَعْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ ''هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا فِي قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَفِي رِوَايَةٍ ''وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ

مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ'' (متفق علیہ)

''اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس خبر بھیجی کہ ان کے صاحبزادے کی وفات کا وقت قریب آ چکا ہے اس لیے آپ حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کہتے ہوئے یہ پیغام بھیجا کہ جو دیا ہے وہ اللہ کا ہے اور جو لیا ہے وہ بھی اللہ ہی کا ہے' اور ہر چیز کے لیے اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے' اس لیے تو صبر کر اور اس صبر پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھ''۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کو قسم دیتے ہوئے ضرور آنے کے لیے کہلا بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' آپ کے ساتھ سعد بن عبادۃ' معاذ بن جبل' ابی بن کعب' زید بن ثابت' اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی چل پڑے' (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو) بچے کو آپ کی جانب بڑھایا گیا' آپ نے بچے کو اپنی گود میں بٹھایا' بچے کا عالم یہ تھا کہ اس کی سانسیں ٹوٹ رہی تھیں' یہ منظر دیکھ کر آپ علیہ السلام کی آنکھیں بہہ پڑیں' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ رسول! یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رحمت ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے انہیں بندوں پر رحم کرتے ہیں جو دوسروں پر مہربانی کرتے ہیں''۔

اسی لیے علامہ حالی رحمہ اللہ نے فرمایا:

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان والدین کو جنت کی خوشخبری عطا فرمائی جو اس کربناک موقعہ پر صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیّت پر راضی برضا رہتے ہیں:

((عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ

رَحْمَتِهِ اِيَّاهُم)) (بخاری: 3/ 96-95)

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی اس رحمت کے صدقے جوان بچوں کے لیے ہے اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔''

((عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ''مَا مِنْكُنَّ مِنْ اِمْرَاَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ: وَاثْنَيْنِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ''وَاثْنَيْنِ))

(متفق علیہ)

''ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عورتوں سے) ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس عورت کے تین بچے وفات پاجاتے ہیں وہ اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گے'' ایک عورت نے کہا: اگر دو وفات پاجائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں دو بھی''۔

((عن ابی موسى الأشعرى رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ ''قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ'' ؟ فَيَقُوْلُوْنَ ''نَعَمْ فَيَقُوْلُ ''قَبَضْتُمْ ثَمْرَةَ فُؤَادِهِ؟فَيَقُوْلُوْنَ ''نَعَمْ'' فَيَقُوْلُ ''مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ ''حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ ابْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ))

(اخرجه الترمذى: رقم الحديث: 1021)

ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب کسی بندے کا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی جان لے لی؟ وہ کہتے ہیں کہ ''ہاں' پھر فرماتا ہے کہ کیا تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں' پھر فرماتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے تیری تعریف کی

اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

اولاد پر والدین کی نیکیوں کے اثرات

اولاد پر والدین کے نیکیوں اور ان کی دعاؤں کے بڑے ہی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں' اگر اولاد بھی والدین کے نقشِ قدم پر چلتی ہوئی نمازوں کی پابند اور دینی شعائر اسلام کی علمبردار بنتی ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اولاد کو آباد و خوشحال رکھتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝﴾ (کھف: 82)

''اور دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دو یتیم بچوں کی ہے جو کہ اس شہر میں رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان بچوں کیلیے ایک خزانہ مدفون ہے' اور ان کا باپ نیک آدمی تھا' اس لیے تمہارے رب نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں' یہ تمہارے رب کی رحمت کی وجہ سے (کیا گیا) ہے' میں نے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کیا' یہ ان باتوں کی حقیقت ہے جن پر تم صبر نہیں کر سکے۔''

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اثر انگیز خطاب فرمایا' جس سے لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں' قوم میں سے کسی شخص نے آپ سے سوال کیا: ''اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ سوچتے ہوئے کہ وقت کا نبی' رسول سب سے بڑا عالم ہوتا ہے' فرمایا: ''اس وقت دورِ حاضر کا سب سے بڑا عالم میں ہوں'' ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناگوار گذری کہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ ''اللہ اعلم'' کیوں نہیں کہا؟ پھر حکم دیا کہ جہاں دو سمندر ملتے ہیں وہاں میرا

ایک بندہ رہتا ہے جو آپ سے علم (کے چند گوشوں) کو زیادہ جاننے والا ہے' آپ ان سے علم سیکھیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے ایک شاگرد سیدنا یوشع بن نون کے ساتھ اس مقررہ مقام پر پہنچے جہاں سیدنا خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ کو اس شرط پر اپنے ساتھ رکھنا منظور فرمایا کہ آپ انہیں کسی بات پر سوال نہیں کریں گے جب تک کہ وہ خود اس کی حقیقت نہ بیان کریں۔ جواباً سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ۝﴾

(الکہف)

"اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی حکم عدولی نہیں کروں گا۔"

چنانچہ وہ دونوں ایک کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی والوں نے انہیں بغیر کرایہ کے ہی سوار کرا لیا' سمندر کے درمیان میں پہنچ کر سیدنا خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر دیا' اس پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نکیر کی اور فرمایا: "کیا آپ نے اس میں اس لیے شگاف ڈال دیا ہے کہ اس میں سوار لوگوں کو ڈبو دیں؟ اس پر سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ اس پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے معذرت پیش کی' پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ دونوں کی ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی تو سیدنا خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا' اس پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ کو بلا قصور ناحق قتل کر دیا؟ آپ نے نہایت ناپسندیدہ حرکت کی' اس پر سیدنا خضر علیہ السلام نے اپنی پرانی بات دُہرائی' جس پر آپ نے اس شرط پر معذرت پیش کی کہ اگر میں نے آئندہ اس طرح کا کوئی سوال آپ سے کیا تو آپ مجھے اپنی رفاقت سے الگ کر دیں چنانچہ پھر وہ ایک بستی میں آئے اور وہاں کے باشندوں سے کھانا مانگا' لیکن قریہ کے باسیوں نے میزبانی سے انکار کر دیا' پھر ان دونوں کو بستی میں ایک دیوار ملی جو گرنا ہی چاہتی تھی' سیدنا خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا' اس پر سیدنا موسیٰ

علیہ السلام نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر مزدوری لے لیتے (تاکہ کھانا خرید کر کھایا جا سکے) سیدنا خضر نے فرمایا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا یہی وقت ہے' پھر آپ نے ان واقعات کی حقیقت بیان فرمائی جس پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں کر سکے تھے۔

- کشتی کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ کچھ غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے اور ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے' میں نے اس میں اس لیے سوراخ کر دیا کہ اس علاقے کا بادشاہ ایک ظالم آدمی تھا جو ہر عمدہ اور صحیح سالم کشتی کو ظلماً ہتھیا لیا کرتا تھا' اس لیے میں نے اسے عیب دار بنایا تاکہ وہ اسے نہ لے' اس طرح میں نے ان پر احسان کیا ہے ظلم نہیں۔
- جہاں تک لڑکے کے قتل کا تعلق ہے وہ یہ کہ وہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور اس کے والدین صاحب ایمان تھے' مجھے ڈر لگا کہ یہ بالغ ہو کر کہیں اپنے والدین کو بھی کفر وسرکشی کی راہ پر نہ ڈال دے اور اللہ تعالیٰ اسکے والدین کو اس کے عوض میں ایک ایسا لڑکا عطا فرمائے گا جو صلاح ونیکی اور گناہوں سے پاکی میں اس سے کہیں بہتر اور والدین کا مطیع وفرمانبردار ہو گا تو اس طرح میں نے اسکے والدین پر ظلم نہیں احسان کیا۔
- اور وہ دیوار جسے میں نے سیدھی کر دی تھی شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا' اس لیے آپ کے رب نے ان پر فضل وکرم کرتے ہوئے چاہا کہ دیوار کھڑی رہے تاکہ دونوں بڑے ہو کر اسے نکالیں اور مستفید ہوں' یہ جو کچھ میں نے کیا ہے یہ تمام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے اس میں میری اپنی رائے اور مرضی کا کوئی دخل نہیں تو یہ حقیقت ہے ان باتوں کی جن باتوں کو آپ برداشت نہیں کر سکے۔

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے عالم اسلام کے مشہور عالمِ دین ڈاکٹر لقمان صاحب سلفی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

- اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ باپ کی نیکی اولاد کی جانی ومالی حفاظت کا سبب بنتی

ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان دونوں یتیموں کے باپ نے ہی وہ مال دفن کیا تھا' بعض کا خیال یہ ہے کہ ان کے ساتویں یا دسویں پردادا نے مال دفن کیا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی اولاد کی کئی پشتوں تک حفاظت فرماتا ہے

ترمذی اور ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ صالح آدمی کی اولاد اس کی اولاد کی اولاد اس کے خاندان والوں اور اس کے اردگرد کے خاندانوں کی حفاظت فرماتا ہے' وہ ان کے درمیان جب تک ہوتا ہے تو وہ تمام اس کی وجہ سے اللہ کے حفظ وامان میں ہوتے ہیں''۔

قرطبی رحمہ اللہ نے سورۃ الأعراف کی آیت

﴿إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۝﴾ سے اس معنی پر استدلال کیا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ''بے شک میرا حامی وناصر وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہی نیک لوگوں کی مدد کرتا ہے۔''[1]

✿ آخرت میں نیک اعمال کی کمی بیشی کے باوجود اللہ تعالیٰ اولاد کو والدین کے ساتھ نہ صرف جنّت میں داخلہ عطا فرمائیں گے بلکہ انہیں ان کے والدین کے ساتھ جنت میں اکٹھا کردیں گے تاکہ اس سے ان کے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ (طور : 21)

''کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے معاملے میں ان کے نقشِ قدم کی اتباع کی' ان کی اس اولاد کو بھی (جنت میں) ہم ان کے ساتھ ملادیں گے اور ان کے اعمال (کے ثواب) میں ہم کچھ بھی کمی نہیں کریں گے ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہوگا۔''

---

[1] تیسیر الرحمن لبیان القرآن: 758-757۔

باب : ۴

روحانی تربیت

ماں کا کردار

جسمانی تربیت کے ساتھ ضروری ہے کہ بچوں کی دینی، اسلامی اور اخلاقی تربیت کی جائے، اس سلسلے میں ماں کا کردار باپ سے زیادہ اہم ہے کیونکہ بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ ماں کی آغوش ہے، بچہ ماں کے ایک ایک قطرہ شیر کے ساتھ اس کے اخلاق و عادات کو بھی اپنے دل و دماغ میں اتارتا جاتا ہے. ماں اگر مؤمنہ اور مسلمہ اور پابندِ شریعت ہے تو بچے سے بھی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ آگے چل کر صاحبِ ایمان اور پابندِ شرع ہوگا، اگر بدقسمتی سے ماں دین و ایمان سے خالی اور آزاد خیال اور فیشن کی دلدادہ ہے تو اس سے پیدا ہونے والی نسل بھی فیشن پرست، دین سے بیزار اور اسلامی تربیت سے عاری ہوگی۔

صحابیات رضی اللہ عنہن اور اللہ تعالیٰ کی دیگر نیک بندیوں کے بے شمار واقعات ہیں کہ ان کی حسنِ تربیت کی وجہ سے ان کی گودوں سے ایک ایسی نسل پیدا ہوئی جنھوں نے آدھی سے زیادہ دنیا کو علم و عرفان، حق و صداقت، عدالت و شجاعت اور اخلاص و للٰہیت سے بھر دیا۔ دنیا ان مبارک و مقدس ہستیوں کو، جگر گوشہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین، اور عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، اور عبداللہ بن زبیر، امام مالک بن انس، طارق بن زیاد، احمد بن حنبل، محمد بن اسماعیل البخاری، شیخ عبدالقادر جیلانی اور سلطان صلاح الدین ایوبی وغیرہم رحمہم اللہ کے ناموں سے جانتی ہے۔

صحابیات رضی اللہ عنہن چھوٹے چھوٹے بچوں کو تک روزہ رکھواتیں اگر وہ بھوک سے

رونے لگتے تو کھلونوں سے ان کے دل بہلاتیں (بخاری)۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے ماہ رمضان المبارک میں شراب نوشی کی تھی' آپ نے اس پر حد جاری کی اور فرمایا تجھ پر افسوس کہ تو نے اس مقدس و مبارک مہینے کے دن میں شراب پی رکھی ہے جب کہ میرے گھر کا ایک ایک بچہ روزہ رکھے ہوئے ہے۔

ماں کے لیے ضروری ہے کہ بچے جس وقت بولنا شروع کریں تو سب سے پہلے انہیں اپنے خالق و مالک ''اللہ'' کا مبارک و مقدس نام سکھائیں' پھر انہیں کلمہ توحید لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ترجمہ کے ساتھ یاد کروائیں۔

❀ بچہ جب تھوڑا سا سمجھنے لگے تو اس کی سمجھ کے مطابق اسے حلال اور حرام کی تعلیم دیں' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

((اِعْمَلُوْا بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَاتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ وَمُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِإِمْتِثَالِ الْأَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِي فَذٰلِكَ وِقَايَةٌ لَّهُمْ وَلَكُمْ مِنَ النَّارِ)) (ابن جریر و ابن منذر)

''اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو' اپنی اولاد کو احکاماتِ الٰہیہ بجالانے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہنے کی تلقین کرو اسی میں ان کے لیے اور تمہارے لیے بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ ہے۔''

توحید کی تعلیم

والدین کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو سب سے پہلے توحید کی تعلیم دیں' بچوں کی شروع سے ہی ایسی اسلامی تربیت کریں کہ زندگی کی آخری سانس تک وہ موحد رہیں' ان کا عقیدۂ توحید زندگی کے کسی بھی موڑ پر نہ لڑکھڑائے۔ بچوں کے ذہن پر بچپن سے ہی یہ نقش کر دیں کہ جس ذاتِ والا صفات کی ہم عبادت اور بندگی کرتے ہیں اس کا نام نامی اسمِ گرامی ''اللہ'' ذوالجلال ہے' وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے' اس جیسی کوئی چیز نہیں' اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں' ساری کائنات کا نفع اور نقصان

موت وحیات' بیماری اور شفا اس کے دستِ قدرت میں ہے' وہی ہے جو رزق دیتا ہے' اولاد دیتا ہے' زندگی اور موت کا مالک بھی وہی ہے' سب اس کے محتاج ہیں وہ غنی ہے' اور سب اس کے فقیر ہیں' جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اسی کے در سے ہی ملتا ہے' وہی سب کا داتا ہے' وہ جسے دے اسے کوئی روک نہیں سکتا' اور وہ جسے نہ دے تو اسے کوئی نہیں دے سکتا' غیب وحاضر کا جاننے والا' آسمانوں زمینوں کا خالق' مشکل کشا اور دلوں کا پھیرنے والا وہی اللہ ہے اور ہر قسم کی عبادت اسی کے لیے لائق وزیبا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (هود: 50)

''ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے''۔

لہٰذا جو شخص اللہ کی الوہیت کا اقرار بھی کرے اور ساتھ ساتھ اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق کو رزق دینے والا' اولاد دینے والا' نفع ونقصان کا مالک' حاجت روا' مشکل کشا' الغرض اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں اللہ کی مخلوق کو بھی شریک کرے تو ایسا شخص موحد نہیں کہلا سکتا' کیونکہ الوہیت وہ جامع وصف ہے جو تمام صفاتِ کمال کو شامل ہے' لہٰذا توحید کی جامع تعریف اس طرح ہے کہ جو اوصاف اور اختیارات اللہ کے لیے خاص ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ کو تنہا اور یکتا مانا جائے''

توحید کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں: ① توحیدِ رُبوبیت (کائنات کے تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ماننا) ② توحیدِ اُلوہیت (عبادت کی تمام قسموں کو صرف اسی کیلیے مخصوص کرنا) ③ توحیدِ اسماء وصفات (اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کی خصوصیات کو اس کی شان کے مطابق اسی کے لیے خاص تسلیم کرنا)

توحید ربوبیت:

اللہ تعالیٰ کو تخلیقِ کائنات' حاکمیت اعلیٰ اور تدبیرِ کائنات میں یکتا اور تنہا تسلیم کیا جائے' دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ اپنی پوری کائنات کا خالق ومالک' رزّاق اور اکیلا ہی

پوری کائنات کا نظام چلانے والا ہے' وہی حاکمِ مطلق ہے' کوئی اس کا وزیر' مُشیر اور شریکِ کار نہیں' وہی موت وحیات کا مالک اور وہی مختارِ کُل اور قادرِ مطلق ہے وہ جو چاہے' جب چاہے اور جیسے چاہے کرنے پر قادر ہے' اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا' وہ غنی ہے اور پوری کائنات اس کی محتاج ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ (فاطر: 3)

''کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے علاوہ کوئی دوسرا حقیقی معبود نہیں۔''

اور معبودانِ باطلہ کے اختیارات کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الملك: 1)

''بڑی بابرکت ذات ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''

اور پوری کائنات کا نظام چلانے والا' مختارِ کُل' حاجت روا اور مشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

کس قدر جامع ارشاد ہے کہ

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ۝﴾

''سن لو! ساری مخلوق اللہ کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے' بہت ہی بابرکت ہے اللہ رب العزت جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الأعراف: 54)

توحیدِ اُلوہیت:

توحید الوہیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی قسم کی عبادت یا عبادت کا کوئی حصّہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے مخصوص نہ کرے' خواہ وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا نبی' یا کوئی اور نیک انسان ہو یا کوئی بھی دوسری مخلوق' اس لیے کہ عبادت خالق کا حق ہے

اور تمام مخلوق اسکی عبادت گزار ہے ارشادِ باری ہے:

﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ﴾ (ھود: 2)

''کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں''۔

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (یوسف: 40)

''ہر قسم کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے' اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو' یہی مضبوط دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (الإسراء: 23)

''تیرے رب کا حکم ہے کہ تو صرف اسی کی عبادت کر اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش'' مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لیے خاص ہے اور کسی قسم کی بھی عبادت میں انبیاء علیہم السلام یا فرشتوں یا نیک لوگوں کو شامل کرنا جائز نہیں ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے جو کہ اللہ کے حق الوہیت اور ربوبیت میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں' فرمایا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبة : 31)

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا''۔

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے بیان فرمائی' کہ جب وہ اسلام لانے کی غرض سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہی آیت تلاوت فرمائی' سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

((اِنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوْهُمْ))

کہ وہ ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں!

جب ان کے علماء و بزرگان ان کے لیے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے تو وہ ان کی پیروی کیا کرتے تھے' یہی تو ان کی عبادت تھی۔''

گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف کسی کی بات پر عمل پیرا ہونے کو اس کی عبادت قرار دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ

((أَیُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ ؟ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ)) (بخاری و مسلم)

اللہ کے ہاں کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تو اللہ کا کسی کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ (یہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ ہے)۔

توحید اسماء و صفات

یعنی وہ اسماء حسنیٰ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے منتخب فرمائے ہیں اور جن جن صفاتِ کمال کے ساتھ اپنی ذاتِ بابرکات کو یا رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو موصوف کیا ہے تو ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ تمام نام اچھے اور تمام صفات بلند ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان میں یکتا و تنہا تسلیم کیا جائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ باکمال کتاب اللہ اور احادیث مبارکہ میں مذکورہ ہیں ان کی حقیقت کو اسی طرح تسلیم کیا جائے اور ہر قسم کی تاویل' تحریف' تعطیل' تمثیل اور تشبیہ سے گریز کیا جائے۔

ارشادِ باری ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝﴾ (شوریٰ: 11)

''اس (اللہ تعالیٰ) کی مثل کوئی چیز نہیں' وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○﴾

(النمل : 74)

''پس تم اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں نہ بناؤ' اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اولاد کو یہ ذہن نشین کرانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق پر اور اس کی صفاتِ باکمال کو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنا جائز نہیں' تاکہ آگے چل کر وہ راسخ العقیدہ اور مؤحد مسلمان بن کر اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو شرک سے بچا سکیں۔

بچوں کے لیے چند ضروری آداب

اسلام میں دعا اور ذکر واذکار کی خاص اہمیت ہے' بندہ مومن کی زبان ہر وقت اللہ کی یاد سے تر رہتی ہے' اسی لیے رسول ﷺ نے اپنی امت کو ہر موقعے کی مناسبت سے متفرق اذکار اور دعائیں بتائی ہیں تاکہ اس سے اللہ کی یاد بھی باقی رہے اور انسان ہر قسم کے شر وفساد سے محفوظ رہے۔

ذیل میں چند دعائیں نقل کی جارہی ہیں جن کا یاد ہونا چھوٹے بچوں کے لیے نہایت ہی ضروری ہے' والدین سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اولاد کو یہ دعائیں سکھائیں اور عملی طور پر انہیں اس کا پابند بنائیں' نیز تیسویں پارے کی آخری چھوٹی چھوٹی سورتیں اور آیۃ الکرسی اور دعائے قنوت وغیرہ حفظ کروائیں تاکہ بچپن ہی سے بچوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہوجائے۔

کھانے پینے کے آداب

- کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئیں۔
- پھر جب کھانا شروع کریں' تو یہ دُعا پڑھیں: ''بِسْمِ اللّٰهِ'' ...... ''شروع اللہ کے نام سے''(صحیح بخاری)
- اگر کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ بھول جائیں اور کھانے کے دوران میں یاد

آ جائے تو اس طرح پڑھ لیں: "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ" "اللہ کے نام سے اس کے اول اور اس کے آخر میں" (ترمذی)

- کھانے میں عیب نہ نکالیں، اچھا لگے تو کھائیں ورنہ چھوڑ دیں اور یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے (متفق علیہ)
- ٹیک لگا کر نہ کھائیں۔
- کسی کے گھر میں کھانا کھائیں تو میزبان کو ان الفاظ میں دعا دیں:

((اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِیْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ)) (مسلم)

"اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا. اے اللہ! تو نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں برکت عطا کر اور انہیں بخش دے اور ان پر رحم فرما۔"

- معدہ بھر کر نہ کھائیں بلکہ ایک حصہ کھانے کے لیے اور ایک پانی کے لیے اور ایک حصہ خالی رکھیں (احمد)
- سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھائیں۔
- اللہ کی نعمت کی قدر کرتے ہوئے اگر کھانے کا کوئی لقمہ نیچے گر جائے تو اس سے مٹی وغیرہ صاف کر کے کھا لیں۔
- کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ))[1]

"سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، اور میری کسی بھی کوشش اور طاقت کے بغیر مجھے یہ کھانا عطا کیا۔"

- پانی دائیں ہاتھ سے پئیں، اور ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح نہ پئیں بلکہ

[1] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ دیکھئے صحیح ترمذی 3/159

تین گھونٹ کر کے تین سانسوں میں پئیں اور پانی پینے سے پہلے "بِسْمِ اللّٰهِ" اور پینے کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلّٰه" کہیں پانی میں پھونک نہ ماریں اور پانی بیٹھ کر پئیں۔

دودھ پینے کی دُعا

دودھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے' اسے پی کر یہ دُعا پڑھنی چاہیے: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ" (صحیح سنن ترمذی) "اے اللہ! تو ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے زیادہ عطا فرما"۔

سونے کے آداب

جب رات کو سونے کے وقت بستر پر آئیں تو ان آداب کو ملحوظ رکھیں:

○ وضو کرنا ○ بستر پر لیٹنے سے پہلے بستر کو جھاڑنا ○ سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو ایک ایک بار پڑھ کر جہاں تک ممکن ہو سکے جسم پر ہاتھ پھیرنا اور ایسا تین بار کریں ○ آیۃ الکرسی پڑھنا۔ (سوتے وقت پڑھنے سے جان ومال کی حفاظت ہوتی ہے) ○ 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا (اس سے دن بھر کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے) ○ جب سونے لگیں تو دائیں کروٹ لیٹ کر دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر یہ دُعا پڑھیں:

سوتے وقت کی دُعا

((اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا)) (بخاری مع الفتح 11/98)

"اے اللہ! میں تیرے نام سے سو رہا ہوں اور تیرے ہی نام سے اٹھوں گا۔"

سوکر جاگنے کے وقت کی دُعا

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ))[1]

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو زندگی بخشی ہمیں مرنے

---

[1] (بخاری مع الفتح 11/113 مسلم 4/283)

کر دینے کے بعد اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے۔"

قضائے حاجت کے آداب

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور داخل ہونے کے بعد آداب کو ملحوظ رکھیں:

❁ یہ دُعا پڑھیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے' تو فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) (بخاری' مسلم)

"اے اللہ! تحقیق میں تیری پناہ چاہتا ہوں' ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔"

ابوداود میں زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیت الخلاء جنوں اور شیطانوں کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں' اس لیے جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں جائے تو کہے: "میں خبیث جنوں اور جنیوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔" (ابوداود) ❁ بایاں پاؤں پہلے داخل کریں۔ ❁ زمین سے قریب ہو کر کپڑا (چادر' شلوار وغیرہ) اٹھائیں (ترمذی) ❁ پیشاب کے چھینٹوں سے بچیں' اس لیے کہ قبر میں زیادہ عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے (دارقطنی) ❁ کسی سے اس دوران ہرگز بات چیت نہ کریں' اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ❁ بیت الخلاء میں داخل ہو جانے کے بعد اللہ کا نام لینا' رسول اللہ e کا نام لینا' کوئی ذکر واذکار یا دعا وغیرہ پڑھنا ناجائز ہے۔ ❁ اپنی شرمگاہ کو دایاں ہاتھ ہرگز نہ لگائیں۔ ❁ بائیں ہاتھ سے گندگی صاف کریں۔ ❁ پھر ہاتھ کو صابن وغیرہ سے اچھی طرح صاف کریں۔ ❁ مندرجہ ذیل دعا پڑھیں:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکلتے تو یہ فرماتے: "غُفْرَانَكَ" (ترمذی) پروردگار! تیری بخشش چاہتا ہوں۔

چھینک اور جمائی لینے کے آداب

❁ چھینک لینے کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) کہیں۔

❁ چھینک سننے والا "یَرْحَمُكَ اللّٰه" (اللہ تم پر رحم کرے) کہے۔ ❁ چھینکنے والا جواب میں کہے: "یَهْدِيْكَ اللّٰهُ وَ يُصْلِحَ بَالَكَ" (اللہ تمہیں ہدایت پہ رکھے اور تمہاری حالت درست کرے)۔ (بخاری) ❁ چھینک لینے کے وقت منہ کو رومال یا کسی اور چیز سے ڈھانپ لیں' تا کہ منہ کے ذرّات پھیلنے سے کسی کو اذیّت نہ ہو۔ ❁ تین مرتبہ چھینکنے کے بعد چھینک آئے تو پھر "اَلْحَمْدُ لِلّٰه" کہنا اور اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ (کیونکہ یہ نزلہ انفلو کی علامت ہے) (مسلم' ابوداؤد) ❁ اگر کسی نے چھینک لینے کے وقت "اَلْحَمْدُ لِلّٰه" نہیں کہا تو اس کا جواب نہیں دینا چاہئے (مسلم) ❁ غیر مسلم چھینکے تو "یَرْحَمُكَ اللّٰه" نہیں' بلکہ "یَهْدِيْكَ اللّٰهُ وَ يُصْلِحَ بَالَكَ" کہنا چاہئے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد) ❁ جمائی آنے لگے تو حتی الامکان اسے روکنے کی کوشش کریں کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ (بخاری) ❁ جب جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ دیں' اس لیے کہ منہ کو کھلا چھوڑ دینے سے اس میں شیطان داخل ہوتا ہے۔ (مسلم) ❁ جمائی آئے تو منہ کھلا رکھ کر ہاہا کی آواز نہ نکالیں' اس سے شیطان ہنستا ہے۔ (احمد' ترمذی)

سلام کے آداب

سلام مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے اس میں دوسرے مسلمان بھائی کے لیے سلامتی' رحمت اور برکت کی دعا ہے' رسول اللہ ﷺ نے اس کی بے حد تاکید فرمائی ہے. ارشاد نبوی ہے:

((لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِنْ فَعَلْتُمْ تَحَابَبْتُمْ ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ))

(مسلم)

"تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ. اور اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو. کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں اگر تم نے اسے کیا تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور رواج دو۔"

مکمل سلام: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ کرنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللہِ کہنے پر بیس نیکیاں۔ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (ابو دؤد۔ ترمذی)

والدین سے التماس ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سلام اور دیگر اسلامی آداب واطوار سکھائیں' اس کے لیے پہلے خود انہیں سلام کریں اور اس طرح بچوں کو اس کی عادت ڈالیں . دور حاضر میں انگریزی عادات واطوار کا عام رواج ہوگیا ہے' اور یہ وبا مسلم خاندانوں میں بھی کافی زیادہ داخل ہوچکی ہے' بے شمار والدین اپنے بچوں کے منہ سے "Good Evening" "Good Morning" کے الفاظ سن کر لٹو ہوجاتے ہیں' سلام کرنے کو وہ ایک دقیانوسی عمل سمجھتے ہیں .ایسے والدین اچھی طرح جان لیں کہ جو قوم اپنی تہذیب وثقافت اور دین وایمان کی حفاظت نہیں کرتی' وہ پستی کے انتہائی عمیق غاروں میں گرجاتی ہے' ایسے لوگ پھر دین وایمان سے بھی آزاد ہوکر اپنی روشنیٔ طبع کی بلا کا خود شکار ہوجاتے ہیں۔ ذیل میں سلام کے آداب درج کئے جارہے ہیں' والدین سے عرض ہے کہ اپنے نونہالوں کو اس کی پابندی کرائیں۔ ✿ سلام بلند آواز سے کیا جائے تاکہ سنا جاسکے۔ ✿ یہودیوں کی طرح انگلیوں سے یا عیسائیوں کی طرح ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اشارے نہ کئے جائیں (ترمذی) ✿ سوار پیدل کو۔ ✿ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ ✿ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو (متفق علیہ) ✿ اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے (بخاری) ✿ غیر مسلم سلام کرے تو جواب میں "وَ عَلَیْکُمْ" کہیں ✿ گھر میں داخل ہوں تو سلام کریں (نور: 27) ✿ سلام کرنے والوں میں وہ شخص زیادہ بہتر ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔

گفتگو کے آداب

زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے' اس سے انسان اپنے ما فی الضمیر کو ادا کرسکتا ہے' انسان کی گفتگو اس کی شخصیت کا پتہ دیتی ہے' اگر وہ شائستہ گفتگو کرتا ہے تو اس سے اس کی تہذیب کا پتہ چلتا ہے' زبان سے نکلنے والے الفاظ اگر غلط یا تہذیب

سے گرے ہوئے ہوں تو اس سے محبت کے بجائے نفرت' دشمنی پھیلتی ہے اور عموماً لڑائی اور جھگڑے زبان کے آزادانہ استعمال کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے ایک طویل حدیث میں کئی اعمال کو ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو زبان سنبھال کر رکھنے کی تاکید فرمائی:

((قَالَ: اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ ؟ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَأَخَذَ بِلِسَانِهٖ فَقَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ ؟ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ ؟))

(ترمذی)

''کیا میں تمہیں ان تمام اعمال کو کنٹرول کرنے والی چیز نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ضرور بتلائیں۔ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اسکو سنبھالے رکھو' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنی گفتگو پر بھی پکڑے جائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں تمہیں کھودے! لوگوں کو انکے منہ کے بل جہنم میں گرانے والی' انکی زبان کی کمائی ہی تو ہے۔''

مثال مشہور ہے: ''زبان شیریں ملک گیریں'' زبان کو میٹھی رکھو' اور ملک (عوام کا دل) جیت لو۔

ذیل میں گفتگو کے چند آداب ذکر کیے جا رہے ہیں' والدین اپنے التماس ہے کہ اپنے بچوں کو بات چیت کے ان اسلامی آداب کی تلقین کریں:

❁ دھیمے دھیمے گفتگو کریں' تیزی سے نہ کریں' حکیم لقمان نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝﴾

(لقمان:19)

اور اپنی آواز کو پست رکھ' بے شک بدترین آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے اور

آپ ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے کہ کوئی اگر آپ کے الفاظ گننا بھی چاہے تو وہ گن سکتا (متفق علیہ) ✿ گفتگو میں فصاحت و بلاغت دکھانے کے لیے پُر تکلف الفاظ استعمال نہ کریں (ابوداؤد۔ترمذی) اس سے لوگ گھن محسوس کرتے ہیں۔ ✿ لوگوں کی سمجھ کے معیار پر گفتگو کریں' (بخاری عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا) علمی طبقے میں علمی اور عوام کے درمیان عوامی سطح پر بات کریں۔ ✿ گفتگو مناسب ہو نہ بالکل مختصر اور نہ ہی اتنی طویل کہ لوگ بوریت کا شکار ہوں' آپ ﷺ کی نماز اور خطبہ درمیانہ ہوا کرتا تھا (مسلم) ✿ جس سے گفتگو کریں اس کی جانب پوری توجہ مبذول کریں۔ ✿ مجلس میں تمام کی جانب توجہ کریں۔ ✿ کسی کی بات ختم ہونے تک دھیان سے سنیں اور درمیان میں نہ بولیں۔ ✿ مجلس میں جب کئی لوگ موجود ہوں تو کسی سے سرگوشی نہ کریں۔

چند ضروری دعائیں

کپڑا پہننے کی دُعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ کو وہ چیز پہنائی جس سے میں اپنے ستر کو ڈھانپتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس سے زینت حاصل کرتا ہوں۔" (ترمذی)

گھر سے نکلنے کی دُعا

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))

(ابو داؤد)

"شروع اللہ کے نام سے' میں نے اللہ پر بھروسہ کیا' کوئی طاقت گناہ سے پھیرنے اور کوئی قوت نیکی کرنے کی' اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ہے"

گھر میں داخل ہونے کی دعا

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ' بِسْمِ اللّٰهِ

وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا)) (نسائی)

''یاالٰہی! میں تجھ سے گھر میں آنے کی بھلائی مانگتا ہوں اور گھر سے نکلنے کی بھلائی بھی۔ ہم اللہ کے نام سے داخل ہوئے اور اللہ کا نام لے کر (باہر) نکلے اور اپنے پروردگار اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا۔''

آئینہ دیکھنے کے وقت کی دُعا

جب آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں' تو یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي)) (ابن حبان)

''یاالٰہی! تو نے میری صورت اچھی بنائی' پس تو میری سیرت بھی اچھی بنا دے''

پہلی کا چاند دیکھنے کے وقت کی دُعا

جب پہلی رات کا چاند دیکھیں تو پہلے اللہ اکبر کہیں' اور پھر یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ))

''یاالٰہی! اس چاند کو ہم پر برکت اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ چڑھا اور ہم کو اس چیز کی توفیق دے جس سے تو راضی اور خوش ہوتا ہے' اے چاند! میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔ (ترمذی)

سجدہ تلاوت کی دُعا

((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ)) (ترمذی)

''میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کو صورت بخشی اور اپنی قوت اور قدرت سے اس کے کان اور آنکھیں کھولیں۔''

روزہ افطار کرنے کی دُعا

روزہ افطار کرتے وقت یہ دعائیں پڑھیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ))[1]

"اے اللہ! میں تیری اس رحمت کے ساتھ سوال کرتا ہوں' جو ہر چیز پر محیط ہے' تو مجھے بخش دے۔"

((اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ)) (ابو داوٗد)

"اے اللہ! میں نے تیری رضا کے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی عطا کردہ رزق کے ساتھ افطار کر رہا ہوں۔"

روزہ افطار کرنے کے بعد کی دُعا

((ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ)) (ابو داوٗد)

"پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہو گئیں اور ثواب ثابت ہوا اگر اللہ نے چاہا۔"

دعائے قنوت

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات سکھائے کہ میں انہیں قنوت وتر میں کہا کروں (وہ کلمات یعنی دعاء قنوت یہ ہے جو وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ (وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ) تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ))[2]

---

[1] ابن ماجہ 1/557۔ اور حافظ نے الأذکار میں اسے حسن کہا ہے۔ دیکھئے: شرح الأذکار 4/342)

[2] ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ' احمد' دارمی' قوسین کے الفاظ بیہقی کے ہیں۔

''یاالٰہی! مجھ کو ہدایت کر ان لوگوں کے زمرہ میں جنہیں تو نے ہدایت دی۔ اور مجھے عافیت میں رکھ ان لوگوں کی جماعت میں جنہیں تو نے عافیت دی اور میری کارسازی فرما ان لوگوں میں جن کی تو نے کارسازی فرمائی اور برکت دے میرے لیے اس چیز میں جو مجھے تو نے عطا فرمائی اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچا جو تو نے مقرر کی' کیونکہ تو جو چاہے حکم کرتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چل سکتا' بیشک جسے تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہوسکتا اور وہ عزت نہیں پاسکتا جسے تو دشمن رکھے' اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور بلند ہے۔''

آیۃ الکرسی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ (البقرۃ: 255)

''اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے' جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند' اسکی ملکیت میں زمین آسمان کی تمام چیزیں ہیں' کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اسکے سامنے شفاعت کرسکے' وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اسکے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے' اسکی کُرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور وہ انکی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اُکتاتا ہے اور وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔''

عبادات کا حکم

بچوں کو رب العالمین کی عبادت کا حکم دینا چاہیے' ان کی عمر اور فہم کے مطابق انہیں نماز اور روزے کی تاکید کرتے رہنا چاہیے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (طه: ۱۳۲)

اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے اس لیے تعریف فرمائی ہے کہ وہ اپنے بال بچوں کو نماز اور زکاۃ کی تاکید کرتے تھے۔ فرمانِ باری ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ○ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا○﴾

(مریم: 55-54)

اس کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو' وہ وعدے کے سچے اور رسول نبی تھے' وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے رب کے پسندیدہ بندے تھے۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (تحریم: 6)

اے ایمان والو! اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

سیدنا لقمان حکیم رحمہ اللہ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ○﴾ (لقمان: 13)

''(اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا' کیونکہ بلا شبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' مزید نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ○ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا

تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝﴾

(لقمان: 18-17)

''بیٹا! نماز قائم کرنا' نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور جو بھی مصیبت تجھ پر آ پڑے اس پر صبر کرنا' کیونکہ یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں کیلیے اپنے گال کو نہ پھلا (بطورِ تکبر) اور زمین پر اترا کر نہ چل' (اس لیے کہ) یقیناً اللہ تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔''

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو جمع کر کے انہیں یہ وصیت فرمائی:

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (بقرہ: 133)

''کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب دنیا سے رخت سفر باندھ رہا تھا؟ جب اس نے اپنے بچوں سے پوچھا کہ میرے بچو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو تمام بچوں نے کہا تھا کہ ہم اسی ایک معبودِ برحق کی عبادت کریں گے' جس کی پرستش آپ اور آپ کے آباء واجداد حضرات ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کیا کرتے تھے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ ''مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَ اضْرِبُوْهُمْ عَلَیْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ' وَفَرِّقُوْا فِی الْمَضَاجِعِ))[1]

[1] ابوداؤد بسند حسن۔

''سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو' اور دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔''

وضو اور غسل کا طریقہ

وضو کے لیے طریقہ صحیح احادیث کی روشنی میں پیشِ خدمت ہے' والدین سے گزارش ہے کہ اپنی اولاد کو مندرجہ ذیل طریقہ پر وضو کی تعلیم دیں۔

① مسواک کرنا: وضو سے پہلے مسواک کرنا مستحب ہے' یہ نبی اکرم ﷺ کی محبوب سنت ہے۔

② سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں اپنی امت کے لیے مشکل نہ جانتا تو انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا

(بخاری)

③ وضو کی نیت کرنا: وضو سے پہلے دل میں وضو کی نیت کرنی چاہیے' کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے''۔ (بخاری و مسلم)

④ تسمیہ: وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہے'' (ترمذی' عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

نوٹ : اگر ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لینے سے وضو صحیح ہو جائے گا' اگر وضو کی جگہ باتھ روم کے اندر ہو تو داخل ہونے سے پہلے وضو کی نیت سے بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہوگا۔

⑤ دونوں ہاتھوں کی کلائی کے جوڑ تک تین مرتبہ دھوئیں۔

⑥ دائیں ہاتھ میں پانی لیکر تین مرتبہ کلی کریں اور تین مرتبہ ہی ناک میں اچھی طرح پانی چڑھائیں اور بائیں ہاتھ سے ناک (جھاڑیں) صاف کریں۔

⑦ تین مرتبہ چہرے کو پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دائیں کان سے بائیں کان تک دھوئیں اور داڑھی کا خلال کریں۔

⑧ دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں اور پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں۔

⑨ ہاتھوں کو پانی سے تر کرکے سر کا مسح کریں (دونوں ہاتھ سر کے اگلے حصہ (پیشانی) سے شروع کرکے پیچھے گدی تک لے جائیں اور پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئیں جہاں سے مسح شروع کیا تھا)

⑩ کانوں کا مسح اس طرح کریں کہ شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کریں اور ان سے کانوں کے اندر والے حصے کا مسح کریں اور انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کی پشت (یعنی باہر والے حصہ) کا مسح کریں۔

☆ سر اور کانوں کا مسح ایک ہی بار کیا جائے گا۔ ☆ کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینا ضروری نہیں ہے کیونکہ کان سر ہی کا حصہ ہیں۔ ☆ گردن کا مسح کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس بارے میں جو روایت مشہور ہے اس کے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بالاتفاق ضعیف ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

⑪ دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار اور پھر بایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھوئیں اور انگلیوں کا خلال کریں۔ (بخاری و مسلم)

وضو کے بعد کی دعائیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اچھی طرح وضو کرے پھر یہ دعا پڑھے:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (مسلم) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ)) (ترمذی)

اے اللہ! مجھے توبہ کرنے اور پاک صاف رہنے والوں میں کر۔

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو جائے''۔

غُسلِ جنابت کا طریقہ:

✿ دل میں غسل کی نیت کریں اور باتھ روم سے باہر ہی بسم اللہ پڑھ لیں۔ ✿ اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئیں۔ ✿ استنجاء کریں۔ ✿ وضو کریں لیکن پاؤں نہ دھوئیں۔ ✿ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پانی سے تر کر کے بالوں کی جڑوں کو تر کریں یعنی سر اور داڑھی کے بال۔ ✿ سر کی دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے پانی کے تین چلّو بھر کر سر پر ڈالیں۔ ✿ پورے بدن پر پانی بہائیں اور حتی الامکان تمام اعضاء کو مل مل کر دھوئیں اور انگلیوں کا خلال کریں۔ ✿ پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر تین تین مرتبہ دونوں پاؤں کو دھوئیں' اس کے بعد نماز کے لیے وضو کرنے کی حاجت نہیں بلکہ غسل ہی کافی ہوگا۔(بخاری و مسلم)

ضروری نوٹ: (غسل کے دوران اگر شرم گاہ کو ہاتھ لگ گیا تو پھر غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔)

نماز کا صحیح طریقہ

نماز دین کا ستون اور اسلام کا اہم رکن ہے' کلمۂ شہادت کے اقرار کے بعد نماز قائم کرنے کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے' ابتداء شعور سے ہی نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے' نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا''۔(ابوداؤد)

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا اور انہیں حکم دیا:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)) (بخاری شریف)

''تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز کا طریقہ جو کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے

پیشِ خدمت ہے' والدین سے گذارش ہے کہ اپنے نونہالوں کو اسی طریقے پر نماز ادا کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ وہ اس اہم عبادت کو سنت کے مطابق ادا کریں۔

استقبالِ قبلہ:

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو (بخاری ومسلم) دورانِ نماز آنکھیں کھلی اور نظر سجدہ کی جگہ پر ہونی چاہیئے۔ (بیہقی حاکم)

نیت کرنا:

دل میں نیت کرے کہ وہ کونسی نماز اور کتنی رکعت پڑھنا چاہتا ہے' کیونکہ ''اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے (بخاری ومسلم) نیز زبان سے نیت کرنا کہ ''اتنی رکعت نمازِ فرض' اللہ تعالیٰ کیلئے' فلاں کے پیچھے' منہ طرف قبلہ کے'' وغیرہ نبی ﷺ اور آپکے کسی صحابی اور فقہائے کرام سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔

تکبیرِ تحریمہ:

دل میں نماز کی نیت کرکے ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر یا کانوں کی لو کے برابر تک اس طرح اٹھائیں کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ رُخ ہوں اور انگوٹھوں سے کانوں کو چھونا احادیث سے ثابت نہیں۔

سینہ پر ہاتھ باندھنا:

نبی اکرم ﷺ تکبیرِ تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر اس طرح رکھتے کہ ایک ہاتھ کا جوڑ دوسرے کے جوڑ پر ہوتا اور انہیں سینہء مبارک پر رکھتے جیسا کہ صحیح ابنِ خزیمہ میں ہے: ''كَانَ يَضَعُهُمَا عَلَى الصَّدْرِ'' نبی پاک ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سینہء اطہر پر باندھتے تھے۔

دعاء استفتاح:

نمازی سینہ پر ہاتھ باندھ کر سب سے پہلے دعائے استفتاح یا ثناء پڑھے۔

نبی اکرم ﷺ مندرجہ ذیل دعا پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِی وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰھُمَّ نَقِّنِی مِنَ الْخَطَایَاکَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ))

(متفق علیہ)

"اے میرے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری ڈال دے جس طرح کہ تو نے مشرق اور مغرب میں دوری ڈالی ہے۔ اے میرے اللہ! مجھے گناہوں سے ایسا صاف کر دے جس طرح کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے میرے اللہ میرے گناہ پانی، برف اور اولوں سے دھو دے"

یا یہ دُعا پڑھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ)) (احمد، ترمذی)

اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ، تیرا نام بابرکت ہے، اور بلند ہے تیری شان اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

تعوّذ:

دعائے استفتاح کے بعد "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ" پڑھے۔

تسمیہ:

اس کے بعد "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھے۔ (بخاری و مسلم)

سورۃ فاتحہ:

اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے کیونکہ یہ نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی،

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ'' (بخاری و مسلم) ''جو نماز میں سورہء فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی'' نیز سورۃ فاتحہ ایک ایک آیت کر کے پڑھنی چاہیے۔

آمین:

سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہیں' اگر اکیلے ہوں یا سرّی نمازوں (جن میں قرأت آہستہ ہوتی ہے جیسے ظہر اور عصر) میں' امام کے پیچھے ہوں تو آمین آہستہ کہیں' اگر نماز جہری ہو (جس میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے جیسا کہ فجر' مغرب اور عشاء وغیرہ) تو خواہ آپ امام ہوں یا مقتدی بلند آواز سے آمین کہیں۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین پڑھا اور پھر بلند آواز سے آمین کہی۔ (ترمذی' ابوداؤد)

سیدنا عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو سو صحابہ کرام کو دیکھا کہ بیت اللہ میں جب امام ''ولا الضآلین'' کہتا تو تمام لوگ بلند آواز سے آمین کہتے۔ (بیہقی)

دوسری سورت ملانا:

نمازی اگر اکیلا نماز ادا کر رہا ہو یا خود امام ہو تو اسے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت بھی پڑھنی چاہیے۔ (بخاری و مسلم) (یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر کوئی بھی دوسری سورت پڑھے) اگر نماز جہری ہو تو اس میں مقتدی کو امام کے پیچھے صرف سورۃ فاتحہ ہی پڑھنی چاہیے اور کوئی سورت نہیں پڑھنی چاہیے (بخاری) (اور امام کی قرأت خاموشی اور توجہ کے ساتھ سننا لازم ہے)

رکوع:

قرأت سے فارغ ہو کر ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور ہاتھوں کی انگلیاں کانوں

کی لو کے برابر ہوں اور رکوع میں چلے جائیں۔(بخاری و مسلم) جیسے کہ پہلی مرتبہ اللہ اکبر کہنے پر ہاتھ اُٹھائے تھے۔

رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھیں جیسا کہ گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہو' اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھیں اور کمر کو اس طرح سیدھا رکھیں کہ اگر اس پر پانی بھی ڈالا جائے تو اس پر ٹھہر جائے اور سر کو کمر کے برابر رکھیں' نہ بہت نیچے جھکائیں اور نہ ہی اوپر اٹھائیں (بخاری مسلم)

رکوع کی تسبیحات:

اطمینان کے ساتھ رکوع کریں اور کم از کم تین مرتبہ مندرجہ ذیل تسبیحات پڑھیں۔

(۱) سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ (مسلم) ترجمہ: پاک ہے میرا عظمت والا رب۔

(۲) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ'' اے اللہ! تو پاک ہے' یا رب اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں' اے اللہ مجھے بخش دے۔(بخاری و مسلم)

رکوع سے اُٹھنا:

رکوع سے اٹھتے وقت کہے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (بخاری و مسلم) ترجمہ: اللہ نے تعریف کرنے والے کی تعریف سن لی۔

اور دونوں ہاتھ اسی طرح کندھوں کے برابر تک اُٹھائے جس طرح رکوع کو جاتے وقت اُٹھائے تھے۔(بخاری و مسلم)

قومہ کی دعا:

رکوع کے بعد بالکل سیدھے کھڑے ہو کر یہ دُعا پڑھنی چاہیے:

((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ)) (بخاری)

''اے ہمارے رب تیرے لیے سب تعریفیں ہیں بہت زیادہ' پاکیزہ کلمات جن میں برکت دی گئی ہے۔''

اگر مقتدی ہو یعنی امام کے پیچھے ہو تو اسے ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ'' کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ ''رَبَّنَاوَ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًاكَثِيْرًاطَيِّبًامُبَارَكًا فِيْهِ'' ہی کہے گا' لیکن اگر اکیلا ہو یا امام ہو تو اس کیلیے ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ'' کہنا ضروری ہے سجدہ قومہ کے بعد ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہہ کر سجدہ کے لیے جھکیں اور زمین پر پہلے ہاتھ رکھیں اور بعد میں گھٹنے۔ (ابن خزیمہ' دار قطنی) اور سات اعضاء پر سجدہ کریں یعنی ناک اور پیشانیْ' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں زمین کو چھوئیں۔ (بخاری و مسلم)

ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور ساتھ ملی ہوئی ہوں' بازو پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے الگ رکھیں' پاؤں کی ایڑیاں ملی ہوئی ہوں اور انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور نہایت اطمینان کے ساتھ سجدہ کیا جائے۔ (بخاری و مسلم۔ ابو داؤد)

سجدے کی دُعائیں:

سجدے میں کم از کم تین مرتبہ یہ دعائیں پڑھیں۔

(۱) سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى (احمد۔ ابوداؤد) ترجمہ: پاک ہے میرا رب بلندیوں والا

(۲) سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ (بخاری) ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اور اپنی تعریف کے ساتھ اے اللہ مجھے بخش دے۔

دو سجدوں کے درمیان:

اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اٹھیں اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھے بیٹھ جائیں اور دائیں پاؤں کو اسی طرح کھڑا رکھیں جس طرح سجدے میں تھا اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں۔

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ)) (ابو داؤد ترمذی' ابن ماجہ)

''اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور میری کمی

کو پورا کردے اور مجھے عافیت بخش اور مجھے روزی عطا کر اور مجھے بلند کر"

دوسرا سجدہ:

اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اسی طرح دوسرا سجدہ کریں جیسا پہلے کیا تھا۔

جلسہء استراحت:

دوسرے سجدے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے سیدھا بیٹھ جائیں اسے جلسہء استراحت کہتے ہیں' سیدھے بیٹھ کر ہاتھوں پر وزن دے کر اس طرح اٹھیں کہ پہلے گھٹنے زمین سے اوپر اٹھائیں اور بعد میں ہاتھ۔(بخاری - ابوداؤد)

دوسری رکعت:

دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو کر سینے پر ہاتھ باندھ لیں اور سورۃ فاتحہ سے قرأت شروع کریں' باقی رکعت پہلی رکعت کی طرح مکمل کریں۔

پہلا قعدہ:

دو رکعت سے زائد نماز میں دوسری رکعت کے بعد تشہد کرنا واجب ہے سوائے نمازِ وتر کے' کیونکہ تین رکعت وتروں میں دو رکعت کے بعد تشہد کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے اُٹھ کر دایاں پاؤں کھڑا رکھتے ہوئے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھے بیٹھ جائیں اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اس طرح رکھیں کہ شہادت کی انگلی اوپر اُٹھی ہوئی ہو اور باقی انگلیاں بند ہوں اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھیں اور اسکی انگلیاں کھلی اور قبلہ رُخ ہوں (بخاری و مسلم) اور اس دوران یہ پڑھیں۔

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ

الصَّالِحِینَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) (بخاری ومسلم)

''میری تمام تر قولی، بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ کے لیے ہیں، اے نبی ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی رحمتیں اور برکتیں ہوں، ہم پر بھی اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

نوٹ: (۱) قعدہ میں انگلی اٹھا کر رکھنا یا مسلسل حرکت دیتے رہنا دونوں طرح جائز ہے۔

(۲) پہلے قعدہ میں اگر کوئی درود پڑھنا چاہے تو جائز ہے اور ایسا کرنے پر سجدہء سہو واجب نہیں ہوتا۔

تیسری رکعت:

پہلے قعدہ سے اللہ اکبر کہتے ہوئے تیسری رکعت کے لیے اٹھیں اور رفع الیدین کریں یعنی دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھائیں جیسا کہ ابتدائے نماز میں کیا تھا، پھر سینہ پر ہاتھ باندھ کر سورۃ فاتحہ پڑھیں، پھر رکوع کریں، پھر سجدے اور اسی طرح چوتھی رکعت مکمل کریں۔

آخری قعدہ:

آخری رکعت مکمل کر کے اسی کیفیت میں بیٹھیں جس میں درمیانی تشہد کے وقت تھے، التحیات اور دوسرا کلمہ پڑھیں، اسکے بعد درودِ ابراہیمی پڑھیں۔[1]

---

[1] آخری قعدہ یا دوسرا قعدہ: اس میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو اس کے نیچے سے نکال کر اپنی مقعد پر بیٹھے اس کو تورک کہتے ہیں، صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔ (ع۔خ)

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ)) (بخاری)

''اے اللہ! رحمت فرما محمد ﷺ پر اور آپکی آل پر، جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور آپکی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آپکی آل پر، جیسا تو نے برکت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور انکی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔''

پھر یہ دعائیں یا ان میں سے کوئی ایک دعا پڑھے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ))

''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذابِ قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں دجّال کے فتنہ سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت اور حیات کے فتنہ سے اور اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں'' (بخاری ومسلم)

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ)) (بخاری ومسلم)

''اے اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں، پس تو اپنی جناب سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔''[1]

---

[1] آخری قعدہ میں تشہد یعنی التحیات للّٰہ مکمل اور درود ابراہیمی کے بعد عام طور پر اہل ←

سلام: پہلے دائیں طرف چہرہ گھماتے ہوئے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ" کہیں اور پھر بائیں طرف چہرہ گھماتے ہوئے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ" کہیں

نماز سے فراغت کے بعد: نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہیں۔ (بخاری و مسلم)

پھر تین مرتبہ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ" "میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں" کہنا چاہئے۔

اور پھر ((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)) (بخاری و مسلم)

"اے اللہ تو "السّلام" ہے تیری ہی طرف سے سلامتی ہے' اے ذوالجلال والإکرام تو بڑا ہی برکت والا ہے۔"

➜ حدیث حضرات کے ہاں اللھم انی ظلمت نفسی اور اللھم انی اعوذبك من عذاب القبر تک ہی مروج ہے۔ جبکہ بخاری مسلم کی حدیث میں جو کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تشہد کے بعد پھر جو دعاء تجھے پسند ہو اس میں سے وہ دعا پڑھ۔ ہمارے ہاں اکثر آئمہ صرف درود ابراہیمی تک ہی محدود رہتے ہیں اور اس کے بعد سلام پھیر دیتے ہیں اور یہ بات تقریباً تینوں مسالک میں پائی جاتی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے دعا میں اختیار دیا ہے اس لیے آئمہ کرام سے دردمندانہ درخواست ہے کہ اس حدیث کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے اس کی اہمیت کو واضح کریں۔

اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے ذہنوں میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ آخری قعدہ میں صرف درود ابراہیمی تک ہی پڑھنا ہے' یہ بات ان کے ذہنوں سے نکل جائے گی جو کہ مروج ہے۔ لہٰذا مزید دعائیں یاد کریں اور نماز کے اندر ان کو شامل کریں تاکہ حدیث پر بھی عمل ہو جائے اور نبی ﷺ کے فرمان میں جو حکمت پوشیدہ ہے اس سے بھی استفادہ کیا جا سکے۔

نیز یاد رہے کہ یہاں پسند سے مراد دنیاوی مطالب کی دعائیں مقصود نہیں جیسا کہ بعض عاملین کا خیال ہے اور حدیث سے بھی یہ بات نہیں ملتی کیونکہ مؤمن مسلمان کی خصلت یہ ہے کہ وہ آخرت کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے اور دنیا سے آخرت مسلمان کے لیے زیادہ مرغوب ہے۔ لہٰذا یہاں استعاذہ کی دعائیں' استغفار اور آخرت سے متعلقہ اور مسنون دعائیں ہی پڑھیں نہ کہ اپنی وضع کردہ۔ (واللہ اعلم بالصواب) (ع۔خ)

اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے

((رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))

(ابو داؤد۔نسائی)

''میرے پروردگار! اپنا ذکر کرنے اور شکر بجا لانے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔''

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) (بخاری ومسلم)

''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفات اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔اے اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اسکی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔''

(۶) ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ))

(مسلم)

''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہیں تمام تعریفیں، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، گناہوں سے رُکنا اور عبادت کی توفیق ملنا اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، ہر قسم کی فضل ونعمت کا وہی مالک اور ہر اچھی تعریف اسی کے لیے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ

برحق نہیں، ہم صرف اسی کا دین اپناتے ہیں اگرچہ کافر برا ہی کیوں نہ منائیں۔“

اس کے بعد (33) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ (33) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (34) مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور آیۃ الکرسی پڑھیں، اس کے بعد قرآنِ مجید کی آخری تین سورتیں، سورۃ الاخلاص، الفلق اور النّاس پڑھیں، بالخصوص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد[1]

اللہ کی مراقبت کا احساس

تربیتِ اولاد میں ضروری ہے کہ بچوں کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ وہ جس معبودِ حقیقی کی عبادت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہے، ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اور اس کو قیامت کے دن کے لیے محفوظ کر رہا ہے، کوئی نیکی اس سے مخفی نہیں اور نہ ہی کوئی برائی، چاہے وہ کتنے ہی پردوں کے اندر چھپ کر کی جائے، اس لیے تم ہمیشہ اسی سے ڈرو اور اسی سے امید رکھو، جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگو، اسکے علاوہ اور کوئی داتا نہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَامُ! اِنِّی اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَ اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَاعْلَمْ لَوْ اَنَّ الْاُمَّةَ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰہُ لَكَ وَاجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰہُ عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔ (ترمذی)

وفی روایة: ”اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰہِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفْكَ فِی الشِّدَّةِ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ یَكُنْ

[1] پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز: مرتّب: شیخ عبد الخالق محمد صادق۔

لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا)) (مسند عبد بن حميد)

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لڑکے! میں تمہیں کچھ باتیں سکھاتا ہوں تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو (اس کے حقوق اور احکامات پر عمل کرکے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچ کر) تو وہ تمہیں یاد رکھے گا' تم اللہ کو یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم کچھ مانگو تو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ اگر ساری امت مل کر بھی تمہیں کسی چیز کا فائدہ دینا چاہے تو تمہیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جتنا کہ اللہ نے تمہارے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ اگر ساری امت مل کر بھی تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو وہ صرف اتنا ہی پہنچا سکتی ہے جتنا کہ اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ رکھا ہے' تقدیر لکھنے والے قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔ (جو ہونا تھا وہ لکھ دیا گیا اب اس میں ردو بدل نہیں ہوسکتا) دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ تم اللہ کو یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ آرام اور راحت کے زمانے میں اللہ سے جان پہچان رکھو تو وہ تمہیں مصیبت کے زمانے میں پہچانے گا۔ یاد رکھو! جو تمہیں نہ مل سکا وہ کبھی تمہیں ملنے والا نہ تھا اور جو تمہیں ملا ہے وہ کبھی تم سے رکنے والا نہ تھا۔ یاد رکھو! اللہ کی مدد صبر کے ساتھ ہے' اور کشادگی مصیبت کے ساتھ ہے اور یہ بھی یقین جانو کہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔''

اگر بچوں میں والدین اللہ تعالیٰ کے مراقبے کا احساس پیدا کریں تو بچے نہ صرف آئندہ زندگی میں بُرے کاموں سے دور رہیں گے' بلکہ دوسروں کو بھی روکنے والے بن جائیں گے' جیسا کہ ایسا ایک واقعہ گذشتہ اوراق میں گذر چکا ہے کہ ایک ماں نے جب

اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کے لیے کہا تو اس نے یہ واضح جواب دیتے ہوئے اس کام کو کرنے سے انکار کر دیا کہ: ''اگرچہ عمر بن خطاب نہیں دیکھ رہا لیکن عمر کا رب تو ضرور دیکھ رہا ہے' اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتی''۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے' سیدنا عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ کے لیے روانہ ہوا' راستے میں ایک چرواہا ایک پہاڑی کی ڈھلوان سے اترتا ہوا نظر آیا' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آزمانے کے لیے کہا: ''یَا رَاعِیَ اِبِعْنِیْ شَاۃً مِنْ ھٰذِہِ الْغَنَمِ'' یعنی اے چرواہے! ان بکریوں میں سے ایک مجھے فروخت کر دے' اس نے کہا میں مالک نہیں غلام ہوں' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کوئی بات نہیں مجھے فروخت کر کے اپنے مالک سے کہہ دے کہ اس بکری کو بھیڑیے نے کھا لیا' اس پر چرواہے نے کہا فَاَیْنَ اللّٰہُ جناب والا تو پھر اللہ کہاں ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور اس کے ساتھ چل کر اس کے مالک سے بات کی اور اسے خرید کر آزاد کر دیا اور اس غلام سے فرمایا کہ ''اَعْتَقَتْكَ فِی الدُّنْیَا ھٰذِہِ الْكَلِمَةُ' وَاَرْجُوْ اَنْ تُعْتِقَكَ فِی الْاٰخِرَۃِ'' یعنی تیرے ایک لفظ نے تجھے دنیا میں غلامی سے نجات دلا دی ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی لفظ آخرت میں بھی تجھے دوزخ کے عذاب سے نجات دلائے گا''

امام غزالی رحمہ اللہ إحیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ إمام یونس بن عبید رحمہ اللہ کپڑوں کا کاروبار کرتے تھے' آپ کی دوکان میں مختلف قسم کے لباس' چادریں اور جوڑے تھے' ان میں سے کچھ کی قیمت چار سو درہم اور کچھ کی دو سو درہم تھی' آپ نماز پڑھنے کے لیے مسجد جاتے ہوئے دوکان میں اپنے بھتیجے کو چھوڑ گئے اور اسے تمام کی قیمتیں بھی سمجھا دیں' اس دوران ایک بدو شخص آیا اور اس نے چار سو درہم کا ایک جوڑا مانگا' لڑکا چالاک تھا اس نے اسے دو سو درہم والا جوڑا دکھایا' بدو نے اسے پسند کر لیا اور خوشی خوشی چار سو درہم ادا کر کے چلا گیا' راستے میں اسے یونس بن عبید رحمہ اللہ مل گئے' انہوں نے اس کپڑے کو پہچان لیا جو ان کی دوکان سے خریدا گیا تھا' آپ نے اس بدو

سے پوچھا کہ تم نے اسے کتنے میں خریدا' بدو نے کہا کہ چار سو درہم میں' آپ نے فرمایا یہ دوسو درہم سے زیادہ کا نہیں ہے' اس لیے تم اسے واپس کر آؤ' اس نے کہا کہ حضرت! یہ ہمارے ہاں پانچ سو درہم کا ملتا ہے اور میں نے اسے اپنی خوشی سے خریدا ہے' آپ نے فرمایا میرے ساتھ واپس چلو' اس لیے کہ دین میں خیر خواہی کا مقام دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے' پھر آپ اپنی دوکان پر آئے اور اسے دوسو درہم واپس کیا' اپنے بھتیجے کو خوب ڈانٹا' اس سے جھگڑا کیا اور فرمایا: أَمَا اسْتَحْيَيْتَ ؟ أَمَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ ؟ تَرْبَحُ مِثْلَ الثَّمَنِ وَتَتْرُكَ النُّصْحَ لِلْمُسْلِمِيْنَ کیا تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی؟ کیا تم میں کچھ بھی اللہ کا خوف نہیں؟ اصل قیمت کے برابر فائدہ کھاتے ہو اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی نہیں کرتے؟

افسوس ایمانداری کی یہ تابناک مثالیں کتابوں میں ہی باقی رہ گئی ہیں' رہا مسلم معاشرہ تو وہ ''مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور'' (اسلام کتابوں میں اور مسلمان قبروں میں) کی زندہ مثال بن کر ساری دنیا میں زوال وذلت کی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

باب : ۵

اخلاقی تربیت

بُری حرکات سے باز رکھنا

تربیتِ اولاد میں ضروری ہے کہ بچوں سے محبت اور شفقت رکھتے ہوئے انہیں غلط کاموں' بری حرکات اور غلط باتوں سے روکیں' اس لیے کہ بچوں کی بعض عادتیں اگر چہ کہ ان کے بچپن میں بری نہیں لگتیں' بلکہ اس پر تو بعض ماں باپ عش عش کر اٹھتے ہیں' اور انہیں اس بدتمیزی پر اپنے بے جا پیار سے نوازتے ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ یہ واقعی کوئی اچھا کام ہے جس پر مجھے شاباشی مل رہی ہے' آگے چل کر وہ لڑکا اسی بگاڑ کے راستے پر چل پڑتا ہے' پھر اپنے ماں باپ اور معاشرے کے لیے ایک ناسور بن جاتا ہے' اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ فَهَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ؟'' ثُمَّ یَقُوْلُ ابو هریرة رضی اللہ عنہ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا)) الآیة[1]

''ہر پیدا ہونے والا فطرت (فطرت سے مراد تمام سلف صالحین اور اہلِ علم

---

[1] بخاری: کتاب الجنائز حدیث نمبر 1385/1359-1358۔کتاب التفسیر 4775۔ مسلم: کتاب القدر 22/23۔ ابوداؤد: کتاب السنة 4714۔ مسند احمد: ج2/ 315-39- 275-233۔مؤطا امام مالک: ج1/ 442۔

کے نزدیک اسلام ہے) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے ماں باپ اُسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں' جیسے کہ جانور اپنی ماں کے پیٹ سے صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں کسی کو کان یا ناک کٹا پاتے ہو؟ پھر سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا) تلاوت فرمائی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو ان کی فطری سادگی سے ہٹانے میں والدین کا زبردست کردار رہتا ہے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اہلِ دنیا کو بچوں کے تربیت کے اسلوب سکھا دیئے ہیں۔ حدیث میں ہے۔

((عن عمرو بن ابی سلمة رضی اللہ عنہما قال: ''كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حَجَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّفْحَةِ' فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا غُلَامُ اسْمِّ اللّٰهَ' وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ'' فَمَازَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ)) (متفق علیه)

''سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما (آپ امّ المؤمنین سیدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والدہ کے نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زیرِ نگرانی پرورش پائی) وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا' اور کھانا کھانے کے دوران میرا ہاتھ سارے برتن میں گھومتا تھا' آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے! اللہ کا نام لو (بسم اللہ کہو) اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ' چنانچہ اس کے بعد سے میرے کھانے کا وہی طریقہ ہو گیا۔'' (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا)

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ انّه قال: اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ' فَجَعَلَهَا فِيْ فَمِهٖ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ''كِخْ' كِخْ' اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ)) (متفق علیه)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے زکاۃ کے کھجوروں میں سے

ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی' تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا کہ تھوک دو' تھوک دو' اسے پھینک دو' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم زکاۃ کا مال نہیں کھاتے۔

جھوٹ سے نفرت دلانا

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جھوٹ سے نفرت دلائیں اور انہیں یہ تعلیم دیں کہ جھوٹ ایک کبیرہ گناہ ہے' اور خود بھی بچوں سے جھوٹ نہ بولیں اور نہ ان سے جھوٹ کہلوائیں' کیونکہ اس کی برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ اسلام نے اسے منافقین کی عادتوں میں سے ایک قرار دیا:

((عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ''أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) ۔ (متفق عليه)

''عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس میں تین خصلتیں ہیں وہ پکا منافق ہے' اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے' جب تک کہ وہ اسے نہ چھوڑ دے' ① جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے' ② بات کرے تو جھوٹ بولے' ③ جب عہد کرے تو بے وفائی کرے' ④ اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔''

بچوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جائے کہ جھوٹ بولنے سے آدمی اللہ تعالیٰ کے پاس بھی جھوٹے لوگوں میں ہو جاتا ہے:

((عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ''إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ

اَلْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَلَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبُ عِنْدَ اللّٰهِ کَذَّابًا)) (رواہ الشیخان)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ برائیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائیاں دوزخ کی راہ دکھلاتی ہیں اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ کہتا اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس کذّاب (بہت بڑا جھوٹا) لکھا جاتا ہے۔''

عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ باپ خود اپنے طرزِ عمل سے بچوں کو جھوٹ کی تعلیم دیتا ہے' اگر کسی شخص سے اسے ملنا نہ ہو اور وہ گھر پر آجائے تو بچوں سے کہلواتا ہے کہ ابّا جان گھر پر نہیں یہ معصوم سمجھتے ہیں کہ ایسا کہنا بھی کوئی اچھا فن ہے' پھر وہ اسی فن کا مظاہرہ اپنے والدین اور دیگر لوگوں سے کرتے ہیں۔ مائیں عموماً اپنے بچوں کو ترغیب دینے کے لیے کئی طرح سے جھوٹ بولتی ہیں' لیکن قربان جائیے انسانیت کے مربیٔ اول اور مرشدِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر کہ آپ نے بچوں سے ترغیباً جھوٹ کہنے کو بھی اللہ تعالیٰ کے پاس حقیقی جھوٹ کے برابر قرار دیا:

((عن عبد اللّٰه بن عامر قال دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ اُعْطِكَ فَقَالَ لَهَا رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِهُ ؟ قَالَتْ اَرَدْتُ اَنْ اُعْطِیَهُ تَمْرَةً فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَا اِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْكِ کِذْبَةٌ)) (ابوداؤد۔ بیہقی)

''عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میری ماں نے مجھے بلاتے ہوئے کہا کہ تم آؤ تو میں تمہیں ایک چیز دیتی ہوں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ماں سے کہا کہ اگر وہ آجائے تو تم اسے کیا دینا چاہتی تھیں؟ انہوں نے کہا کہ ''میں اسے ایک کھجور دینا چاہتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اسے

بلا کر کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔"

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اسلاف کی سچائی کے واقعات سناتے رہیں تا کہ ان میں بھی اس عادت کو اپنانے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

ایک سچے لڑکے کا واقعہ

مشہور عالم ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کی آغاز ہی سچائی سے کیا' وہ اس طرح کہ میں حصولِ علم کی خاطر جیلان سے بغداد چل پڑا' میری والدہ نے مجھے اخراجات کے لیے چالیس دینار دیئے اور مجھ سے ہر حال میں سچ بولنے کا وعدہ لیا' جب ہم ہمدان کی سرزمین میں پہنچے تو ڈاکوؤں کی ایک جماعت نے ہم پر حملہ کر کے سارے قافلے والوں کو لوٹ لیا' ایک ڈاکو میرے پاس آیا اور پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں' اس نے سمجھا میں اس کے ساتھ مذاق کر رہا ہوں' وہ مجھے چھوڑ کر نکل گیا پھر دوسرا آیا تو اس نے بھی وہی سوال کیا اور میں نے اسے بھی وہی جواب دیا چنانچہ وہ مجھے لے کر اپنے سردار کے پاس آیا' سردار نے مجھ سے پوچھا' تو میں نے وہی جواب دیا اور ساتھ ہی وہ جگہ بھی بتلا دی جہاں یہ دینار سلے ہوئے تھے' ڈاکوؤں کے سردار نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے سچ کیوں کہا؟ میں نے کہا کہ میری ماں نے چلتے وقت مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ہر حال میں سچ کہوں' اگر میں جھوٹ کہتا تو میری ماں کے ساتھ کئے ہوئے عہد کی خیانت ہو جاتی' میری بات سن کر سردار پر رقت طاری ہوئی اور اس نے اپنا سر پیٹ لیا اور کپڑے پھاڑ لیے اور چیخ کر کہا کہ ایک تو ہے کہ اپنی ماں سے کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتا ہے اور ایک میں ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں خیانت کرتے ہوئے نہیں ڈرتا؟ پھر اس نے لوٹی ہوئی چیزوں کو واپس کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ میں آج سے اس پیشے سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں' یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے کہا: تو آج تک ڈاکے میں ہمارا سردار تھا اور آج توبہ میں بھی ہمارا سردار بن گیا۔ غرضیکہ تمام ڈاکو سچائی کی برکت سے نیک کام کرنے والے بن گئے۔ (تربیۃ الأولاد فی الإسلام)

شہادتِ حق کا ایک نمونہ

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' میں لکھتے ہیں کہ

''انگریزی عملداری کی ابتدا کا واقعہ ہے کہ ضلع مظفر نگر کے قصبہ کاندھلہ میں ایک جگہ پر ہندو اور مسلمانوں میں تنازعہ ہوا کہ یہ ہندوؤں کا معبد ہے یا مسلمانوں کی مسجد؟ انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیہ میں پوچھا کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صداقت پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں' اور جب یہی سوال ہندوؤں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بڑی آزمائش کا موقعہ ہے' معاملہ قومی ہے' لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے' شاید وہ اس موقعہ پر بھی سچّی ہی بات کہیں' یہ بزرگ مفتی الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ سیدنا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ سیدنا سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ) کے خاندان کے ایک بزرگ تھے' مجسٹریٹ نے ان کے پاس چپراسی بھیج کر انہیں عدالت میں طلب کیا' انہوں نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا منہ کبھی نہ دیکھوں گا' مجسٹریٹ نے کہا کہ آپ میرا منہ نہ دیکھیں' لیکن تشریف لے آئیں کیونکہ معاملہ اہم ہے' اور آپ کے یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہوسکتا'' وہ بزرگ تشریف لائے اور پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوگئے' معاملہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا اور دریافت کیا گیا کہ آپ کا اس بارے میں کیا علم ہے؟'' ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہیں ان کے چہرے پر ہیں اور کان ان کے جواب پر لگے ہوئے تھے' جس پر اس اہم معاملے کا فیصلہ ہوتا ہے چنانچہ اس بزرگ نے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے اور مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ عدالت کا فیصلہ ہوگیا' جگہ ہندوؤں کو مل گئی' مسلمان مقدمہ ہار گئے' لیکن اسلام کی اخلاقی فتح ہوئی' صداقت اور اسلامی اخلاق کے ایک مظاہرے نے چند گز زمین کھو کر بہت سے غیر مسلم انسانوں کے ضمیر اور دل ودماغ جیت لیے اور بہت سے

ہندو اسی دن ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

چوری اور دھوکہ دہی سے اجتناب

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو چوری' دھوکہ دہی اور اس طرح کی بُری عادات سے دور رکھیں اور ان میں ہمیشہ یہ احساس پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے' ویسے تو اس طرح کی رذیل برائیاں ایسے معاشرے میں پائی جاتی ہیں جو دینی اور معاشی طور پر پس ماندہ ہو' جہاں صرف شکم سیری مقصد حیات بنا ہوا ہو' کیونکہ اس جیسی خبیث عادات کے لیے ایک مومن معاشرہ میں کوئی جگہ نہیں۔ اللہ نہ کرے' اگر بچہ یا بچی سے چوری کا عمل سرزد ہو گیا تو والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچے کو سمجھائیں' اور انہیں اس چیز کو جس سے چرایا ہے واپس کرا دیں' اگر وہ اس سے باز نہ آئیں تو انہیں سزا دیں' تاکہ اس قبیح عمل پر بچوں کی کبھی کوئی حوصلہ افزائی نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ ہمارے لیے بہترین اسوہ اور نمونہ ہے' اس طرح کا ایک واقعہ آپ ﷺ کے زمانہء مبارکہ میں پیش آیا تھا کہ خاندانِ قریش کے ایک معزز قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت جس کا نام فاطمہ تھا اس نے چوری کا ارتکاب کیا' اور اس کا مقدمہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا' بنی مخزوم کے لوگ چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے چشم پوشی کر جائیں' تاکہ اس عورت کا ہاتھ کاٹے جانے کی وجہ سے بنی مخزوم اور قبیلہ قریش کی جو بدنامی ہو گی اس سے وہ بچ جائیں' چونکہ آپ ﷺ کا تعلق بھی قبیلہ قریش سے ہی تھا اس لیے وہ چاہتے تھے کہ آپ علیہ السلام اپنے خاندان کے وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے چشم پوشی سے کام لیں۔ لیکن کسی میں یہ ہمت نہیں تھی کہ منہ اٹھائے رسول اکرم ﷺ سے اس طرح کی بات کریں' اس لیے انہوں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سفارشی بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ سے اس معاملے میں سفارش کی اور چشم پوشی کی درخواست کی تو آپ ﷺ ان پر سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ

((اَتَشْفَعُنِیْ فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ؟))

''کیا تم حدود اللہ میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟''

پھر آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

((یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ بِهٰذَا اِذَا سَرَقَ فِیْهِمُ الضَّعِیْفُ اَقَامُوْا عَلَیْهِ الْحَدَّ وَاِذَا سَرَقَ فِیْهِمُ الشَّرِیْفُ تَرَكُوْهُ، وَایْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَهَا ثُمَّ اَمَرَ فَقُطِعَ یَدُهَا)) (بخاری۔ کتاب الحدود)

''لوگو! تم سے پہلی امتیں اسی لیے برباد کر دی گئیں کہ جب ان میں کوئی گرا پڑا غریب شخص چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور جب یہی کام کوئی بڑے گھر کا آدمی کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کو کاٹ دیتا' پھر آپ ﷺ نے اس عورت کو طلب کیا اور اس کا ایک ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔''

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اس عورت کے خاندان والوں نے جن کے مال کو اس نے چرایا تھا انہیں راضی کر لیا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہم نے اسے معاف کر دیا تو آپ بھی درگذر فرما دیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اس کا وقت گذر گیا کیونکہ یہ موقعہ مقدمہ میرے سامنے پیش ہونے سے پہلے تھا' اب جب کہ مقدمہ میرے پاس آ گیا ہے تو سوائے حد قائم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر اس عورت نے اپنے اخلاق کو سنوارا اور نیک ہو گئی' وہ کبھی کبھی میرے گھر آتی اور ضرورت بیان کرتی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ ﷺ سے کہہ کر پوری کرا دیتی تھی۔ (بخاری)

اسلام نے معاشرہ سے اس عادت بد کو دور کرنے کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں' چور چاہے مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ

﴿اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝﴾ (مائدہ:38)

''چور چاہے مرد ہو یا عورت' ان کے ہاتھ کاٹ دو' یہ ان کے کرتوت کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے عبرتناک سزا۔ اور اللہ تمام پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔''

چور سے بڑی سزا ڈاکو کے لیے مقرر کی اور ڈاکہ کے ساتھ اگر قتل بھی شامل ہو جائے تو قرآن نے اس کے لیے سخت ترین سزا کا اعلان فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (مائدہ: 33)

''جو لوگ اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں' انکی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں' یا سولی پر چڑھادیے جائیں' یا انکے ہاتھ اور پیر مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں' یا وہ جلا وطن کر دیے جائیں' یہ ذلت ورسوائی تو ان کیلیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کیلیے اس سے بڑی سزا ہے۔''

عموماً چوری کی دو وجوہات ہوتی ہیں: غریبی اور مفلسی یا پھر فضول خرچی' ان دونوں پر ہم نے اولاد میں بگاڑ کے اسباب اور علاج کے باب میں بحث کی ہے۔

علمی مجالس میں حاضری

بچے فطرۃً شرمیلے ہوتے ہیں' بچہ جب چار ماہ کا ہوتا ہے تو اسی وقت سے وہ لوگوں کو پہچاننا شروع کر دیتا ہے اور اس میں شرم کا مادہ محسوس کیا جاسکتا ہے' جب وہ ایک سال کا ہو جاتا ہے تو اس کا شرمانا واضح ہو جاتا ہے' مثلاً کسی سے شرماتا ہے تو اس سے منہ موڑ لیتا یا پیٹھ پھیر لیتا ہے' یا آنکھیں بند کر کے شرم کا اظہار کرتا ہے۔ جب بچوں کو الگ تھلگ رکھا جائے اور انہیں دوسرے بچوں سے نہ ملنے دیا جائے' یا رشتہ داروں کی مجالس میں نہ شریک کیا جائے تو ان میں شرم کا مادہ برقرار رہتا ہے جو آگے چل کر ان کی

شخصیت کو نہ صرف بگاڑ سکتا ہے بلکہ ان میں احساسِ کمتری پیدا کر کے زندگی کے ہر میدان میں ناکام کرسکتا ہے۔ اس لیے والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دُوسروں سے ملنے جلنے اور ہنسنے بولنے اور تبادلہء خیالات کرنے کا موقع فراہم کریں۔ دوستوں کی مجلس، رشتہ داروں کی محفل، خوشی اور غمی کے تمام اجتماعات میں اپنے ساتھ بچوں کو بھی شریک کریں، بالخصوص ایسی پُر وقار دینی مجالس، علمائے کرام کی محافل اور دینی اجتماعات میں اپنے بچوں کو ساتھ رکھیں تاکہ ان میں بھی دین کا شعور پیدا ہو، خود اعتمادی بڑھے اور ان میں ہر شخص کے سامنے حق بات کہنے کا جذبہ پیدا ہو اور ان پُر وقار مجالس کی بدولت بچوں میں بھی وقار اور تمکنت پیدا ہو.

رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے زیادہ اور کونسی مجلس مبارک ہوسکتی ہے؟ لیکن آپ ﷺ کی مجالس میں نوخیز بچے بھی شریک ہوتے اور اپنے ظرف کے مطابق آپ ﷺ کے اقوال وافعال سے دین حاصل کرتے، بلکہ دین کا ایک بڑا حصہ سیدنا انس بن مالک، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے نوخیز صحابہ کرام کے ذریعے امت تک پہنچا۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی مبارک مجالس کی چند جھلکیاں درجِ ذیل ہیں:

- آپ ﷺ نے اپنی ایک مبارک مجلس میں لوگوں سے ایک سوال کیا:

((اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاِنَّهَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ، فَحَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟))

بتلاؤ کہ وہ کونسا درخت ہے جو سدا بہار ہے جس پر کبھی پت جھڑ نہیں آتا اور وہ (اپنی افادیت میں) مسلمان کی طرح ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق غور کرنے لگے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو اس مجلس میں سب سے چھوٹے اور نابالغ تھے، فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن جب میں نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما جیسی شخصیتیں خاموش ہیں تو میں بھی شرما کر خاموش رہ گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے پھر میں نے اپنے دل کی بات اپنے والد

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بتلائی تو آپ نے فرمایا:

((لَئِنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي حُمْرُ النَّعَمِ))

"جانِ پدر! اگر یہ بات بتانے والے تم ہوتے تو یہ (عزّت) میرے لیے کئی سُرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہوتی۔" (بخاری: کتاب العلم)

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کا حوصلہ بڑھایا کہ اگر یہ بات اس مقدس مجلس میں تم بتلائے ہوتے یہ میرے لیے زبردست روحانی خوشی کا باعث ہوتی۔

((عن سهل بن سعد الساعدى رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أُتِىَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ لِهٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ لَا أُوْثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا)) (مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک (دودھ کا) پیالہ پیش کیا گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تھوڑا پیا اور آپ کے دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب عمر رسیدہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے فرمایا کہ "اگر تم اجازت دو تو میں یہ بچا ہوا دودھ ان لوگوں کو دوں؟ لڑکے نے جواب دیا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں' آپ کے دستِ مبارک سے ملا ہوا حصّہ' کسی کو دینا مجھے ہرگز گوارہ نہیں۔"

حق گوئی کا مظاہرہ کرنے والے یہ لڑکے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی' حبر الامّت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے' جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی:

((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ))

"اے اللہ! تو اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔"

ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گذر ایک ایسے راستے سے ہوا جہاں انصار

ومہاجرین کے کچھ بچے کھیل رہے تھے' انہیں میں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے. بچوں نے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے' لیکن سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اسی جگہ ڈٹے رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ دوسرے بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ لَسْتُ جَانِيًا فَأَفِرُّ مِنكَ ' وَلَيْسَ فِي الطَّرِيقِ ضِيقٌ ،، میں مجرم نہیں ہوں کہ آپ کو دیکھ کر بھاگوں اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ میں آپ کے لیے راستہ چھوڑ دوں۔ (تربیۃ الأولاد فی الاسلام: ص 305)

جرأت و بے باکی کا یہ مظاہرہ کرنے والے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حواری رسول سیدنا زبیر بن عوام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتی بہن سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے لخت جگر اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مہاجرین کے ہاں پیدا ہونے والے پہلے بچے ہیں' ۲ھ میں پیدا ہوئے' عبادت' فصاحت اور شجاعت میں ضرب المثل تھے' آگے چل کر بلادِ اسلامیہ' حجاز' نجد' مصر' عراق اور ایران اور تمام مشرقی علاقوں کے حکمران بنے اور ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف کی فوجوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو باوجود نوعمری کے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی شوریٰ کی مجلسوں میں بدری صحابہ کرام کے ساتھ بٹھاتے تھے' ایک مرتبہ ایک صاحب نے اظہار خفگی کرتے ہوئے کہا کہ یہ لڑکا ہماری مجلسوں میں کیوں آتا ہے؟ جب کہ اس جیسے تو ہمارے بچے ہیں۔ سیدنا عمر نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ لڑکا مخصوص مقام رکھتا ہے؟ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر نے بدری صحابہ کے ساتھ مجھے بلایا' میں سمجھ گیا کہ آپ نے ضرور کچھ دکھانے کے لیے ہی بلایا ہے' پھر انصار اور مہاجرین کے بدری شیوخ سے آپ نے پوچھا:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾

کے مفہوم کے متعلق آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ بعض لوگ خاموش رہے اور بعض نے کہا کہ اس میں فتح ونصرت ملنے کے بعد حمد و استغفار کا حکم ہے. پھر آپ میری

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابن عباس! بتلاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے خیال سے اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی نشانی ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حمد واستغفار کا حکم دیا ہے'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں یہی میرا بھی خیال ہے۔'' (بخاری)

اس واقعے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ذی علم مگر نوعمر لڑکے کی تائید کی بلکہ اس کے علم وحکمت کی وجہ سے اپنی مجلس شوری کا ممبر بھی بنایا۔ اس لیے والدین کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو ان کی عقل وفہم کے مطابق اہمیت دیکر انہیں مشوروں میں شریک رکھیں۔

گالی گلوچ

بچوں میں یہ بُرائی عام ہے' بالخصوص ایسے معاشرے میں جو دین وتہذیب سے بچھڑا ہوا ہے اس برائی کو برائی بھی نہیں سمجھا جاتا' بچوں میں یہ عادت دو طرح سے پیدا ہوتی ہے: ایک تو والدین سے۔ اور دوسری بُری صحبت کے ذریعے۔

❀ والدین سے اگر والدین اپنی زبانوں پر قابو نہیں رکھتے اور وہ اپنی اولاد کے سامنے ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے اور فحش اور ننگی گالیوں کا تبادلہ کرتے ہیں تو پھر اولاد پر بھی اس کا اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ الفاظ جو ہمارے ماں باپ کی زبان سے ہمہ وقت نکلتے رہتے ہیں بُرے نہیں ہیں' پھر وہ بھی بے جھجک انہی گالیوں کی ریہرسل شروع کر دیتے ہیں' شروع شروع میں جب بچے چھوٹے رہتے ہیں تو ان کی معصوم زبان سے یہ گالیاں بعض والدین کو بڑی پیاری پیاری لگتی ہیں اور وہ انہیں سن سن کر بڑے خوش ہوتے ہیں' لیکن یہی بچے جب بڑے ہو کر اپنے والدین کو گالی بکنا شروع کرتے ہیں' تو تب والدین کو احساس ہوتا ہے کہ ان کی غلط تربیت نے اپنا رنگ دکھا دیا ہے۔

❀ بُری صحبت سے: بُرے لڑکے عموماً بازاروں' کلبوں' گلیوں' اور شاہراہوں کی

پیداوار ہوتے ہیں‘ جب بچہ اپنا زیادہ وقت ان مقامات پر صرف کرنے لگتا ہے تو پھر ان سے وہ ان گندی گالیوں اور فحش کلمات کو سیکھتا ہے اور وہ انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بُرے اخلاق اور بُری تربیت کے ذریعے پروان چڑھنے لگتا ہے‘ تو اس لیے والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مقامات سے حتی الامکان بچانے کی کوشش کریں اور بچوں کو بات کرنے کا طریقہ‘ ادب وتہذیب کا سلیقہ سکھائیں‘ اور انہیں بزرگوں‘ والدین اور اپنے سے چھوٹوں کو مخاطب کرنے کے الفاظ سکھائیں‘ کیونکہ بچوں کو علم وادب‘ حُسنِ کلام اور تہذیب وشائستگی سکھانے سے بعض اوقات بچے وہ کارنامے انجام دیتے ہیں جنھیں انجام دینے کی بڑوں میں ہمت نہیں ہوتی‘ تاریخ میں اس طرح کے کئی واقعات مذکور ہیں‘ جن میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے۔

ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں مختلف علاقوں میں سخت قحط پڑا‘ خلیفۂ وقت سے مدد مانگنے کے لیے ایک قبیلہ دارالخلافہ دمشق آیا‘ جب خلیفہ سے بات کرنے کا وقت آیا تو خلیفہ کے رعب داب اور جاہ وجلال کے آگے کسی میں بات کرنے کی تو کیا اس کا سامنا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی۔ انہوں نے ہشام کو دیکھتے ہی راہِ فرار اختیار کی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر درواس بن حبیب نامی ایک بچہ جس کی عمر چودہ سال کی تھی آگے بڑھا اور خلیفہ سے بات کرنے کی جراءت کی‘ ہشام بن عبدالملک نے یہ دیکھ کر کہ ایک بچہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش میں ہے تو اپنے دربان سے کہا کہ اب تو مجھ سے بات کرنے کے لیے بچے بھی آنے لگے‘ یہ سن کر درواس نے کہا کہ امیر المومنین! مجھ سے بات کرنے میں آپ کے لیے تو کوئی عار نہیں البتہ آپ سے گفتگو کرنے سے مجھے شرف حاصل ہو جائے گا‘ یہ سن کر ہشام نے کہا کہ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس بچے نے کہا:

((يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! أَصَابَتْنَا ثَلَاثُ سِنِينَ: فَسَنَةٌ أَذَابَتِ الشَّحْمَ وَسَنَةٌ أَكَلَتِ اللَّحْمَ وَسَنَةٌ نَقَّتِ الْعَظْمَ وَفِي أَيْدِيكُمْ فُضُولُ أَمْوَالٍ إِنْ كَانَتْ لِلَّهِ فَفَرِّقُوهَا عَلَى عِبَادِ اللَّهِ

الْمُسْتَحِقِّيْنَ لَهَا وَاِنْ كَانَتْ لِعِبَادَ اللّٰهِ فَعَلَامَ تَحْبِسُوْنَهَا عَنْهُمْ ؟ وَاِنْ كَانَتْ لَكُمْ فَتَصَدَّقُوْا بِهَا عَلَيْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ، وَلَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ))

(تربية الأولاد في الإسلام: 306)

''امیر المومنین ! ہم تین سال سے قحط سالی کا شکار ہیں' پہلے سال نے ہماری چربی پگھلا دی' دوسرے سال نے ہمارا گوشت کھا لیا' اور تیسرے سال کے قحط نے ہماری ہڈیوں کے مغز کو بھی ختم کر ڈالا۔ آپ کے پاس زائد مال پڑا ہوا ہے' اگر یہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو اسے اس کے مستحق بندوں پر نثار کر دیں' اگر اس کے بندوں کا ہے تو پھر ان سے آپ نے کیوں روکے رکھا ہے؟ اگر آپ کا ہے تو اس سے ان ستم زدوں پر صدقہ کر دیں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتا ہے اور وہ احسان کرنے والوں کی نیکیوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔''

یہ سن کر ہشام بن عبد الملک زیرِ لب بڑبڑایا کہ اس لڑکے نے میرے لیے بچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی' پھر خزانچی کو حکم دیا کہ ایک لاکھ درہم اس آفت زدہ قبیلے کو دیئے جائیں اور ایک لاکھ درہم اکیلے درداس کو' درداس نے یہ سن کر کہا کہ امیر المومنین ! میرے اس انعام کو بھی میرے قبیلے کی رقم میں شامل کر دیا جائے' اس لیے کہ مجھے خدشہ ہے کہ امیر المومنین کی دی ہوئی یہ رقم ان کو کافی نہیں ہوگی' ہشام نے کہا کہ ''اگر تمہاری اپنی کوئی ضرورت ہو تو بیان کرو' درداس نے کہا کہ میں اپنے ہی قبیلے کا ایک فرد ہوں' ان کی حاجت ہی میری بھی حاجت ہے' ان سے ہٹ کر میری اپنی کوئی ضرورت نہیں''۔

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچپن سے ہی اپنی اولاد کے دلوں میں سبّ وشتم اور گالی گلوچ سے نفرت پیدا کریں اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے وہ فرمودات یاد کرائیں جو اس برائی کی مذمت میں ہیں۔

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)) (متفق علیه)

"مسلمان کو گالی دینا بے دینی ہے اور اس سے لڑائی اور جنگ کرنا کفر ہے۔"

((اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اَنْ یَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ' قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! کَیْفَ یَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ ؟ قَالَ: یَسُبُّ الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاهُ وَیَسُبُّ اُمَّهٗ فَیَسُبُّ اُمَّهٗ)) (رواہ البخاری واحمد)

"بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کو بُرا بھلا کہے' آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کوئی اپنے باپ کو کیسے بُرا بھلا کہے گا ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک شخص دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو اس کے جواب میں دوسرا شخص بھی اس کے باپ کو گالی دے گا' اور اگر وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو دوسرا بھی اس کی ماں کو گالی دے گا۔"

((اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ)) (البخاری)

"کوئی بندہ اپنی زبان سے اللہ کو ناراض کرنے والا ایک لفظ ایسا کہہ دیتا ہے جس کی اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی' لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گرا دیا جاتا ہے۔"

((وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدَ اَلْسِنَتِهِمْ)) (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجه' نسائی' احمد)

"لوگ اوندھے منہ جہنم میں اپنی زبانوں کی کمائی کی وجہ سے ہی گرائے جاتے ہیں۔"

((لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ))

"مومن طعنے باز' لعنت بھیجنے والا' فحش گو اور بے ہودہ نہیں ہوتا۔" (ترمذی)

منشیات کا استعمال

والدین کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ صورت حال اس وقت ہوتی ہے

جب وہ اپنی اولاد کو منشیات کا عادی پاتے ہیں اور آج منشیات کا استعمال روزمرہ کا معمول بن گیا ہے' تقریباً 80% مرد منشیات کا استعمال' حقہ' سگار' بیڑی' سگریٹ' تمباکو' زردہ' نسوار' گل' شراب' ہیروئن' چرس' بھنگ اور افیون وغیرہ کی شکل میں کرتے ہیں' دور حاضر میں منشیات فروشی ایک نفع بخش تجارت کا روپ دھار چکی ہے' شراب' سگریٹ فروخت کرنے والی کمپنیاں اس طرح کے اشتہارات پیش کرتے ہیں کہ جنہیں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرد کی مردانگی کا راز انہی منشیات کے استعمال میں ہے' خیر سے حکومتوں نے بھی ٹیکس کے ذریعے اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے کمپنیوں کو کھلی چھوٹ دے دی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے اشتہارات ریڈیو اور ٹی وی اور وال پوسٹرس (Wall Posters) پر پیش کریں۔ جب نوعمر لڑکے اس طرح کے اعلانات دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں اسے ایک دو مرتبہ آزمانے کا شدید جذبہ پیدا ہوتا ہے' بالخصوص جب وہ اپنے والد' دادا' چچا' بڑے بھائی یا اور کسی سرپرست کو دیکھتے ہیں کہ وہ کش پر کش لگائے جارہے ہیں تو انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی اتنی قبیح چیز نہیں' اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے یہ بزرگ بڑے ہی اطمینان اور آزادی سے اس کا استعمال کر رہے ہیں' بسا اوقات یہی شبہ انہیں منشیات کے استعمال پر جری کرتی ہے اور اس طرح غلط صحبت اس کے لیے دو آتشہ کا کام کرتی ہے' پھر اولاد منشیات کی عادی ہو جاتی ہے۔

سگریٹ نوشی

تمباکو نوشی دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے' شریعت نے ہر اس چیز کو حرام قرار دیا جو انسان کے اخلاق کو بگاڑ دے اور عقل کو پراگندہ کردے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ''طیبات'' یعنی پاکیزہ چیزیں حلال فرمائی ہیں اور ''خبائث'' بری اور گندی چیزیں حرام و ناجائز قرار دی ہیں ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الأعراف: 157) آپ ﷺ ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

تمباکو نوشی کے نقصانات:

تمباکو نوشی سے افراد و معاشرے کو بے شمار نقصانات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' جس سے نہ صرف اسے استعمال کرنے والے دوچار ہیں بلکہ اس کا نقصان ان لوگوں کو بھی اپنی ہلاکت آفرینی میں شامل کرلیتا ہے جو سگریٹ کے دھواں سے آلودہ فضا میں سانس لیتے ہیں' بلکہ ان لوگوں کا شمار تمباکو نوشی نہ کرتے ہوئے بھی تمباکو نوشوں میں ہی شمار ہوتا ہے' اس کو اصطلاح میں (Passive Smcking) یعنی غیر ارادی سگریٹ نوشی کہا جاتا ہے۔

تمباکو کی تباہ کاری کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ تمباکو سے پیدا شدہ امراض کی وجہ سے ہر سال بیالیس لاکھ افراد موت کا شکار ہوجاتے ہیں' جب کہ ناگا ساکی اور ہیروشیما پر جو ایٹم بم گرائے گئے تھے اس سے ڈھائی لاکھ افراد لقمہ اجل بنے تھے' یعنی تمباکو سے سالانہ ہلاک ہونے والوں کی نسبت ایٹم بم سے مرنے والوں کی تعداد سولہویں حصے سے بھی کم ہے۔ تمباکو سے پھیپھڑے' نرخرے' منہ' آنت اور مثانہ وغیرہ کینسر کا شکار ہوجاتے ہیں' اس کے استعمال سے سب سے زیادہ دل کے امراض پیدا ہوتے ہیں' تمباکو ذہن کو کمزور اور اعصاب میں کھنچاؤ' نظر میں کمی اور قوت سماعت کی کمزوری پیدا کردیتا ہے' سر چکرانے لگتا ہے' قوت ہاضمہ خراب' اور قوت مردانگی متاثر ہوجاتی ہے۔ صرف برصغیر میں تمباکو کے مختلف طریقوں سے استعمال کرنے کی وجہ سے سالانہ دس لاکھ سے زیادہ افراد مختلف بیماریوں کا شکار ہوکر مرجاتے ہیں۔

انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ کے مطابق پان مسالہ' گٹکا اور اس قسم کی وہ تمام اشیاء جو مارکیٹ میں فروخت ہوتی ہیں موت کے پھندے ہیں' ٹاٹا انسٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ نے ملکی سطح پر منہ اور حلق کے کینسر کے کئی لاکھ مریضوں کا جائزہ لینے کے بعد انکشاف کیا کہ یہ تمام کینسر پان مسالے اور گٹکے کے استعمال سے ہوتے ہیں' مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو زیادہ ہی ان نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے' تمباکو نوشی سے عورتوں کی ماہواری گڑبڑ ہوجاتی ہے اور ماں کی تمباکو نوشی سے جنین کی حرکت

قلب بالکل اسی طرح متاثر ہوتی ہے جس طرح کہ ایک بالغ دل کی حرکت غیر معمولی طور پر بڑھتی ہے۔ تمباکو نوش عورت کے بچے ذہنی طور پر معذور پیدا ہوتے ہیں اور تمباکو اسقاط حمل کا سبب بھی بنتا ہے' امریکہ میں 1993 میں پچاس ہزار عورتوں کو تمباکو نوشی کی وجہ سے اسقاط حمل ہو گیا تھا۔ (ماهنامه البلاغ بمبئی۔ شماره اپریل 2003)

والدین اگر اس عادت قبیحہ سے اپنی اولاد کو بچانا چاہتے ہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود اس برائی سے بچیں' اور کسی بھی فرد کو چاہے وہ مہمان بھی کیوں نہ ہو اپنے گھر میں سگریٹ نوشی کی اجازت نہ دیں' بچوں کو دوکان سے اسے خرید کر لانے کے لیے پیسے نہ دیں' انہیں نماز' مسواک اور تلاوت قرآن کا عادی بنائیں۔

شراب خوری

شراب ایک نشہ آور چیز کا نام ہے' عربی میں اس کو خَمر کہتے ہیں' یعنی جس کے استعمال سے عقل وہوش کام کرنا چھوڑ دیں' اللہ نے اس کو ناپاک اور گندگی قرار دیا ہے۔ اس کا پینا نہایت ہی بری عادت ہے' اس سے بہت سی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں' اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے "اُمّ الخبائث" (تمام برائیوں کی جڑ) کا نام دیا ہے' آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلْخَمرُ جَمَّاعُ الْإِثمِ' وَالنِّسَآءُ حِبَالُ الشَّیْطَانِ وَحُبُّ الدُّنْیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ)) (ترغیب وترهیب)

"شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کی رسّیاں ہیں (یعنی شیطان عموماً انہی کے ذریعے اپنے شکار کو پھانستا ہے) اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔"

عموماً وہ بچے اس عادت بد کا شکار ہوتے ہیں جو سگریٹ نوش ہیں اور والدین کی نگرانی سے دور رہتے ہیں' پھر اشرار اور فجّار لوگوں کی صحبت انہیں دھیرے دھیرے ہر فساد و برائی کی طرف لے چلتی ہے' دو چار بار کے انکار کے بعد پھر وہ دوستوں کے اصرار پر دو چار گھونٹ پی ہی لیتے ہیں' پھر رفتہ رفتہ اس کے عادی بن کر والدین کے لیے

سوہانِ روح ہو جاتے ہیں۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے سامنے اس برائی کی مذمت میں وارد شدہ قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ سناتے رہیں' تاکہ بچپن سے ہی ان کے دل میں اس برائی کے خلاف نفرت پیدا ہو' ذیل میں شراب کی مذمت میں وارد شدہ چند آیات و احادیث درج کی جا رہی ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ○﴾ (مائدہ: 91-90)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے چڑھاوے اور پانسے' گندے اور شیطانی کام ہیں' اس سے بچتے رہو' تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہاری آپس میں دشمنی ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے' پھر کیا ان چیزوں سے تم باز رہو گے؟''

❁ ((عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ)) (مسند احمد)

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ہرگز اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس میں شراب کے دور چلائے جا رہے ہوں۔

❁ ((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ)) (مسلم)

ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر طرح کی شراب حرام ہے۔

❁ ((مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ)) (ترمذی)

جس کے زیادہ پینے سے نشہ آئے اس کا تھوڑا پینا بھی حرام ہے اور اس میں ان کی بھی تردید ہے جو نشہ آنے تک' پینے کو جائز سمجھتے ہیں۔

❁ ((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَلَا يَشْرَبُ

الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ (بخاری)

کوئی زانی زنا کاری کے وقت مومن نہیں ہوتا' اور نہ ہی شراب پینے والا اسے پیتے وقت مومن ہوتا ہے۔ (اس حالت میں اس کا ایمان نکال لیا جاتا ہے)

❁ شراب کو دوائی کے طور پر بھی استعمال کرنے کو حرام قرار دیا گیا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاؤُكُمْ فِيْمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ))

(بخاری عن ابن مسعود)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے متعلق دس لوگوں پر لعنت بھیجی ہے۔

❁ شراب کشید کرنے والے ❁ کرانے والے ❁ پینے والے ❁ شراب اٹھانے والے ❁ جس کے پاس شراب لے جائی جائے ❁ اس کو پلانے والے ❁ اس کو بیچنے والے ❁ اس کی قیمت کھانے والے ❁ اسے خریدنے والے ❁ اور جس کے لیے خریدی گئی ہو۔ (ترمذی' ابن ماجہ: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر رسول ﷺ سے لوگوں کے درمیان اعلان فرمایا کہ: "اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ" (متفق علیہ) شراب وہ ہے جس سے عقل میں فتور آئے۔

((عن ام سلمة رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ انها قالت: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفْتِرٍ)) (احمد۔ ابو داؤد)

"ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور اور عقل میں فتور پیدا کرنے والی چیز سے روکا ہے۔"

مندرجہ بالا دونوں احادیث کی رو سے ہر قسم کی منشیات (مخدرات)' شراب ہی کے زمرے میں آتی ہیں' بلکہ شراب سے کہیں زیادہ ان کا نقصان مسلّم ہے' اس لیے کہ یہ انسانی عقل پر شراب سے کہیں زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں' اسے استعمال کرنے کے بعد انسان دور کی چیز قریب اور قریب کی دور محسوس کرتا ہے' اپنے اوہام و خیالات میں جن کا

حقیقت سے دور دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا مست و مگن ہوتا ہے' اور خیالات کی وادیوں میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور دین و دنیا تمام کو فراموش کر دیتا ہے' اسی لیے شیخ الإسلام امام ابن تیمیہ اور قرافی رحمہما اللہ نے حشیش وغیرہ کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اس کے حلال سمجھنے والے کو کافر کہا ہے۔

آج ہر ملک کے نوجوانوں کے لیے ہیروئن اور افیون کا استعمال ایک مسئلہ بنا ہوا ہے' نوخیز لڑکے اور لڑکیاں اس برائی میں زیادہ مبتلا ہو رہی ہیں' بلکہ کئی ایک ممالک میں طبعی موت مرنے والوں کے مقابلے میں ان کی تعداد زیادہ ہے جو حشیش' چرس' بھنگ اور افیون کی زائد خوراک لینے کی وجہ سے مر رہے ہیں۔

کئی مسلمان ممالک میں اس فتنہ نے بڑے شدّ ومدّ سے سر اٹھایا ہوا ہے' چند ممالک نے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے اور اس کے لیے خصوصی وزارت قائم کی ہے اور ان منشیات کو رواج دینے والوں کے لیے سخت قوانین بنائے ہیں۔

سعودی عرب نے منشیات کے اسمگلروں کے لیے سزائے موت کا قانون بنایا ہے' لیکن اس کے باوجود وہاں ہر ہفتہ ایسے لوگ پکڑے اور سر عام قتل کیے جا رہے ہیں جو منشیات کو پھیلا رہے ہیں' موت کا خوف بھی انہیں اس غلط دھندے سے باز آنے نہیں دیتا۔

شرابی کے لیے اسلام نے سخت تعزیری سزائیں مقرر کی ہیں' جو 40 تا 80 کوڑوں پر مشتمل ہیں' اس کے علاوہ حکومت مناسب سمجھے تو منشیات کے استعمال کرنے اور انہیں رواج دینے والوں کے لیے جرمانہ' قید وغیرہ کی سزائیں دے سکتی ہے۔

والدین سے التماس ہے کہ اپنے بچوں پر نگرانی رکھیں' ان کے گھر سے باہر سرگرمیوں' ملنے جلنے والوں' سکول و کالج کے یاروں دوستوں پر نظر رکھیں اور انہیں ہر ممکن طریقے سے شریر اور خبیث افراد کی صحبت سے بچائیں' ان کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کریں' مسجد کی عادت ڈالیں' نماز اور تلاوت قرآن کی تلقین کرتے رہیں اور ساتھ ہی ان کی ہدایت کے لیے اللہ رب العالمین سے دعا کرتے رہیں۔

کفار کی مشابہت سے پرہیز

موجودہ دور میں ایک عام سی وبا جو چل پڑی ہے وہ یہ کہ بلا سوچے سمجھے ہر نئی چیز کی تقلید کی جائے اور

((کُلُّ جَدِیدٍ لَذِیذٌ)) ''ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے''

کے مقولے پر سو فی صد عمل آوری ہے' اس اکیسویں صدی میں ہر جوان اور بوڑھا' بچی اور بچہ' مرد وزن سب اسی کے شکار نظر آتے ہیں' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دین اور ضمیر کو فراموش کر دیا گیا' اچھے اخلاق' اور اسلامی روایات کو دقیانوسیت سمجھ کر پسِ پشت ڈال دیا گیا' چند لمحات کی لذّت' ذلیل کرنے والی شہوت' اور حرام خواہشات پر ہماری نوجوان نسل سر کے بل دوڑ پڑی' کتنے ایسے ہیں جو حیا باختہ رقص وسُرود کو ترقی کی علامت سمجھ رہے ہیں' کتنے ایسے ہیں جو مرد وزن کے اختلاط کو دنیا کے ہر میدان میں آگے بڑھنے کا واحد ذریعہ قرار دے رہے ہیں' اور کتنے بے چارے ایسے ہیں کہ اعلیٰ کارکردگی' بلند ہمّتی' محنت وکاوش کے تمام میدانوں کو چھوڑ کر صرف مغربی تہذیب وتمدن کی اندھی تقلید کو ہی معراجِ کمال جان رہے ہیں' اس طرح کے لوگوں سے ہم کہیں گے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی:

کر بلبل وطاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

اس گندی تہذیب کو جن نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے اپنایا' وہ اپنی مردانگی اور نسوانیت سے ہاتھ دھو بیٹھے' لڑکوں نے اپنی چال میں لچک پیدا کی اور گفتار میں شیرینی' لباس میں چھچھورے پن کو طاری کرلیا' بال بڑھا لئے' اور لڑکیوں کی طرح ناز نخرے دکھانے میں ہی اپنا کمال جاننے لگے' ادھر صنف نازک نے اپنی نزاکت چھوڑ دی اور وہ چست لباس' بے باک نگاہوں کے ساتھ مردوں کے کندھے سے کندھا ملاتے ہوئے' زندگی کے ہر میدان میں رواں دواں ہوگئی' حیا وشرم کو تج ڈالا' اور عفّت وعصمت کی تار وپود بکھیر دیئے' اور اس بے حیائی اور آوارگی پر اتر آئی کہ مرد کو اس صنف سے ہی

گھن آنے لگی۔ یورپ اور امریکہ جہاں یہ وبا عام ہے مرد عورتوں کے بجائے مردوں یا صراحتاً زنخوں سے شادیاں کرنے لگے اور عورتیں عورتوں سے' بعض امریکہ اور یورپ کے ممالک میں اس کیلیے خصوصی قانون بنائے گئے' جہاں انکو قانوناً میاں بیوی تسلیم کیا گیا' اس ذلیل ترین قانون سے انسانیت کی ذلت اور رسوائی میں اب کونسی کسر باقی رہ گئی ہے؟

عائلی نظام اس قدر درہم برہم ہوکر رہ گیا ہے کہ نہ باپ بیٹی کے رشتہ کا تقدس باقی رہ گیا ہے' نہ بہن بھائی کے محترم رشتے کا' انسانیت کے حق میں اس سے بھی زیادہ شرمناک اور خبر کیا ہوسکتی ہے کہ امریکہ اور یورپ میں 70% سے زائد لڑکیاں خود اپنے ہی باپ' چچا' بھائی اور ان جیسے دیگر قریبی رشتہ داروں کی ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں' اور ہم ہیں کہ ان ممالک کے نقشِ قدم کی پیروی میں ہی دنیا کی ساری کامیابیاں تلاش کر رہے ہیں۔

جب کہ ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو یہود' نصاریٰ' مجوس اور کفار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے' بلکہ مخالفت کا حکم دیا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ

۞...... ((خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ ' حُفُّوا الشَّارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى))

(متفق علیہ)

''مشرکین کی مخالفت کرو' مونچھ پست کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔''

۞......((جَزُّوا الشَّارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰى ' وَخَالِفُوا الْمَجُوسَ))

''مونچھوں کو کاٹو' داڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔''

۞......((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارٰى)) (ترمذی)

''وہ شخص ہم مسلمانوں میں سے نہیں جو غیروں کی مشابہت اختیار کرتا ہے' تم یہود اور نصاریٰ کی مشابہت سے بچو۔''

۞...... ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (ابو داوٗد)

''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ انہیں میں شمار ہوگا۔''

بلکہ آپ ﷺ نے اسے قیامت کی ایک علامت قرار دیا کہ امتِ مسلمہ ان گمراہ یہود ونصاریٰ کی تقلید کرے گی، فرمایا:

۞......((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ وَحَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ قَالُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: فَمَنْ ؟)) (بخاري و مسلم)

''تم ضرور اپنے سے پہلی امتوں کے نقشِ قدم پر اس مشابہت سے چلو گے جس طرح کہ ایک جوتا دوسرے جُوتے اور ایک کان دوسرے کان کے مشابہ ہوتا ہے، صحابہ کرام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا یہود ونصاریٰ کے نقشِ قدم پر؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ نہیں تو پھر کون؟''

اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ کو خیر امت قرار دیا، وہ پوری دنیا کے اقوام پر اپنا اثر ڈال سکتی ہے، لیکن اثر قبول نہیں کر سکتی، اور اسی کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (اٰلِ عمران: 110)

''تم بہترین امت ہو، تمہیں انسانوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگِ قادسیہ کے موقعہ پر ایرانی کمانڈر رستم نے سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''مَا جَاءَ بِكُمْ ؟'' تمہیں کونسی چیز یہاں لے آئی ہے؟ سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ الْعِبَادَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ اِلٰى عَدْلِ

الْإِسْلَامِ)) (البداية والنهاية لابن كثير: ج 3)

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے اللہ کی عبادت کی طرف لائیں' اور دنیا کی تنگی سے انہیں اس کی وسعت اور کشادگی عطا کریں اور ادیان کے ظلم وستم سے بچا کر انہیں اسلام کے انصاف کی طرف رہنمائی کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار ومشرکین کے مقابلے میں ہمیشہ حالت جنگ میں رہنے کا حکم دیا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾

(الأنفال: 60)

''تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے' زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو' تاکہ اس کے ذریعے تم اللہ اور اپنے دشمنوں کو' اور ان دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے بلکہ اللہ جانتا ہے خوف زدہ کرو۔''

یہ صرف قوت و دفاع کے مقابلے کی ہی بات نہیں بلکہ امتِ اسلامیہ پر ضروری ہے کہ وہ ہر محاذ پر چاہے وہ معاشی ہو یا اقتصادی' سائنسی ہو یا فوجی' ثقافتی اور تہذیبی' دینی ہو یا دنیوی' باطل اقوام سے ہر میدان میں سخت مقابلہ کرے اور اس چومکھی جنگ میں انہیں ہر محاذ پر پسپا کرنے کی کوشش کرے۔

البتہ وہ علوم جن سے سائنس' ٹکنالوجی' طبّی' علوم وفنونِ حرب اور اس کے وسائل سے متعلق ہوں تو وہ غیر مسلم اقوام سے سیکھے جاسکتے ہیں' کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾

میں داخل ہیں' بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا حکم دیا ہے:

((اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَإِذَا وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا)) (ترمذی)

''حکمت کی بات مومن کا گم شدہ خزانہ ہے، جہاں بھی اسے پائے گا وہ اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ''خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ'' کے اصول کے تحت ہر اچھی چیز سے فائدہ اٹھایا جائے اور ہر بری چیز سے دامن بچایا جائے۔''

شجاعت اور بہادری

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو باہمت، جفاکش، شجاع اور بہادر بنائیں، اس مقصد کے حصول کے لیے انہیں ان تمام جائز کھیلوں کی اجازت دیں کیونکہ اسلام ان تمام کھیلوں کی اجازت دیتا ہے جس سے جسم کو صحت حاصل ہوتی ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری ہوتی ہو، جیسے گھوڑ سواری، نیزہ بازی، تیر اندازی، کشتی اور تیراکی وغیرہ، رسول اللہ ﷺ نے ان کی خود ترغیب دی ہے:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال خرج النبی ﷺ وقوم من اسلم يَرْمُوْنَ فَقَالَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا اِرْمُوْا وَأَنَا مَعَ ابْنِ الْأَدْرَعِ فَأَمْسَكَ الْقَوْمُ قِسِيَّهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ كُنْتَ مَعَهُ غَلَبَ، فَقَالَ اِرْمُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ))[1]

''آپ ﷺ کا گزر قبیلہ بنو اسلم پر سے ہوا جو تیر اندازی میں مصروف تھے آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ اے اولادِ اسماعیل تم تیر اندازی کرو، اس لیے کہ تمہارے باپ (سیدنا اسماعیل علیہ السلام) بہترین تیر انداز تھے، تم تیر پھینکو، میں ابن الادرع کے ساتھ ہوں، لوگوں نے اپنی کمانیں جھکا لیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ جس کے ساتھ ہونگے وہی جیتے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔''

---

[1] صحیح ابن حبان: 1/ 548

ان تمام کھیلوں پر بچوں کی ہمت افزائی کرنی چاہیے' ان کی نشو نما رسول اللہ ﷺ' آپ کے اہلِ بیت اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی محبت پر کرنی چاہیے' نیز انہیں صحابہ کرام کی شجاعت و بہادری' تابعین عظام کی جان نثاری اور دیگر اسلامی فاتحین کی ہمت وجوانمردی کے واقعات سنائے جائیں تاکہ آئندہ چل کر ان کے دلوں میں اسلامی غیرت' جہاد اور اس کے وسائل کے حصول کی تڑپ اور کلمہ حق کو بلند کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

❁ ((كُنَّا نُعَلِّمُ أَوْلَادَنَا مَغَازِيَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَمَا نُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ))

''ہم اپنے بچوں کو رسولِ اکرم ﷺ کے جہادی واقعات ایسے سکھاتے تھے جیسے کہ انہیں قرآن سکھاتے تھے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آباء باپوں کو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❁ ((عَلِّمُوْا أَوْلَادَكُمُ الرِّمَايَةَ وَالسِّبَاحَةَ' وَمُرُوْهُمْ فَلْيَثِبُوْا عَلَى الْخَيْلِ وَثْبًا))

''تم اپنے بچوں کو تیر اندازی اور تیراکی سکھاؤ اور انہیں گھوڑے کی پیٹھ پر چھلانگ لگا کر بیٹھنا سکھاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں بچوں کے بہادری اور شوقِ شہادت کے واقعات اولاد کو از بر کرائے جائیں' جن میں سے چند یہ ہیں۔

○ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میدانِ بدر میں جب میں نے اپنے دائیں بائیں جانب کا جائزہ لیا تو میں نے دو نو عمر انصاری بچوں کو پایا' ابھی میں کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک نے مجھے اشارہ کیا اور کہنے لگا' چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو جانتے ہیں؟' میں نے کہا ہاں! جانتا تو ہوں لیکن تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ تو وہ کہنے لگا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں

بکتا ہے' اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک ختم ہو جائے اور یہی بات دوسرے لڑکے نے بھی کہی۔

چنانچہ اتنے میں مجھے ابوجہل لوگوں کے درمیان ٹہلتا ہوا نظر آیا' میں نے ان دونوں سے کہا یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق تم پوچھ رہے تھے' یہ سنتے ہی وہ دونوں اس پر اپنی تلواروں سے پل پڑے اور اسے قتل کر دیا' پھر آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی' آپ ﷺ نے ان بچوں سے پوچھا: أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟ تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا؟ دونوں نے کہا أَنَا قَتَلْتُهُ میں نے اسے قتل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا کہ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ۔ تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔ یہ دونوں بچے سیدنا معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما تھے۔ ابوجہل مرتے ہوئے بھی یہ افسوس کرتا ہوا مرا: ''فَلَوْ غَيْرَ ابْنَا أَكَّارٍ قَتَلَنِيْ'' کاش مجھے کاشت کاروں کے دو کم عمر بچے نہ قتل کیے ہوتے۔

(بخاری۔ کتاب المغازی' باب: قتل ابوجھل)

- جنگِ اُحد کے موقعہ پر' جس وقت آپ ﷺ مسلمانوں کا لشکر لے کر نکل پڑے تو لشکر کے ساتھ دو بچے بھی اس امید پر چل پڑے کہ شاید ہمیں بھی جہاد میں شرکت کا موقعہ مل جائے۔ جس وقت صف بندی کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بچوں' سیدنا سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما کو ان کی کم عمر کی وجہ سے واپس کر دیا' جب آپ ﷺ سے یہ کہا گیا رافع بن خدیج بہت اچھے تیر انداز ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی' جب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ میں تو کشتی میں رافع کو پچھاڑ دیتا ہوں' جب انہیں اجازت ملی ہے تو مجھے بھی شرکت کی اجازت ملنی چاہیے'' آخر کار دونوں کی کشتی کرائی گئی اور واقعی سیدنا سمرہ نے رافع کو پچھاڑ

دیا تو انہیں بھی آپ علیہ السلام نے اجازت مرحمت فرما دی۔ (الرحیق المختوم)

○ مائیں بھی اپنے بچوں کو اپنے ساتھ میدانِ جہاد میں لاتیں اور انہیں اسلام کی عظمت پر قربان ہو جانے کی تلقین کرتیں۔ جنگِ قادسیہ کے موقعہ پر عرب کی مشہور شاعرہ سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ میدانِ جہاد میں اس حال میں تشریف لاتی ہیں کہ خود ان کی اپنی عمر اسّی سال کو تجاوز کر چکی ہے' چل نہیں سکتیں' بیٹوں کے کندھوں پر سوار ہو کر آتی ہیں اور انہیں خطاب کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ

میرے بچو! جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد بھی ہو' میں نے تمہارے باپ سے کوئی خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموؤں کو رُسوا کیا' میرے بچو! آج اسلام اور کفر کی جنگ ہے' دیکھنا! پیٹھ نہ پھیرنا' اسلام کی عظمت پر قربان ہو جانا اور دیکھنا کہ تم میں سے کوئی واپس پلٹ کر نہ آئے' میرے لیے عزّت افزائی کا یہ موقعہ فراہم کرنا کہ مجھے قیامت کے دن پانچ شہیدوں کی ماں کی حیثیت سے رب العالمین کے دربار میں بلایا جائے چنانچہ جب بچے جانے لگے تو والدہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا:

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُمْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ))

یا اللہ! تو انہیں اپنی راہ میں شہادت عطا فرما۔''

جب انہوں نے اپنے پانچوں بچوں کی شہادت کی خبر سنی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَّفَنِيْ بِقَتْلِهِمْ، وَأَرْجُوْ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَّجْمَعَنِيْ وَإِيَّاهُمْ فِيْ مَقَرِّ رَحْمَتِهٖ))

''اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے *انہیں شہادت عطا کر کے مجھے شرف بخشا* ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے ساتھ اپنی رحمت کے ٹھکانے (جنّت) میں اکٹھا فرمائے گا۔''

(اسلامی تعلیم: از مولانا عبدالسلام صاحب بستوی رحمہ اللہ)

یہ تربیت کے وہ زرّین اصول ہیں جن پر ہمارے اسلاف نے اپنے نونہالوں کی تربیت کی جس کا نتیجہ دنیا کی نظروں میں کبھی سیدنا عمر بن خطاب' کبھی خالد بن ولید' سعد بن ابی وقاص' طارق بن زیاد' محمد بن قاسم' مہلب بن ابی صفرہ' صلاح الدین ایوبی' سلطان محمد فاتح رضی اللہ عنہم کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سچ ہے:

سبق پھر پڑھ طاعت کا شجاعت کا صداقت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

افسوس اب وہ سانچے ٹوٹ گئے جن میں زندگی کے یہ حقیقی ہیرو ڈھلا کرتے تھے نہ اب امت کے محیط میں وہ گوہرِ گراں مایہ ہیں' ہماری غلط تربیت نے فلمی پردوں کے تو کئی ہیرو پیدا کر دئے لیکن زمانہ کے طویل انتظار کے باوجود زندگی کے حقیقی میدان کا کوئی ہیرو پیدا نہ ہو سکا' بیت المقدس آگے بڑھ بڑھ کر امّت کو صدائیں دے رہا ہے لیکن امت اپنی کثرتِ تعداد' سامانِ حرب وضرب کی کثرت اور بے پناہ مادّی وسائل کے باوجود جس طرح مٹھی بھر یہود کے پنجہء استبداد میں جکڑے ہوئے ہیں یہ امت کے لیے تاریخ کا سب سے بڑا سانحہ ہے۔ جو قوم ساری اقوام عالم کی رہنمائی کرتی تھی آج وہ خود کسی سالار کارواں کو ترس رہی ہے۔ سچ ہے:

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

غرض مذکورہ کھیلوں کے ساتھ موجودہ دور کے کھلیوں میں' شوٹنگ' وہیٹ لفٹنگ' فٹبال' والی بال' بیٹ مینٹن' ہاکی اور کرکٹ وغیرہ بھی کھیلے جا سکتے ہیں بشرطیکہ جوا نہ ہو کیونکہ آج کل ان کھیلوں میں کروڑوں کا جوا ہوتا ہے۔ نمازوں کی پابندی ہو اور دیگر دینی ودنیوی سرگرمیاں متاثر نہ ہوں' اسلام ان تمام کھلیوں کو ناجائز قرار دیتا ہے جس سے نہ صحت حاصل ہوتی ہو اور نہ جہاد کی تیاری ہوتی ہو' بلکہ جن سے وقت کا ضیاع اور فرائض دینیہ (نماز وغیرہ) میں کوتاہی ہوتی ہو' جیسے: شطرنج' اسکوائش وغیرہ (تو اسی لیے

اسلام نے ایسے تمام کھیلوں کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے جو دین و دنیا کو تباہ کرنے والے ہوں)

عیش پرستی

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو عیش پرستی سے محفوظ رکھیں' اس لیے کہ جب اولاد کو عیش وعشرت کی عادت پڑ جاتی ہے تو وہ زندگی کے مصائب و شدائد کا جفاکشی سے مقابلہ نہیں کر سکتے اور وہ جلد ہی نروس ہو کر یاس وحرمان کا شکار ہو جاتے ہیں' اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے امت کو حکم دیا کہ:

((عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اِیَّاکُمْ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ))(رواہ احمد وابو نعیم)

''تم عیش پرستی سے بچو' اس لیے کہ للہ کے نیک بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔''

اسی عیش پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کر سلاطین نے اپنی سلطنتیں گنوائیں اور اپنے ساتھ امت کو بھی زوال وذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈبودیا' مسلمانوں نے اسپین پر تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی' لیکن جب وہ زنا وغناء اور رقص وسرود' عیش ومستی میں گرفتار ہوئے تو اس طرح وہاں سے مٹا دیے گئے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔

شیخ عبدالرحمٰن الجبرتی نے غرناطہ کے احوال میں لکھا ہے کہ ایک مراکشی سیاح کا گذر غرناطہ کی جامع مسجد پر سے ہوا' اس نے وہاں سے اذان کی آواز سنی اور مؤذن نے ''أشهد أن لا إله إلّا اللّٰه'' کے بعد ''حيّ على الصّلوة'' کہا' اذان کے اختتام پر سیاح نے مؤذن کو یاد دلایا کہ وہ ''أشهد أنّ محمدا رسول اللّٰه'' کہنا بھول گیا تھا تو مؤذن نے کہا: ''میں بھولا نہیں ہوں بلکہ جان بوجھ کر میں نے یہ الفاظ چھوڑے ہیں' اس لیے کہ میں یہودی ہوں۔

اور یہاں کے مسلمانوں کو اپنی عیاشیوں سے اتنی فرصت نہیں کہ وہ مسجد میں آ کر اذان کی آواز بلند کریں' انہوں نے کسی مسلمان مؤذن کو تلاش کیا' لیکن انہیں کوئی نہ مل

سکا' بالآخر انہوں نے میری خدمات حاصل کیں' میں نے انہیں بتلایا کہ میں یہودی ہوں' "أشهد أن لا إله إلا الله" کا اقرار تو کرتا ہوں لیکن "أشهد أن محمدا رسول الله" کو نہیں مانتا' تو مسلمانوں نے کہا کوئی بات نہیں' تو "أشهد أن محمدا رسول الله" کو چھوڑ دو' ہم تمہیں ماہانہ اتنی تنخواہ دیں گے۔" (العبر والتاریخ: 722)

ہندوستان میں جنگِ اودھ کے موقعہ پر جب انگریز فوج اودھ کے قلعہ میں گھس گئی تو اودھ کے حکمران' نواب واجد علی شاہ نے کنیزوں کو حکم دیا کہ کوئی آ کر مجھے جُوتا تو پہنائے' کنیزیں ابھی جُوتے ہی تلاش کر رہی تھیں کہ ادھر انگریزی فوج نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور نواب صاحب کو کنیزوں کی ایک فوج کے ساتھ گھسیٹے ہوئے باہر لے آئے۔

ڈاکٹر اقبال کا فرمان سچ ہے:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے ؟
شمشیر وسنان اوّل' طاؤس ورُباب آخر

اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں پر یہ پابندی لگا دی تھی کہ وہ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائیں' حریر وریشم کا لباس نہ پہنیں' عمدہ گھوڑے استعمال نہ کریں' نہ اپنے گھر پر دربان مقرر کریں اور نہ گھوڑے پر نرم نمدہ ڈال کر سواری کریں' اس سے مقصود مسلمانوں کو عیش وعشرت میں پڑنے اور اہلِ روم وفارس کی شان وشوکت کی تقلید سے روکنا تھا اور آپ نے ایران میں مقیم مسلمانوں کو یہ فرمان جاری کیا کہ

((اِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ وَزِىَّ اَهْلَ الشِّرْكِ)) (متفق عليه)

"تم عیش کوشی اور مشرکین کے عادات واطوار سے بچو۔"

اس لیے کہ لذتوں' نعمتوں اور ہمیشہ کی خوشحالی کا انجام' جدّ وجہد اور حرکت وعمل سے غفلت اور جہاد فی سبیل اللہ سے پہلو تہی اور کئی روحانی وجسمانی بیماریوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

آلاتِ موسیقی کا استعمال

آج پوری دنیا میں موسیقی اور میوزک کی دھوم ہے' ہر بچہ' بوڑھا' جوان' ادھیڑ اور ہر

عمر کی عورتیں اس کی دلدادہ ہیں، ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہ تیز دھنوں میں طرح طرح کی موسیقی اور گانے سنے، فحش گانوں کی اس قدر بھرمار ہوگئی ہے کہ اکثر لڑکے اور لڑکیاں عشقیہ گانے گانا اپنا پیدائشی حق سمجھ رہے ہیں، ٹی وی، ڈش اور کیبل کی بدولت ساری دنیا کی فحاشی سمٹ کر گھر کے آنگن میں چلی آئی ہے، باقی رہی سہی کسر انٹرنیٹ نے پوری کردی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹی وی اور کیمرے کا استعمال کئی طرح کی انسانی ضروریات کے لیے جائز بلکہ ضروری ہے، لیکن محدود فوائد کی طلب نے لامحدود برائیوں کو جنم دیا ہے، ہمارے ممالک میں لگے ہوئے چینلوں سے فحاشی اور عریانیت چھن چھن کر برس رہی ہے، بے پردگی اور عریانیت بلکہ بدکاری اور فحاشی کی گویا تعلیم دی جارہی ہے، جو مسلم نوجوانوں اور بچوں کے لیے زہر ہلاہل ہے اس لیے کہ اسلامی شریعت کے پانچ مقاصد ہیں:

① دین کی حفاظت۔ ② عقل کی حفاظت۔ ③ نسب کی حفاظت۔ ④ جان کی حفاظت۔ ⑤ مال کی حفاظت۔

نوخیز نسل میں بڑھتی ہوئی بے حیائی اور فحاشی سے نسب کی حفاظت کا مقصد مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے، اسی نسب کی حفاظت کے لیے اسلام نے زنا کاری کی، سنگساری جیسی سخت ترین سزا مقرر کی ہے، اور ہر اس ذریعے کا سد باب کردیا جو زنا کاری تک پہنچاتا ہے، جب کہ اکثر ٹی وی پروگرام فحش، جذبات بھڑکانے والے، بے حیائی اور زنا کاری کی ترغیب دینے والے ہوتے ہیں، اوران وسائل کا ناجائز استعمال اس حد تک ہورہا ہے کہ چینلوں کی دنیا میں بیٹھ کر کوئی شخص شرم حیا اور عفت وعصمت کی بات کرتا ہو تو دنیا اسے ایک دیوانے کی بڑ سمجھتی ہے، اس لیے والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھروں سے ٹی وی، ڈش، انٹرنیٹ وغیرہ کی لعنت کو دور کریں تاکہ ان کے ذریعے اپنی اولاد کو بگاڑ سے محفوظ رکھ سکیں۔ اور والدین اپنے بچوں کے دل ودماغ میں رسول اللہ ﷺ کے یہ فرامین نقش کرادیں جو آپ ﷺ نے موسیقی، اور آلاتِ طرب وغناء کی برائی میں بیان فرمایا ہے حدیث میں ہے:

((عن حارث بن ابی اسامة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
"إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً وَّهُدًى لِلْعَالَمِينَ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَمْحَقَ الْمَزَامِيرَ وَالْمَعَازِفَ وَالْخُمُورَ وَالْأَوْثَانَ الَّتِي تُعْبَدُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ)) (رواہ احمد)

"سیدنا حارث بن ابی اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے گانے بجانے کے آلات، موسیقی کا سامان، شراب اور ان بتوں کو جو زمانہ جاہلیت میں پوجے جاتے تھے، ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔"

((عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لَيَكُونَنَّ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ، وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ، وَالْمَعَازِفَ))[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میری امت میں کچھ قومیں ایسی ہونگی جو زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال کرلیں گی۔"

((عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال مَنْ قَعَدَ إِلَى قَيْنَةٍ يَسْتَمِعُ مِنْهَا صَبَّ اللّٰهُ فِي أُذُنَيْهِ الْآنُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[2]

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کسی گانے والی کے پاس بیٹھ کر گانا سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے گا۔"

((عن ابی موسی الأشعری رضی اللہ عنہ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى صَوْتِ غِنَاءٍ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ أَنْ يَّسْتَمِعَ إِلَى صَوْتِ الرُّوحَانِيِّينَ فِي الْجَنَّةِ)) (رواہ الترمذی)

"ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گانے کی

---

[1] رواہ البخاری، احمد، و ابن ماجة۔

[2] روی ابن عسکر فی تاریخه و ابن اصطخری فی امالیه۔

آواز کو شوق سے سنتا ہے' اسے جنّت میں روحانیوں (حوریں جو خوش الحانی سے گائیں گی) کا گانا سننے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

ٹی وی کی تباہ کاریاں

سائنس اور ٹکنالوجی نے دور حاضر میں اپنی ترقی کی انتہا کو چھولیا ہے' اس ترقی سے جہاں انسانوں کے لیے لاکھوں سہولتیں پیدا ہوئی ہیں وہیں کروڑوں کی تعداد میں اس کے نقصانات اور نقصان پہنچانے والے پہلو سامنے آرہے ہیں' انہی میں سے ایک ٹی وی اور انٹرنیٹ کی وبا ہے جس نے ساری دنیا کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے' دنیا میں شاید چند ہی ایسے گھر ہوں گے جو ٹیلی ویژن کی وبا سے محفوظ ہوں' حتّی کہ دیندار حضرات نے بھی اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے سپر ڈال دی ہے کہ ٹی وی کی وبا سے بچنا اب ناممکن ہوگیا ہے' اگر ہم نے اپنے گھر میں ٹی وی نہ رکھا تو بچے قابو میں نہیں رہیں گے اور جن کے گھروں میں ٹی وی ہے تو بچے ان کے گھروں میں جانا شروع کردیں گے اور لڑکیوں کے دوسروں کے گھروں میں جانے آنے کے جو بھیانک نتائج ہیں اس سے کون بے خبر ہے؟ ان کی بات ایک حد تک درست بھی ہے' لیکن اس شیطانی آلہ کو گھر میں رکھنے کے جو نقصانات ہیں اور اس سے شرم وحیا' عزّت وغیرت کا جو جنازہ نکلتا ہے افسوس کہ اکثر لوگوں کو اس کا نہایت ہی کم احساس ہے۔ سینکڑوں چینلز نے اب ہر گھر کو سنیما گھر بنا دیا ہے' کئی لوگوں کا عالم یہ ہے کہ کھانے کے بغیر تو چند دن گذارہ کرلیں گے لیکن ٹی وی کے بغیر نہیں' ان چینلز کی مدد سے دنیا کے ہر ملک کی بے حیائی کو اپنے گھر میں بیٹھ کر صرف بٹن دبانے کی ایک ہلکی سی زحمت سے دیکھا جاسکتا ہے' ان چینلز میں کچھ چینل ایسے ہیں جو رات دن ننگی فلمیں دکھاتے ہیں' مسلم ممالک کے نوجوانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں فحاشی اور بدکاری میں مبتلا کرنے کے لیے یہود ونصاری نے ایسے چینلز کھول رکھے ہیں جو چوبیس گھنٹے فحش فلمیں پیش کرتے ہیں۔ عرب ممالک کے بگڑے ہوئے نوجوانوں میں اسرائیلی چینل بڑا مقبول ہے' نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے اپنے کمروں میں مقفل ہوکر بڑی بے باکی سے اس کا نظارہ کرتے ہیں' اس کے اثر سے مسلم

معاشرے میں جو بے حیائی کا طوفان آ رہا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسلوں کو بہالے جائے گا' اخبارات میں جنسی جرائم کی جو خبریں آ رہی ہیں وہ آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہیں کہ جس طرح یورپ اور امریکہ میں بہن اور بھائی' باپ اور بیٹی کے رشتوں کا کوئی تقدس باقی نہیں بالکل مسلم معاشرہ بھی اسی بے حیائی کی طرف نہایت تیزی سے رواں دواں ہے۔

کویت میں ابھی چند ماہ پہلے ہونے والے واقعات' (جن میں پانچ اور آٹھ سالہ بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے بعد بے دردی سے انہیں قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا) نے کویت کی پُرسکون زندگی میں ایک ہیجان بپا کر دیا اور عوام میں غم اور غصّہ کی شدید لہر دوڑا دی' لیکن بھلا ہو یہاں کی مستعد پولیس کا جنہوں نے چند دنوں میں ان انسانی حیوانوں کو گرفتار کر کے انہیں ان کے کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔

چند سال پہلے ہندوستانی چینل زی ٹی وی نے کیرالا کے ایک باپ اور بیٹی کا انٹرویو پیش کیا جو شوہر اور بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے' اس خبیث باپ سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی سے لطف اندوز ہونے میں کیسی نشاط محسوس کر رہا ہے؟ اور یہی سوال اس ''بیٹی'' سے کیا گیا تو اس درندے ''باپ'' اور بے حیا ''بیٹی'' نے جو جواب دیا وہ انسانیت کے ماتھے پر کلنک ہے اور شرم وحیا قاصر ہے کہ اسے نقل کیا جائے۔

یہ ہیں ہمارے ٹی وی چینل جو اس بے حیائی کو اپنے چینل کی مدد سے ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں اور اس طرح اس خبیث عمل کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں کہ گویا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو انہوں نے انجام دیا۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ انہیں عبرت ناک سزا دی جاتی لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہندوستانی حکومت بھی یہی چاہتی ہے کہ اس طرح کی بے حیائی عام ہو اور انسان اپنی انسانیت کو فراموش کر کے محض ایک حیوان بن جائے۔

فری سٹائل کُشتی اور مار دھاڑ کی فلمیں بچوں کو باغی' سرکش' غنڈہ اور بدمعاش بناتی

ہیں' جاسوسی فلمیں بچوں کو جرائم سکھاتی ہیں' ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں مجرم نے ایک انوکھا جرم کیا' جب وہ پکڑا گیا تو اس نے اقرار کرلیا کہ اس نے جرم کرنے کا یہ فن فلاں فلم سے سیکھا ہے۔

رومانٹک فلمیں بچوں میں جنسی احساس کو بڑھاوا دیتی ہیں اور انہیں ایک پاکیزہ فطری ماحول میں فحاشی اور بدکاری کے بیج بونے کا گُر سکھاتی ہیں' جو لوگ خبریں وغیرہ دیکھنے کے لیے ٹی وی رکھنے کے قائل ہیں' ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ فی الوقت ہندوستانی (اور پاکستانی) ٹی وی چینلز کی حد تک یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ خبریں بھی ایک باغیرت باپ اپنے بچوں اور بچیوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتا' کیونکہ ایڈورٹائزمنٹ اور اشتہارات (Advertisement) کے نام پر ان میں جو بے حیائی کا طوفان برپا کیا گیا ہے وہ بیان سے باہر ہے' کمپنی کی شہرت اور ننگی لڑکیاں لازم وملزوم ہوگئی ہیں' بقول اقبال:

ہند کے شاعر و بت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

بات صرف ہندوستان تک کی ہی نہیں اب یہ ایک عالمی المیہ بن گیا ہے' شاید ہی کوئی ایسا ایڈورٹائزمنٹ (Advertisement) ہو جس میں ایک یا کئی لڑکیاں نیم برہنہ اور ان کے ساتھ بالکل اسی طرح کے نوجوان لڑکوں سے بوسہ بازی کرتے ہوئے نہ دکھائی دیتی ہوں اور چینلوں کی مدد سے اس چھوٹے سے پردۂ سیمیں پر پیش کی جانے والی فلمیں' بچوں اور بچیوں کے اسلامی اخلاق کے لیے زہرِ ہلاہل ہیں' کپڑوں سے عاری تھرکتے ہوئے جسم' عشقیہ غزلیں' تیز دُھنوں پر بجنے والی موسیقی' پھر عشق ومحبت کے حیا سوز مناظر کسی بھی مسلمان گھرانے سے اسلامی غیرت کو ختم کرنے کے لیے کافی ہیں' مشہور مقولہ ہے: ''اِذَا کَثُرَ الْمَسَاسُ قَلَّ الْاِحْسَاسُ'' بار بار ان مناظر کو دیکھنے سے غیرت کا احساس کم یا ختم ہوجاتا ہے۔

غیرت

غیرت ایک مسلمان کا سرمایہ ہے' ایک مرتبہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر چار لوگوں کو گواہ رکھے جب یہ بات سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سنی تو کہا اے اللہ کے رسول! کیا ایسی حالت میں وہ گواہ تلاش کرنے جائے گا؟

((لَوْ رَاَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِی لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرُ مُصْفَحٍ عَنْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ ﷺ أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ فَوَاللّٰهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّیْ مِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ))[1]

''سیدنا سعد بن عبادہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پاؤں تو ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کردوں' جب یہ بات آپ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تمہیں سعد بن عبادہ کی غیرت پر تعجب ہے؟ جب کہ اللہ کی قسم میں ان سے زیادہ باغیرت ہوں' اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ باغیرت ہے' اللہ نے اپنی اسی غیرت کی وجہ سے ہر کھلی چھپی برائی اور بے حیائی کو حرام قرار دیا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غیرت مثالی تھی اور انہوں نے ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی پر جنگ تک کی ہے اور نہ صرف یہ کہ اس بے حرمتی کرنے والے کو' بلکہ اس کی حمایت پر آنے والے پورے قبیلے کو عبرت ناک سزائیں بھی دی ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک عرب عورت بنی قینقاع (جو یہودی تھے) کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور فروخت کر کے (کسی ضرورت کے لئے)

---

[1] صحیح مسلم: حدیث نمبر1499۔

ایک سُنار جو کہ یہودی تھا اس کے پاس بیٹھ گئی' یہودیوں نے اس کا چہرہ کھلوانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا' اس پر اس سنار نے چپکے سے اس کے کپڑے کا نچلا کنارا پیچھے باندھ دیا اور اسے کچھ خبر نہ ہوئی' جب وہ اٹھی تو اس سے بے پردہ ہو گئی اور یہودیوں نے قہقہہ لگایا۔ اس پر اس عورت نے چیخ وپکار مچائی جسے سن کر ایک مسلمان نے اس سنار پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا' جواباً یہودیوں نے مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا' اس کے بعد مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور یہود کے خلاف مسلمانوں سے فریاد کی' نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا' پھر انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔

(الرحیق المختوم: 327)

سلف صالحین کی غیرت وحمیّت کا یہ عالم تھا کہ جہاں عورت کا چہرہ لوگوں کے سامنے کھولنا شرعاً بھی جائز تھا لیکن ان کی غیرت نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ ان سے منسوب کسی عورت کا چہرہ غیر مردوں کے روبرو کھولا جائے۔ ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

سیدنا موسیٰ بن اسحاق رحمہ اللہ تیسری صدی ہجری میں ''رِیّ'' اور ''اہواز'' کے مشہور قاضی گذرے ہیں. ایک مرتبہ ایک عورت نے ان کی عدالت میں اپنے شوہر کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا کہ اس نے اس کے مہر کے پانچ سو دینار ادا نہیں کیے' شوہر نے اس سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اس کا مہر میرے ذمہ باقی نہیں ہے' اس پر اس نے دو گواہ بھی پیش کر دیے. قاضی نے ایک گواہ بلایا اور کہا کہ تم اٹھ کر اس عورت کا چہرہ دیکھو' تاکہ تمہیں گواہی دینے میں کوئی دقت نہ ہو' وہ اٹھ کر جب اس عورت کے پاس جانے لگا تو اس کے شوہر نے پوچھا کہ تمہیں اس سے کیا غرض؟ اسے قاضی کا حکم سنایا گیا کہ جو ہو رہا ہے وہ قاضی کے حکم سے ہو رہا ہے اور گواہ کا عورت کو دیکھنا ضروری ہے. شوہر کی غیرت نے برداشت نہیں کیا کہ اس کی بیوی کا چہرہ لوگوں کے سامنے کُھلوایا جائے' وہ چیخ پڑا اور کہنے لگا: ''میں قاضی کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ جس مہر کا وہ مجھ سے مطالبہ کر رہی ہے وہ میرے ذمّے ہے' اس لیے اب اس کا چہرہ نہ کُھلوایا جائے.'' عورت نے

جب یہ سنا کہ صرف میری بے پردگی کو برداشت نہ کرتے ہوئے میرا شوہر اس خطیر رقم کو ادا کر رہا ہے تو اس نے بھی قاضی کو خطاب کرتے ہوئے کہا آپ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا یہ حق مہر معاف کر کے اسے دنیا اور آخرت میں بری کر دیا۔'' قاضی نے جب عورت کی یہ اعلیٰ ظرفی دیکھی تو کہا کہ اس بات کو مکارمِ اخلاق میں لکھ لو۔''[1]

لیکن افسوس! آج مسلمان گھرانوں میں اسلامی اور ایمانی غیرت کا گراف تیزی سے نیچے گر رہا ہے' غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کی طرف اٹھنے والی ہر آنکھ کو پھوڑ دے' جب بیوی خود کسی مرد سے نظر بازی کرے تو اس کا خون کھول پڑے اور اپنی بیوی کو بھی اس کی سزا دینے سے نہ چوکے' لیکن جب وہ خود اس کو شمع محفل بنا کر شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں لے جاتا ہے اور اپنے دوست احباب سے اس کا تعارف ایسے انداز میں کراتا ہے کہ جس میں دونوں طرف سے فحش قسم کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں اور یہ خود بھی بڑی بے حیائی اور مکاری سے اس کو دیکھتا ہے اور ساتھ ہی دوستوں وغیرہ کی بیویوں سے لطف اندوز ہوتا ہے کہاں گیا پردہ کہاں گئی غیرت اور شرم وحیا۔ افسوس کہ آج گندے اور فحش مناظر اکثر مسلمان اپنے پورے کنبے کے ساتھ بیٹھ کر ٹی وی پر دیکھ رہا ہے اور اہل وعیال سمارٹ مردوں کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں' لیکن ان کی غیرت پر جوں تک نہیں رینگتی۔ شعر

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا اسلامی معاشرے میں فحاشی کو پھیلانا ایک عظیم جرم ہے' جس کی سزا دنیا اور آخرت دونوں میں دی جائے گی' ارشادِ قرآنی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (نور: ۱۹)

''جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی کو پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔''

---

[1] المنتظم لابن جوزی: 12/403۔

دنیوی سزا' معاشرے میں لڑکوں کے انحراف اور لڑکیوں کی ماں باپ اور اسلامی اقدار سے بغاوت ہے۔ رہا آخرت کا عذاب وہ تو برحق ہے۔

انٹرنیٹ کی مصیبت

موجودہ دور کی ٹی وی سے کہیں زیادہ آگے بڑھی ہوئی ایک عام وبا انٹرنیٹ ہے' جسے کمپیوٹر کے پردے پر دیکھا اور سنا جا سکتا ہے' اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کی بدولت ساری دنیا سمٹ کر ایک چھوٹے سے کمپیوٹر میں جمع ہو جاتی ہے' اس کے ذریعے انسان دنیا جہاں کے اخبارات کو صرف ایک بٹن دبا کر پڑھ اور سن سکتا ہے' دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے ہوئے اپنے عزیز' دوست یا رشتہ دار کو ایک پیسہ خرچ کیے بغیر پلک جھپکنے سے پہلے اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے' صرف دو سیکنڈ میں کسی سے بھی مفت میں بات کر سکتا' دنیا کی ہر لائبریری کی کتابیں پڑھ سکتا' کسی بھی اسلامی ویب سائٹ میں جا کر مختلف زبانوں میں' دنیا کے مشہور ومعروف علماء کرام کی تقاریر سن سکتا اور انکے فتاوے اور کتابوں سے استفادہ کر سکتا ہے' غرض کہ دنیا کی لاکھوں ویب سائٹس اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ اس کی ایک ہلکی سی جنبش کی منتظر رہتی ہیں کہ وہ کب انہیں حکم کرے اور وہ اس کی خدمت میں پیش ہوں۔

لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود انٹرنیٹ ایک ایسا آزاد میدان ہے جس کے لیے انسانی دنیا نے آج تک کوئی ضابطۂ اخلاق' قاعدہ اور قانون نہیں بنایا' بلکہ ہر انسان کو یہ آزادی ہے کہ وہ اپنی ایک آزاد ویب سائٹ کھول کر اس میں جو چاہے مواد ڈال دے' یہی وہ کھلی چھوٹ ہے جس کی وجہ سے بے شمار خوبیوں والا انٹرنیٹ انسانیت کے لیے نقصان کا سبب بن گیا۔

لیکن افسوس کتنے ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنے گھر میں انٹرنیٹ لگا رکھا ہے اور بچوں کو پوری چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ اس پر جو چاہے دیکھیں' انہوں نے کبھی اس کی پرواہ ہی نہیں کی کہ ہماری اولاد کہیں اس کا غلط استعمال تو نہیں کر رہی ہے' جن کے گھروں میں انٹرنیٹ نہیں انہوں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو شہروں میں مختلف جگہوں پر

کھلے ہوئے ''انٹرنیٹ کیفے'' میں جانے کی خوشی خوشی اجازت دے رکھی ہے اور انہیں اس بات پر فخر بھی ہے کہ ان کی اولاد انٹرنیٹ پر بھی کام کرتی ہے۔

ان میں سے بعض ''انٹرنیٹ کیفوں'' میں کیا ہوتا ہے اس کی ایک جھلک پاکستان سے شائع ہونے والے روزنامہ ''جنگ'' کے سنڈے میگزین میں ''نیٹ بیتیاں'' کے کالم میں چھپے اس واقعے میں دیکھیے:

ایک روح فرسا واقعہ

بی کام کے ایک طالب علم ریاض احمد رقم طراز ہیں کہ میں قارئین کو ایک روح فرسا واقعہ سنانا چاہتا ہوں جس میں نیٹ اور انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کا ہاتھ ضرور ہے۔ معاشرے میں جہاں اچھے لوگ ہیں وہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جنہوں نے اپنا ضمیر اور ایمان کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دیا ہے' یہ میری زندگی کا انتہائی افسوس ناک اور تلخ ترین واقعہ ہے۔

مجھے روزانہ جس سڑک نما گلی سے گذرنا ہوتا تھا وہاں درمیانی درجے کی بہت سی دوکانیں تھیں' جن میں ایک انٹرنیٹ کیفے بھی تھا' کیفے پر چونکہ اچھی خاصی سرمایہ کاری کی گئی تھی اس لیے وہاں اکثر اونچی فیملیز کے لڑکے اور لڑکیاں آتے جاتے تھے۔

ایک دن اس کیفے سے ایک لڑکی باہر نکلی' مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ اپنے حواسوں میں نہیں ہے' اچانک وہ چکرا کر زمین پر گر گئی لوگوں کا ہجوم اس کے اردگرد جمع ہوگیا' ان میں ایک آنٹی بھی تھیں' انہوں نے قریبی بیکری سے مجھے جوس لانے کے لیے کہا' میرے واپس آنے تک لڑکی ہوش میں تو آ چکی تھی لیکن عجیب سہمی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی' آنٹی نے اس کے پرس کی تلاشی کے دوران اس کے کالج کا کارڈ نکالا' جس پر اس کے گھر کا پتہ لکھا ہوا تھا' آنٹی نے قریب کھڑی ٹیکسی میں لڑکی کو بٹھایا' خود بھی بیٹھیں اور مجھے بھی ساتھ چلنے کو کہا' کارڈ پر درج پتے کے مطابق جب ہم مطلوبہ گھر تک پہنچے تو ایک خاتون نے بہت گھبراہٹ کے عالم میں دروازہ کھولا' شاید وہ اس لڑکی کی والدہ تھیں' میں نے انہیں تسلی دی اور ساتھ ہی اپنا نام اور فون نمبر بھی بتادیا کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ

مجھے بلا سکتی ہیں۔

اچانک ایک روز فون کی گھنٹی بجی، میں نے فون اٹھایا تو کوئی لڑکی فون پر تھی، اس نے مجھے کیفے والا واقعہ یاد دلایا، پھر اس نے مجھ سے صرف اتنا کہا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہے، جب وقت مقررہ پر میں وہاں پہنچا تو وہ پہلے سے ہی موجود تھی، میں نے سلام کے فوراً بعد بلانے کا مقصد دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بہت بڑی مشکل میں ہوں اور مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اس نے بتایا کہ وہ درمیانے طبقے کے لوگ ہیں، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہے اور انٹر کی طالبہ ہے، کچھ دنوں پہلے اس کی دوستی ایک اعلیٰ گھرانے کی لڑکی سے ہوئی جو اس کے ساتھ ہی پڑھتی تھی، اس کے بہت سے مشاغل تھے جن میں سے ایک چیٹنگ کرنا بھی تھا، اس کے اپنے گھر میں کمپیوٹر تھا، لیکن وہ کالج کے قریب ہی واقع ایک کیفے میں جایا کرتی تھی، وہ مجھے صبح شام چیٹنگ کے فوائد بتایا کرتی، اس نے ایک دو دفعہ مجھے بھی کیفے ساتھ چلنے کو کہا، پہلے تو میں انکار کرتی رہی، لیکن ایک دن اس کے بے حد اصرار پر اس کے ساتھ کیفے چلی ہی گئی۔

میں جب کیفے میں داخل ہوئی تو وہاں کا ماحول عجیب پُر اسرار سا لگا، ایک سیدھی سی گلی اور اس کے دائیں بائیں بہت سے کیبنز اور ان کیبنز کے باقاعدہ دروازے بھی موجود تھے جو اندر سے بند کیے جا سکتے تھے، ہم نے بھی ایک کیبن کا دروازہ کھولا اور اس میں بیٹھ گئے، پھر اس نے ایک ویب سائٹ کھولی اور مجھے سائٹس کھولنے اور چیٹ کرنے کے طریقے بتانے لگی، اس وقت بہت سے لوگ مختلف ناموں سے آن لائن تھے، کچھ دیر تک وہ بھی پیغام بھیجتی اور پڑھتی رہی، تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے مجھے آپریٹ کرنے کو کہا اور خود پانی پینے کے بہانے سے چلی گئی، میں نے کچھ دیر تک کمپیوٹر پر الٹے سیدھے ہاتھ مارے، جب دس منٹ ہو گئے اور واپس نہ آئی تو میں کچھ خوف زدہ سی ہو گئی۔

میں نے کمپیوٹر بند کرنا چاہا کہ اچانک مجھے ایک عجیب سی بُو محسوس ہوئی اور پھر مجھے مسلسل چکر آنے لگے، میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر میں نیم بے

ہوشی کے عالم میں تھی کہ اچانک دو سائے کیبن میں داخل ہوئے اور اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوا' تقریبا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میں ہوش میں آئی تو مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوا' میں نے گھبراہٹ کے عالم میں کیبن کا دروازہ کھولا اور باہر کی طرف بھاگی' اچانک کاؤنٹر پر کھڑے شخص نے جو کہ دروازے کے بالکل ساتھ ہی لگا کھڑا تھا' دھمکی آمیز لہجے میں کہا کہ دیکھو! یہاں جو کچھ ہوا ہے کسی کو اس کی خبر نہ ہو' میں گرتی پڑتی باہر نکل آئی اور یہ وہی وقت تھا جب آپ نے مجھے اٹھا کر گھر پہنچایا۔''

ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے میں کالج سے گھر کے لیے نکلی' ذرا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک موٹر بائیک والا میرے قریب آ کر رُکا' اس نے مجھے ایک لفافہ پکڑایا اور یہ جا وہ جا۔ اس میں ایک خط اور کچھ تصویریں تھیں' جب میں نے تصویریں دیکھیں تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی' کیونکہ وہ سب کی سب میری تھیں' اپنی نیم برہنہ تصویریں دیکھ کر میری حالت بدن میں کاٹو تو لہو نہیں والی تھی۔ خط میں ایک پتے کے ساتھ یہ عبارت بھی درج تھی کہ اس پتے پر پہنچ جاؤ ورنہ یہ تصویریں تمہارے گھر بھی بھجوائی جا سکتی ہیں'' (روزنامہ ''جنگ'' سنڈے میگزین یکم دسمبر 2002)

انٹرنیٹ کی آگ نے اس معصوم بچی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا' اللہ نہ کرے کہ یہ منحوس آگ ہمارے بچوں اور بچیوں کے خرمنِ زندگی کو بھسم نہ کر دے!

اے چشمِ اعتبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بے حیائی کا طوفان

جوا اور شراب جس کا نقصان صرف اس کے کھیلنے اور پینے والے تک محدود ہے لیکن قرآن مجید نے ان کے تعلق سے بیان فرمایا:

﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا﴾ (البقرة: 219)

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے حکم کے تعلق سے پوچھتے ہیں' آپ فرمادیں کہ ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے' اگرچہ ان میں لوگوں کیلیے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن انکا گناہ انکے منافع سے کہیں زیادہ ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے شراب کے متعلق دس لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جس کا بیان شراب خوری کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

جب کہ انٹرنیٹ کی برائی کے آگے شراب کی برائی ہیچ ہے' بالخصوص فحاشی اور بے حیائی کا جو طوفان اس سے برپا کیا گیا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ پوری انسانیت کو بہا لے جائے گا' مسلم ممالک نے اس پر قدغن لگانے کی کئی کوششیں کی ہیں صرف سعودیہ نے اپنے ملک میں دو لاکھ سے زیادہ ویب سائٹوں پر پابندی لگائی ہے' لیکن عالم یہ ہے کہ فحاشی کا ایک دروازہ بند کیا گیا تو ہزاروں نئے باب کھل گئے' بقول رسول کریم ﷺ:

((تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ)) (رواه مسلم عن حذيفة رضي الله عنه: 144)

لگاتار فتنے دلوں پر ایسے پیش کئے جائیں گے جیسے کہ حصیر کی کاڑیاں (جب نکلنی شروع ہوتی ہیں تو یکے بعد دیگرے نکلتی ہی جائیں گی) اور جو دل اس فتنے کو قبول کرلے تو اس پر ایک سیاہ نکتہ لگادیا جاتا ہے' اور جو دل اس فتنے کو قبول نہیں کرے گا تو اس میں ایک سفید نکتہ بٹھادیا جائے گا۔

آج دنیا پر فتنوں کی بارش ہورہی ہے اور ہر فتنہ اپنی ہلاکت خیزیوں میں دوسرے سے کہیں آگے بڑھا ہوا ہے' کل تک فلموں اور تھیٹروں کا رونا تھا آج ٹی وی اور ڈش وغیرہ نے ہر گھر کو سنیما ہال بنادیا ہے' تھیٹروں کی برائی محدود تھی لیکن ٹی وی وغیرہ کی بے حیائی نے انہیں میلوں پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اب رہی سہی کسر انٹرنیٹ نے پوری کردی ہے' مزید کتنے نت نئے فتنے برپا ہونگے اللہ جانے کیا ہوگا آگے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

آج ایمان کی حفاظت انگاروں پر چلنے کے برابر ہے' زبانِ نبوت کے الفاظ میں:

((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِيهِمْ عَلَى دِينِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ)) (ترمذی 4/ 526 (2260))

ایسے میں والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور اپنی اولاد کے سلامتیء ایمان کی فکر کریں:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (التحریم:6)

''اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں''

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے اپنے معاشرے میں ان برائیوں کو رواج دیکر جو ببول کے پیڑ بوئے تھے اب اس کی فصل کاٹ رہے ہیں' کتنے شریف گھرانوں کی لڑکیاں ہیں جنہوں نے اسلامی اقدار کو تج دیا اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے رُسوائی کا باعث بن گئیں اور کتنی ایسی ہیں کہ جو اپنی عفت وعصمت کو کوڑیوں کے دام بیچ کر اور غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ بھاگ گئیں' اس طرح کے سینکڑوں واقعات روزانہ پیش آرہے ہیں لیکن افسوس کہ اصل محرکات پر کسی کی نظر نہیں جاتی اور معاشرے میں ان شر اور فساد کے دروازوں کو بند کرنے کے لیے کوئی مہم نہیں چلائی جاتی۔

اب جب کہ ساری دنیا انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے پریشان ہے' کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے کہ اس بلا کو کس طرح روکا جائے تو ایسے میں والدین کا فرض بنتا ہے کہ طوفان آنے سے پہلے اسکا سدّ باب کریں اور اولاد کے بگڑنے سے پہلے ان کی اصلاح کیلیے قدم اٹھائیں تاکہ آگے چل کر انہیں کفِ افسوس نہ ملنا پڑے:

وطن کی فکر کر ناداں' قیامت آنیوالی ہے
تیری بربادیوں کے تذکرے ہیں آسمانوں

باب : ۶

بچیوں کی تربیت

لڑکیوں کے لیے پردہ کا حکم

والدین کے لیے ضروری ہے کہ اپنے لڑکوں کو غیر محرم عورتوں کی طرف نظر ڈالنے سے روکیں' اور لڑکیوں کو نامحرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیں' اس لیے کہ فطری طور پر مردوں میں عورتوں کے لیے رغبت رکھی گئی ہے' جب وہ بے پردہ عورت کا عریاں جسم دیکھتا ہے تو شہوت اور رغبت کو پورا کرنے کے لیے اس کی طرف لپکتا ہے' آج کل کے اخبارات اس بات پر گواہ ہیں کہ کس طرح مرد بے پردہ سالی' بھابی' ہمسائی اور اجنبی عورت کے ساتھ بُرے کام میں ملوث ہوتے ہیں۔

پردہ کے متعلق مشہور اسلامی اسکالر' محدّث اور سیرت نگار' استاذِ محترم مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کے لیے پردہ اسلامی شریعت کا ایک واضح حکم ہے' اور اس کا مقصد بھی بالکل واضح ہے' اسلام نے انسانی فطرت کے عین مطابق یہ فیصلہ کیا ہے کہ عورت اور مرد کے تعلقات پاکیزگی' صفائی اور ذمہ داری کی بنیاد پر استوار ہوں اور اس میں کہیں کوئی خلل داخل نہ ہونے پائے' اسی لیے اسلام نے زنا اور اس کے اسباب ودواعی پر مکمل قدغن لگائی ہے' کیونکہ یہ تکمیلِ خواہشات کا خالص حیوانی ذریعہ ہے' جس میں طہارت اور ذمہ داری کی ادنیٰ سی بھی جھلک موجود نہیں' بلکہ یہ جسمانی اور روحانی آفات کا سرچشمہ ہے۔

اسلام نے اس برائی کے سدّ باب کے لیے تین تدابیر اختیار کی ہیں:

❀ ربانی ارشاد و ہدایت اور نبوی وعظ و تذکیر:

اس کا بیان کتاب اللہ کی آیات اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مختلف ابواب میں نہایت مؤثر اور بلیغ انداز میں موجود ہے' کہیں عفت و عصمت پر بہترین اجر وانعام کا ذکر ہے تو کہیں فحش کاری پر وعید شدید۔

❀ حدود اور سزائیں:

جس کے تحت غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے مارنے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کا انتہائی شدید ترین حکم ہے۔

❀ غیر محرم مرد وعورت کی ایک دوسرے سے مکمل علیحدگی اور ان کے باہمی اختلاط پر دوٹوک پابندی اور اس پابندی کا حصّہ یہ ہے کہ اگر عورت کو گھر سے باہر نکلنا اور اجنبی مردوں کے سامنے سے گذرنا پڑے تو وہ پردہ کرلے۔

(پیشِ لفظ: مسلمان عورت کا پردہ اور لباس)

پردہ کا حکم ۵ھ میں نازل ہوا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا' نبی ﷺ نے اس وقت پردہ لٹکا دیا اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو اس سے پہلے بے دھڑک آپ ﷺ کے گھر میں آتے جاتے تھے' آپ نے انہیں بلا اجازت داخل ہونے سے منع کر دیا' اس موقعہ پر نازل ہونے والی آیت یہ تھی:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ﴾

جب ان (اُمّہات المومنین) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔[1]

نظر بازی زنا کاری کا پیش خیمہ ہے' اس لیے اسلام نے سب سے پہلے اس پر پابندی لگائی اور مرد اور عورت دونوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی نظریں پست رکھیں اور اپنی

[1] صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لاتدخلوا بیوت النبی الاّ ان یوذن لکم. صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب: زواج زینب بنت جحش۔

عزت کی حفاظت کریں:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾ (نور: 30)

"آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

اور بالکل یہی حکم عورتوں کو بھی دیا گیا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (نور: 31)

آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں۔

یہ حکم اس بات کا غماز ہے کہ نظر کی بے احتیاطی کا عصمتوں کی پامالی سے چولی دامن کا رشتہ ہے' اسی لیے حکیم وخبیر اللہ تعالیٰ نے غضّ بصر کے ساتھ اس کا فائدہ بھی ذکر کر دیا کہ اس سے عصمتوں کی حفاظت ہوتی ہے۔

مرد کی نگاہ ہوسناک ہوتی ہی ہے' اسی لیے اسے منع کیا گیا کہ وہ عورتوں کی طرف گھور گھور کر دیکھے' اچانک پڑنے والی نگاہ کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ فرمایا:

((يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ الْأُوْلٰى لَكَ وَالْآخِرَةَ عَلَيْكَ))[1]

"اے علی (رضی اللہ عنہ)! نظر پر نظر نہ ڈالو' اس لیے کہ پہلی نظر تو تمہارے لیے (معاف) ہے اور دوسری تم پر (گناہ) ہے۔" بقول شاعر:

اس بارگاہِ حسن میں لازم ہے احتیاط
پہلی نظر تو معاف ہے دوسری مگر حرام

لیکن عورت کی نگاہ بھی کچھ کم قیامت نہیں ڈھاتی' بالخصوص وہ نگاہ جو ترچھی ہو'

---

[1] ترمذی: حدیث نمبر 2777۔ دارمی۔ مستدرك حاكم۔ صحیح علی شرط مسلم۔

کنکھیوں سے دیکھی جائے، شرمیلی ہو اور شراب کی سی مستی لیے ہوئے نیم باز ہو اور ایسی نگاہیں کھلے طور پر برائی کی دعوت دیتی ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْقَلْبُ یَشْتَهِیْ وَیَتَمَنّٰی وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِكَ اَوْ یُكَذِّبُهٗ)) (رواہ مسلم)

"آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے، دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔"

مطلب یہ کہ آنکھوں کے راستے سے جو خوب صورت تصویر مرد کے دل میں اترتی ہے۔ دل اس کے لیے مچلنے لگتا ہے اور دماغ اس کے لیے سازشیں کرتا ہے اور آخر میں شرم گاہ کی باری آتی ہے اگر وہ اس میں کامیاب ہو گیا تو، جو زنا اب تک مجازی تھا وہ حقیقی روپ دھار لیتا ہے اور اگر وہ اس برائی کے کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو پھر یہ زنا مجازی ہی رہتا ہے حقیقی نہیں ہوتا۔ عورتوں کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝﴾ (نور: 31)

"آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رکھیں، اور اپنا بناؤ سنگار ان لوگوں کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ،

اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے' اپنے میل جول کی عورتیں' اپنے لونڈی غلام اور وہ ماتحت مرد جو شہوت نہیں رکھتے' اور وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں ہیں' وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں تاکہ اس زینت کا لوگوں کو پتہ چلے جو انہوں نے چھپا رکھی ہیں' اے مومنو تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو' توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔''

ان آیات میں محرم سے پردہ کی رخصت دی گئی ہے' محرم میں ایسے تمام رشتہ دار شامل ہیں جن سے عورت کا نکاح دائمی یا عارضی حرام ہے' اور وہ یہ ہیں:

☆ باپ' اس میں دادا' نانا' پردادا' پرنانا اور سسر شامل ہیں۔

☆ حقیقی بیٹے' اس میں پوتے' پڑپوتے' نواسے پرنواسے' داماد اور اسی طرح سوتیلے بیٹے اور ان کے اولاد اور احفاد شامل ہیں

☆ بھائی چاہے وہ حقیقی ہوں یا سوتیلے' علاتی ہوں یا اخیافی' اسی میں بھتیجے اور بھانجے اور ان کی اولاد تمام شامل ہیں۔

☆ حقیقی چچا اور حقیقی ماموں۔

☆ رضاعی باپ اور رشتہ داروں سے۔ نسب سے جو رشتے حرام ہیں دودھ پلانے سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔

☆ عام بچوں سے جب تک ان میں شہوانی جذبات بیدار نہ ہوئے ہوں۔

☆ ایسے نوکر چاکروں سے جن میں ہم بستری کی رغبت نہیں جیسے بچے اور بوڑھے۔

☆ ایسی بوڑھی عورتیں جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہیں' اگر وہ پردہ نہ کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے' ہاں اگر پردہ کریں تو بہتر ہے۔

ان کے علاوہ تمام نامحرم رشتہ دار جیسے: دیور' جیٹھ' بہنوئی' چچا زاد بھائی' خالہ زاد بھائی' ماموں زاد بھائی' شوہر کا بھتیجا' بھانجا وغیرہ سے' اسی طرح غیر رشتہ دار (سہیلی کا شوہر' شوہر کا دوست وغیرہ) سے' ہجڑوں سے' غلط قسم کے آوارہ اور مشتبہ مسلم و غیر مسلم

خواتین سے پردہ کرنا ہوگا۔

چہرہ کا پردہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝﴾ (احزاب: 59)

"اے نبی! (ﷺ) آپ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنے چہروں پر اپنے گھونگھٹ ڈال لیا کریں' اس سے قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور انہیں تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ

((أَمَرَ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوتِهِنَّ فِي حَاجَةٍ أَنْ يُّغَطِّينَ وُجُوهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ الْجَلَابِيبِ وَيُبْدِينَ عَيْنًا وَاحِدَةً))

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کے تحت اپنے گھروں سے نکلیں تو وہ اپنے چہروں کو اوڑھنیوں سے ڈھانپ لیں اور صرف ایک آنکھ ظاہر کریں۔

پھر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((لَا يُشَبِّهْنَ بِالْإِمَاءِ فِي لِبَاسِهِنَّ إِذَا هُنَّ خَرَجْنَ مِنْ بُيُوتِهِنَّ لِحَاجَتِهِنَّ فَكَشَفْنَ شُعُورَهُنَّ وَوُجُوهَهُنَّ وَلٰكِنْ يُّدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ لِئَلَّا يَعْرِضَ فَاسِقٌ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُنَّ حَرَائِرُ بِأَذًى مِنْ قَوْلٍ))

جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو لباس میں اپنے بالوں

اور چہروں کو کھلا رکھ کر لونڈیوں کی وضع نہ اپنائیں' بلکہ اپنے چہرے پر گھونگھٹ ڈال لیا کریں تا کہ جب فاسق کو معلوم ہو گا کہ وہ شریف ہیں' تو ان سے کوئی بیہودہ بات نہیں کرے گا (تفسیر طبری)

بے شمار احادیث مبارکہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت اپنے چہرے کا پردہ کرے:

☆ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حديث الإفك کی لمبی روایت میں فرماتی ہیں:

((فَخَمَّرْتُ وَجْهِي حِيْنَ سَمِعْتُ اسْتِرْجَاعَهُ))

جب میں نے ان (سیدنا صفوان بن معطل السلمی رضی اللہ عنہ) کے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کی آواز سنی تو اپنے چہرے کو اوڑھنی سے ڈھانپ لیا۔ (بخاری)

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت "كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا' فَإِذَا جَاوَزُنَا كَشَفْنَاهُ))

(ابو داؤد)

"ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سواروں کے قافلے ہم پر سے گذرتے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں' جب وہ ہمارے قریب آتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنے گھونگھٹ کو اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیا کرتیں' اور جس وقت وہ گذر جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول لیتیں۔"

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان عورت کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو چہرے کا پردہ لازمی کرے' اس لیے کہ چہرہ ہی خوبصورتی یا بدصورتی کا عنوان ہے۔

مشہور اسلامی اسکالر' محدث اور سیرت نگار' استاذِ محترم مولانا صفی الرحمٰن صاحب

مبارکپوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ چونکہ چہرہ حُسن وقبح کا اصل معیار ہے اور اس پر ابھرنے والے تاثرات دلی جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں اور نگاہ پیغام رسانی کا کام انجام دیتی ہے بلکہ سوئے ہوئے جذبات اور احساسات کو ابھارتی بھی ہے اس لیے پردے کے حکم کا اولین نشانہ یہ ہے کہ چہرہ نگاہوں سے اوجھل رہے اور نگاہ سے نگاہ ٹکرانے نہ پائے.

مگر یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ علماء نے سب سے بڑھ کر اسی مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور بہت سے پُر جوش لوگوں نے اس بے احتیاطی کو عین منشائے اسلام قرار دیا ہے اور اس کے لیے عجیب وغریب ''دلائل'' پیش کئے ہیں چنانچہ ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ عورت کو حالتِ نماز میں چہرہ اور ہاتھ کُھلا رکھنے کی اجازت ہے انہیں ڈھانپنے کا حکم نہیں ہے اس لیے کہ یہ دونوں پردے کے دائرے سے خارج ہیں۔

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ بالکل بیہودہ دلیل ہے کیونکہ نماز کی ستر پوشی ایک الگ چیز ہے اور انسانوں سے پردہ الگ چیز۔ بسا اوقات نماز میں ایک چیز کے پردے کا حکم ہے مگر انسانوں سے اس کے پردے کا حکم نہیں مثلاً: مرد کو نماز میں کندھے ڈھانپنے کا حکم ہے مگر انسانوں کے سامنے نہیں اسی کے برعکس یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز میں ایک چیز کے پردے کا حکم نہ ہو اور انسانوں کے سامنے ہو۔ درحقیقت نماز میں ستر کا حکم کچھ اور مقاصد رکھتا ہے اور انسانوں سے پردے کا حکم کچھ اور ہی مقاصد رکھتا ہے لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے''۔ (پیشِ لفظ: مسلمان عورت کا پردہ اور لباس)

شرعی پردہ ڈھیلا ڈھالا اور چہرہ ہاتھ اور سارے جسم کو چھپانے والا ہو اتنا چُست نہ ہو کہ جسم چُھپنے کے باوجود نمایاں اور لوگوں کو راغب کرنے والا ہو نظریں ہٹانے والا ہو نہ کہ نظریں جمانے والا نقش ونگار والا نہ ہو لیکن افسوس کہ آج برقعے کے نام پر جو کالا لباس پہنا جاتا ہے وہ اس قدر دلکش اور جاذبِ نظر ہوتا ہے کہ بقولِ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بوڑھی پر بھی جوان کا گمان ہوتا ہے:

بسے خوش قامتے کہ زیرِ چادر باشد
چوں باز کنی مادرِ مادر باشد

بہت سی خوش قامت عورتیں جو چادر میں ہوتی ہیں' جب ان سے چادر ہٹائی جائے تو ماں کی ماں (نانی) ہوتی ہیں (یعنی خوش رنگت چادر نے انہیں خوش قامت بنا دیا)

اسی طرح آج کل کا کالا برقعہ بھی اپنی افادیت کھو رہا ہے' حال یہ ہے کہ برقعہ پہنا ہے' خوب صورت اسٹائلش' نیا ڈیزائن' پرنٹڈ' چمک دار' رنگیلا' بھڑکیلا اور کچھ نہیں تو اس کے اوپر سنہری ڈوریاں' خوبصورت اسٹیکرز' گولڈن بٹن اور خوبصورت' دلکش اور دیدہ زیب اسکارف' پردہ کا پردہ اور ساتھ ہی دعوت نظارہ۔ بقول کسے:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

برقعہ بجائے ستر وحجاب واخفائے زینت کے' خود اظہارِ زینت کا ایک بڑا وسیلہ بن گیا' ادھ کھلا چہرہ جس سے غازہ وکاجل صاف جھلک رہا ہے' چہرے کی تزئین وآرائش کا پورا اہتمام ہے' مہندی سے رنگے ہوئے مزین ہاتھ' ان تمام حشر سامنیوں کے ساتھ' تقویت حسن کے لیے گورے چہرے پر کالا برقعہ' اچھے اچھوں کا تقوی توڑنے کے لیے کافی ہے۔ اسی پر کسی دل جلے نے کہا تھا:

نظر آتے ہیں جو بازاروں میں کالے بُرقعے
اپنے پردے میں ہی بے پردگی پالے بُرقعے
نام کل تک تھا ابھی' جن کا حیا داروں میں
آج وہ منہ کھولی ہوئی پھرتی ہیں بازاروں میں
کالے بُرقعے کو بھی ایک فتنہء تازہ کہیے
اس کو پردہ نہیں پردے کا جنازہ کہیے

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو سختی سے پردہ کا پابند بائیں' انہیں

خوشبو لگا کر چلنے' لوچ دار' شیریں آواز سے بات کرنے' پاؤں کی جھنکار اور دلکش اداؤں سے روکیں' شرعی حجاب کی خوبیاں ان کے سامنے بیان کریں اور انہیں یہ بتلائیں کہ جب تک وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گی اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں بنیں گی۔

قانونِ حجاب کی برکات

یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے قانونِ حجاب کی کشش نے کئی غیر مسلم خواتین کو مسلمان بنایا ہے' ''نو مسلم خواتین کے مشاہدات'' کے نام سے چھپنے والی کتاب میں محترمہ خولہ نکاتا (جاپان) لکھتی ہیں:

''منی سکرٹ کا مطلب ہوتا ہے کہ اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو مجھے لے جاسکتے ہیں۔ جب کہ حجاب صاف طور پر بتلاتا ہے کہ ''میں آپ کے لیے ممنوع ہوں''۔ اپنا مذہب تبدیل کرنے سے پہلے بھی کسی عورت کے جسم کو دیکھنا جو اس کی جلد سے چپکے ہوئے باریک لباس سے جھلکتا تھا' مجھے پریشان کر دیتا تھا' مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں نے کوئی ایسی چیز دیکھ لی ہے جس کو مجھے دیکھنا نہیں چاہیے تھا۔ اگر یہ بات ایک عورت کو پریشان کر سکتی ہے تو مردوں کو کتنا متاثر کرتی ہوگی''۔

محترمہ لیلی لیسالوت وتمان (امریکہ) کہتی ہیں کہ جب میں حجاب استعمال کرنے لگی تو مجھے امن وامان کا سایہ مل گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ پردہ کے باعث تمام لوگ میرا احترام کرنے لگے ہیں اب مجھے کوئی تنگ نہیں کرتا' نہ سڑک پر اور نہ بس وغیرہ پر۔''

محترمہ ہدیٰ خطاب (برطانیہ) کا کہنا ہے: ''جو چیز مجھے اسلام کی طرف کھینچ لائی ہے وہ پردہ تھا اور مسلمان خواتین کا یہ سکارف اور لباس غیر مردوں کی نظریں عورت کی طرف سے ہٹا دیتا ہے''۔

نیکی کی تم تصویر ہو' عفت کی تم تدبیر ہو!
ہو دین کی تم پاسباں' ایمان سلامت تم سے ہے

(ماہنامہ محدث لاہور)

پردہ کے متعلق اسلامی احکامات

یہ اسلام کی وہ تعلیمات تھیں جو اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے اُس مسلمان اور مومن معاشرہ کو دیں' جو اس کائنات کا' ایمان' تقویٰ' اخلاص للّٰہیت ' شرم وحیا' عفت وعصمت کی حفاظت کے لحاظ سے بہترین زمانہ تھا' اس سے بہتر دور نہ چشمِ فلک نے کبھی دیکھا تھا اور نہ کبھی دیکھے گا' لیکن اس نے انسانیت کو ایسی تعلیمات سے نوازا کہ جس پر عمل کر کے قیامت تک آنے والی ساری فحاشیوں کا سدّ باب کیا جا سکتا ہے' حالانکہ اس وقت انسان کی جنسی ہوس نے وہ خطرناک روپ نہیں دھارا تھا جو آج ہے' عریانیت وفحاشی کا وہ بازار گرم نہیں ہوا تھا جو آج ہے' اس کے باوجود آپ ﷺ نے مسلم خواتین کو پردے کی پابندی کی تلقین فرمائی اور عفت وعصمت کی حفاظت کی وہ تعلیمات عنایت فرمائیں کہ جس سے عمدہ انتظام اور تعلیم کسی بھی مذہب میں ملنی ناممکن ہے۔

اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

① ((عن ام سلمة رضی اللہ عنہا قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ مَيْمُوْنَةُ فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا، أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟))[1]

''سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھیں' اتنے میں سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے' اور یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے' آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ تم دونوں پردے میں چلی جاؤ' ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی پہچان سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

[1] رواہ ابوداؤد والترمذی۔

لیکن تم دونوں تو نابینا نہیں ہو' تم تو اسے دیکھ رہی ہو۔"

سبحان اللہ ! رسول اکرم ﷺ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں ﴿وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ اور آنے والے صحابی نابینا اور روحانی بیٹے کے حکم میں ہیں' لیکن آپ علیہ السلام نے ان سے بھی اپنی ازواج مطہرات کا پردہ کروا کر امت کو قیامت تک کے لیے عملی اسوہ پیش کیا۔

لیکن افسوس ہمارے معاشرے میں خواتین مردوں کی نظروں سے بچنے کے لیے برقعہ کا استعمال کرتی ہیں' لیکن کسی مرد کو دیکھنا مقصود ہو تو پردے کی اوٹ سے نظر بازی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اسی پر کسی دل جلے نے کہا تھا:

پلٹ کر مظہری نے ایک نگاہ ڈالا تو مجرم ہے
تمہیں حق ہے کہ تم جھانکا کرو شاعر کو چلمن سے ؟

ایک حدیث میں کسی مسلمان عورت کو کسی غیر محرم کے ساتھ پل بھر کے لیے بھی تنہائی میں رہنے کو ناجائز قرار دیا۔

② ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللّٰه ﷺ قال "لَا یَخْلُوَنَّ اَحَدُکُمْ بِامْرَاَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ)) (بخاری ومسلم)

"سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے' سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو۔"

ایک اور حدیث میں اپنے شوہر کے قریب ترین مرد رشتہ داروں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

③ ((عن رسول اللّٰه ﷺ قال اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ ؟ قَالَ اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)) (بخاری ومسلم)

"رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ عورتوں کے پاس (ان کی تنہائی '

میں) داخل ہونے سے بچو' ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! دیور کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (عورت کے حق میں) دیور تو موت ہے''

④ اللہ تعالیٰ دل' دماغ' آنکھ اور کان کے غلط استعمال سے منع فرماتا ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾(الإسراء: 36)

''بیشک کان' آنکھ اور دل ان تمام کے متعلق بروز قیامت پرسش ہوگی''

⑤ اچانک پڑنے والی نظر کے متعلق حکم۔

((عن جرير رضي الله عنه قال سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَاءَةِ فَقَالَ اصْرِفْ بَصَرَكَ)) (مسلم)

''سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک پڑنے والی نظر کے متعلق دریافت کیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نظر پھیر لو۔''

یہ وہ واضح اور روشن تعلیمات ہیں جن پر دنیا کا کوئی بھی معاشرہ اور کوئی بھی طبقہ چاہے وہ بوڑھوں کا ہو یا جوانوں کا' مردوں کا ہو یا عورتوں کا' حاکموں کا ہو یا محکوموں کا' ان ابدی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرے گا' تو وہ ہر اس برائی سے محفوظ رہے گا جو اس کی شرافت کو نقصان پہنچائے اور اس کے اخلاق کو بے پردگی' اختلاط' فحاشی اور حرام نظر بازی سے محفوظ کر کے شرافت و پاکیزگی' امن و استقرار اور شرف و سعادت کے بامِ اوج پر پہنچائے' ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ اس طریقہ پر گامزن ہے جسے بنانے والا عرشِ عظیم کا رب ہے۔

اس دور میں جب کہ عریانیت ایک فیشن بن چکی ہے' ٹی وی' ڈش انٹینا' انٹرنیٹ' کیمرہ' فون کیمرہ' وال پوسٹرس اور عریاں اشتہارات وغیرہ کا ایک سیلاب آچکا ہے چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں تک جنسی رموز ونکات سے نہ صرف آشنا بلکہ کسی حد تک ماسٹر بن چکے ہیں' لہٰذا ان خرافات سے بچنے کے لیے ان فرامینِ الٰہیہ پر سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ انسان دنیا و آخرت کے نقصان سے محفوظ رہ سکے۔

باب : ۷

معاشرتی تربیت

اولاد پر والدین کے حقوق

والدین انسان کے اس دنیا میں آنے کا سبب ہیں' والدین نے اپنی اولاد کے لیے لاکھوں دکھ جھیلے' ہزاروں پریشانیاں اٹھائیں' تب جا کر اولاد کہیں جوان ہوئی اور ہٹے کٹے جسم اور مضبوط اعصاب کی مالک بنی' اپنی اولاد کو جواں کرتے کرتے والدین خود بڑھاپے کو پہنچ گئے' انہیں مضبوط اور صحت مند بناتے بناتے خود کمزوری اور انحطاط کو پہنچ گئے۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے حق کو اپنے حقوق کے بعد ذکر کیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○﴾ (بنی اسرائیل: 24-23)

''تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کسی کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو' اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تم انہیں ''اُف'' بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے خوب ادب سے بات کرو۔ اور ان کے لیے شفقت سے انکساری کے بازو کو جھکائے رکھو اور یوں دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب ان دونوں پر ایسی ہی رحمت کرنا جیسے کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے' جیسا کہ سورہ لقمان میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے ﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ (میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکر بجا لا) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے زیادہ اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر ہی کی طرح والدین کا شکر گذار ہونا واجب ہے۔ (تفسیر قرطبی)

والدین کی خدمت واطاعت اور تعظیم وتکریم ہر عمر میں واجب ہے' چاہے وہ بوڑھے ہوں یا جوان۔ لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ بڑھاپے میں اکثر انسان چڑچڑے ہو جاتے ہیں' ان میں ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہو جاتی ہے اور عقل وخرد بھی جواب دینے لگ جاتی ہے' ایسے میں انسان ایسی خواہشات کرنے لگتا ہے جو بسا اوقات بچوں کی سی ہوتی ہیں اور کچھ مطالبات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا پورا کرنا بعض اولاد کے لیے مشکل ہو جاتا ہے' تو ایسے عالم میں بچے اپنے والدین سے جھنجھلا اٹھتے ہیں اور ایسے وقت اللہ تعالیٰ نے اولاد کو ان کا بچپن یاد دلایا کہ تم بھی کبھی اپنے والدین سے زیادہ ضعیف وکمزور تھے' کچھ جانتے نہیں تھے' دنیا سے بے خبر تھے' اس وقت انہوں نے تمہاری کمزوری پر' تمہاری محتاجی اور بے مائیگی پر جس طرح اپنی راحت اور خواہشات کو قربان کر ڈالا اور تمہاری بے عقل کی باتوں کو محبت و پیار سے برداشت کیا' تو تمہاری عقل وشرافت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان کے ان لاکھوں سابقہ احسانات کے عوض ان سے اسی محبت شفقت اور رحمت کا سلوک روا رکھو' جیسا انہوں نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝﴾ (لقمان: 14)

''ہم نے انسان کو اپنے والدین (کا حق پہچاننے) کی تاکید کی ہے' اس کی

ماں نے اسے ضعف پر ضعف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (ہم نے اسے نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکر بجا لا' میری ہی طرف پلٹنا ہے۔"

ماں باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو والدین کے حقوق سمجھنے اور پہچاننے کی ترغیب دیں' اس طرح کہ وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کریں اور ان کی اطاعت و خدمت کریں اور ان کے بڑھاپے کی رعایت کریں' ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں' ان کی وفات کے بعد ان کے حق میں دعائے مغفرت اور ان کی جانب سے صدقہ و خیرات کرتے رہیں۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ رسول پاک ﷺ کے یہ ارشادات عالیہ اپنے بچوں کو ان کے بچپن ہی سے ذہن نشین کراتے رہیں تاکہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اس پر عمل پیرا ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے:

((عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، عن النبی ﷺ انه قال رِضَى اللّٰهِ فِىْ رِضَى الْوَالِدَيْنِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِىْ سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ))[1]

"سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے"

((عن عبداللّٰه بن عباس رضی اللہ عنہما قال مَا مِنْ مُسْلِمٍ لَهُ وَالِدَانِ مُسْلِمَانِ يُصْبِحُ لَهُمَا مُحْتَسِبًا اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ لَهُ بَابَيْنِ يَعْنِىْ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَاِنْ غَضِبَ اَحَدُهُمَا لَمْ يَرْضَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهُ، قِيْلَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ؟ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ))

(رواه البخاری فی الأدب المفرد)

[1] اخرجه الترمذي وصححه الحاكم و ابن حبّان۔

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ: ''جس مسلمان کے مسلم والدین حیات ہیں وہ ان دونوں (کی خدمت کر کے) اللہ تعالیٰ سے اجر کا طلب گار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتے ہیں، اگر ان میں سے ایک زندہ ہے تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک اس سے ناراض ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس وقت تک راضی نہیں ہونگے جب تک کہ وہ اس سے راضی نہ ہو جائے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر والدین اس کے ساتھ ظلم بھی کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ کہ وہ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔''

☆ والدین سے حُسنِ سلوک جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ افضل ہے:

((عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ قال سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ الصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)) (متفق علیه)

''سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کا وقت پر پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کونسا؟ تو آپ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک، میں نے پوچھا: پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد۔''

((عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہما قال قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ اُجَاهِدُ قَالَ اَلَكَ اَبَوَانٌ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ)) (رواه البخاری)

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ! انہی

کی خدمت میں حد درجہ کوشش کرو۔"

((عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال: اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اُبَایِعُكَ عَلَی الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِی الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ فَقَالَ هَلْ مِنْ وَالِدَیْكَ حَیٌّ؟ قَالَ بَلْ كِلَاهُمَا قَالَ فَتَبْتَغِی الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَیْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا)) (رواہ مسلم)

"سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہو کر آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنا چاہتا ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں دونوں حیات ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم واقعی اللہ تعالیٰ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے کہا ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوٹ جاؤ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

ماں کا حق

دو وجوہات کی بنا پر ماں کا حق باپ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے:

- اس لیے کہ ماں اپنے بچے کے لیے حمل اور ولادت کے مشکل ترین لمحات سے گذرتی ہے' جس میں اس کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے' بسا اوقات عورت کی جان بھی اس میں چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد رضاعت کا مرحلہ پیش آتا ہے جس میں ماں اپنے جسم کے خون کو میٹھے دودھ کی شکل میں اپنے بچے کے حلق میں اتارتی ہے اور اس کی تربیت اور پرورش میں باپ سے کہیں زیادہ حصہ لیتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۝﴾ (لقمان: 14)

''ہم نے انسان کو اپنے والدین (کا حق پہچاننے) کی تاکید کی ہے' اس کی ماں نے اسے ضعف پر ضعف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (ہم نے اسے نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکر بجا لا' میری طرف پلٹنا ہے۔''

❁ اللہ رب العزت نے ماں میں فطری طور پر اولاد کے لیے زیادہ محبت وشفقت' نرم دلی اور مہربانی رکھی ہے' جب کہ باپ میں فطری طور پر سختی اور تندی' اولاد باپ سے ڈرتی ہے اور ماں سے کچھ زیادہ ہی شوخ و بے باک رہتی ہے' کبھی یہ شوخی گستاخی کی حدود کو بھی چھونے لگتی ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم محمد ﷺ نے ماں کے حق کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا تاکہ انسان ماں کے احترام کے معاملے میں کوتاہی اور پہلوتہی نہ کرے۔

○ ((عن ابی هريرة رضي الله عنه قال جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ أُمُّكَ' قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أَبَاكَ))

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کونسی ہستی میرے حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے؟' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری ماں اس شخص نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری ماں اس شخص نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں۔ اس شخص نے پوچھا: پھر کون؟ تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا باپ'' (بخاری)

○ ((عن بريدة رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً كَانَ حَامِلاً فِي الطَّوَافِ أُمَّهُ يَطُوْفُ بِهَا فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ هَلْ أَدَّيْتُ حَقَّهَا؟ قَالَ: لَا' وَلَا

بِزَفْرَةٍ وَاحِدَةٍ)) (رواہ ابن کثیر فی تفسیرہ)

''سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ماں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر طواف کر رہا تھا' اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا اس طرح میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں' اس ہلکی سی چیخ کا بھی نہیں جو تمہیں جنم دیتے ہوئے تمہاری ماں کے منہ سے نکلی۔''

○ ((عن بریدۃ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي حَمَلْتُ أُمِّي فَرْسَخَيْنِ فِي رَمْضَاءَ شَدِيدَةٍ لَوْ أُلْقِيَتْ فِيهَا بُضْعَةُ لَحْمٍ لَنَضِجَتْ، فَهَلْ أَدَّيْتُ شُكْرَهَا؟ فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ لِطَلْقَةٍ وَاحِدَةٍ)) (مجمع الزوائد)

''سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے سول! میں نے اپنی ماں کو ایسی سخت دھوپ اور گرمی میں جس میں اگر گوشت بھی ڈالا جاتا تو پک جاتا' اپنی گردن پر سوار کرا کے دو فرسخ لایا ہوں' کیا اسطرح میں نے اپنی ماں کے احسان کا بدلہ ادا کر دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید یہ اس کی دردِ زہ کی ایک ٹیس کا بدلہ ہو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک بدو شخص کو دیکھا جو اپنی ماں کو اپنی پشت پر سوار کیے خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہوا یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

إِنِّي لَهَا مَطِيَّةٌ لَا أُذْعَرُ
إِذَا الرِّكَابُ نَفَرَتْ لَا أَنْفِرُ
مَا حَمَلَتْ وَأَرْضَعَتْنِي أَكْثَرُ
اللّٰهُ رَبِّي ذُو الْجَلَالِ أَكْبَرُ

''میں اپنی ماں کے لیے ایسی سواری ہوں جو کبھی بدکتی نہیں' جب سواریاں بدکتی ہیں لیکن میں نہیں بدکتا۔ (یہ اس لیے کہ) اس نے مجھے زیادہ مدت اٹھایا اور دودھ پلایا ہے۔ اللہ میرا رب ہے اور وہ صاحب جلال اور سب سے

بڑا ہے۔''

پھر اس نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے' کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا کہ ''نہیں! اللہ کی قسم! اس کی دردِ زہ کی ایک ٹیس کا بھی نہیں۔''

ماں کی دعا

ماں کی دعا اولاد کے تابناک مستقبل کے لیے بڑی کار آمد ہے' ہزاروں ایسی خوش نصیب ہستیاں ہیں جنہیں ماں کی دعا نے بڑا فائدہ پہنچایا' انہیں میں امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں' بچپن میں آپ کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکی تھی' اطباء سے علاج کے باوجود تمام حکیموں نے جواب دے دیا تھا کہ اس لڑکے کی بصارت کبھی واپس نہیں آ سکتی' آپ کی والدہ ماجدہ تہجد گذار اور شب بیدار خاتون تھیں' ہر نماز میں نہایت ہی خشوع و خضوع اور آہ و زاری کے ساتھ اپنے بچے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بینائی کی طلب گار تھیں' ایک رات تہجد سے فارغ ہو کر اپنے بیٹے کی بصارت کے لیے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا مانگیں اور پھر تھوڑی دیر کے لیے اسی جگہ پر لیٹ گئیں' خواب میں دیکھتی ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: ''اے امّ محمد! اللہ تعالیٰ نے تیری کثرت دعا اور آہ و زاری کے سبب تیرے بچے کو آنکھیں عطا فرما دی ہیں'' (مقدمہ فتح الباری)

چنانچہ جب اٹھ کر دیکھتی ہیں تو واقعی بیٹے کی بصارت لوٹ آئی تھی' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں اس قدر روشنی عطا فرمائی کہ چاندنی راتوں میں لکھتے اور پڑھتے تھے' حتی کہ چاندنی راتوں میں ہی آپ نے اپنی کتاب ''التاریخ الکبیر'' کا مسودہ تحریر فرمایا۔[1]

---

[1] سیرۃ الإمام البخاری رحمہ اللہ: از مولانا عبد السلام مبارکپوری رحمہ اللہ والدِ گرامی قدر شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ

ماں کی بد دعا

بد دعا چند الفاظ سے بنا ایک معمولی لفظ ہے' جو زبان سے بڑی آسانی کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے' لیکن اس کے اثرات انتہائی دور رس ہوتے ہیں' اس کے اثر سے آبادیاں ویرانے' دولت وثروت کے جھولوں میں جھولتے ہوئے خاندان فقیر ومحتاج' تندرست اور توانا جسم بیماریوں کا شکار ہو کر ہڈیوں کا پنجر بن جاتے ہیں' اسی لیے رسولِ اکرم ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

((اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ))

''مظلوم کی بد دعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

اولاد کے لیے ضروری ہے کہ ہر ایک کی بد دعا سے بچے' بالخصوص والدین اور اساتذہ کی. کیونکہ ان کی بد دعا ان کے مستقبل کا بیڑہ غرق کر دے گی' والدین کی بد دعا اور اس کے اثرات کے متعلق احادیث میں کئی واقعات ذکر کیے گئے ہیں جن میں سے ایک بنو اسرائیل کے ایک مشہور عابد وزاہد سیدنا جریج رحمہ اللہ کا واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا صرف تین گود کے بچوں نے بات کی ہے (جب کہ عموماً اس عمر میں بچے بات نہیں کرتے) ایک عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام)۔

دوسرا: جریج والا لڑکا' جریج ایک عابد وزاہد آدمی تھا' اس نے اپنے لیے ایک حجرہ بنا لیا اور اسی میں مصروف عبادت رہا کرتا تھا' ایک دن اس کی والدہ اس کے پاس اس وقت آئی جب کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس نے اسے اے جریج: کہہ کر آواز دی' جریج نے (اپنے دل میں) کہا اے میرے رب! ایک طرف ماں ہے اور دوسری طرف نماز (کس کا خیال کروں)' پھر وہ نماز میں مشغول رہا اور اس کی ماں واپس لوٹ گئی' دوسرے دن پھر ماں اس کے پاس آئی اور وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس نے کہا: اے جریج! اس نے کہا: یا

رب! میری ماں اور میری نماز' پھر نماز میں مشغول ہو گیا' ماں واپس چلی گئی' تیسرے دن ماں پھر اس کے پاس آئی اور اسے اے جریج کہہ کر آواز دی اور وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس نے (دل میں) کہا: یا رب! میری والدہ مجھے صدا دے رہی ہے اور میں حالتِ نماز میں ہوں (کیا کروں؟) اس نے اپنی نماز کو جاری رکھا' اس کی والدہ نے اسے ان الفاظ میں بددعا دی:

((اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ))

''یا اللہ! اِسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ یہ بدکار عورتوں کے چہرے نہ دیکھ لے۔''

پھر بنو اسرائیل میں جریج اور اس کے زُہد وتقویٰ کی شہرت عام ہو گئی' اس دوران ایک بدکار عورت نے جس کا حُسن مشہور تھا کہا کہ اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں ڈال سکتی ہوں' چنانچہ وہ جریج کے سامنے بن سنور کر آئی لیکن جریج نے اس پر کوئی توجہ نہ دی' پھر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت گاہ کے آس پاس ہی رہا کرتا تھا اور اس کے ساتھ بدکاری کر کے حاملہ ہو گئی' جب اسے لڑکا پیدا ہوا تو اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔

جب لوگوں نے یہ سنا تو وہ جریج کے پاس آئے' اسے حجرے سے باہر کھینچ کر لائے اور اس کے حجرے کو گرا دیا اور بُری طرح پیٹنے لگے۔ جریج نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے (ایسا کیوں کر رہے ہو؟)' لوگوں نے کہا کہ تم نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ برائی کی ہے اور اس کے نتیجے میں تجھ سے اسے لڑکا ہوا ہے' جریج نے کہا کہ وہ بچہ کہاں ہے؟ جب بچہ لایا گیا تو اس نے لوگوں سے کہا اگر تم اجازت دو تو میں نماز پڑھوں؟ اس نے نماز پڑھنے کے بعد اس بچے کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ اے لڑکے بتا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے نے جواب دیا کہ فلاں چرواہا ہے' یہ سنتے ہی لوگ جریج کو چومنے اور (حصولِ برکت کے لئے) اسے چھوتے ہوئے درخواست کرنے لگے کہ اگر آپ پسند کریں تو ہم آپ کے حُجرے کو سونے کا بنا دیں؟ اس نے کہا نہیں! پہلے جیسے

مٹی کا تھا اسی طرح کا بنادو۔'' (متفق علیہ)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر اولاد بے گناہ بھی ہو تو والدین کی بد دعا انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مقاصد مختلف ہونے کی وجہ سے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں، والدین کے لیے بھی ضروری ہے کہ اولاد سے کوئی گستاخی ہو جائے تو ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سچے انسان کو فتنے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور مصائب کے پیش آنے پر نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

باپ کا ادب واحترام

باپ کا ادب واحترام بھی بے حد لازمی اور ضروری ہے، اس لیے کہ باپ نے اپنی اولاد کے لیے ہر قسم کے دکھ درد برداشت کیے خود بھوکا رہ کر اپنی اولاد کو کھلایا، خود مصیبتیں برداشت کر کے اپنی اولاد کو راحت پہنچائی، اور خود بے علم رہ گیا لیکن اپنی اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا، اسی لیے سرورِ کائنات جناب محمد ﷺ نے والد کے حقوق کو بیان فرماتے ہوئے انہیں جنت کا دروازہ قرار دیا:

① ((عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ، اَوِ احْفَظْهُ)) (ترمذی: حسن صحیح)

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، چاہے تم اس دروازے کی حفاظت کرو یا اسے ضائع کردو۔

② ((رِضَا الرَّبِّ فِیْ رضا الْوَالِدِ وَسَخَطُهُ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ))

(ترمذی)

''اللہ کی رضا والد کی رضامندی میں ہے اور اس کی ناراضی والد کی ناراضگی میں ہے۔''

نیز فرمایا کہ والد کی دعا اولاد کے حق میں اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں:

③ ((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ))[1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک ہی نہیں: ① والد کی دعا (اولاد کے حق میں) ② مسافر کی دعا ③ مظلوم کی بد دعا۔''

④ ((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ وَمَعَهُ شَيْخٌ ' فَقَالَ لَهُ: يَا هٰذَا مَنْ هٰذَا الَّذِىْ مَعَكَ؟ قَالَ اَبِىْ قَالَ فَلَا تَمْشِ اَمَامَهُ وَلَا تَجْلِسْ قَبْلَهُ وَلَا تَدْعُهُ بِإِسْمِهِ وَلَا تَسُبَّ لَهُ))

(مجمع الزوائد ج: 8)

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا' اس کے ساتھ ایک بوڑھا شخص تھا' آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اے فلاں! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرے والد ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے آگے نہ چلا کرو' ان سے پہلے نہ بیٹھا کرو' انہیں نام لے کر نہ بلاؤ اور انہیں لعن طعن نہ کیا کرو۔''

اسلاف کا اپنے آباء کے ساتھ حسن سلوک

① ((عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما قال كَانَ تَحْتِىْ اِمْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِىْ طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتَى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَلِّقْهَا))

(ابن ماجة وابن حبان)

[1] رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجة۔

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری زوجیت میں ایک عورت تھی جس سے میں بے حد پیار کرتا تھا' میرے باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے نفرت کرتے تھے' انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس عورت کو طلاق دیدوں' لیکن میں نے انکار کر دیا' انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مجھے اس عورت کو طلاق دینے کا مشورہ دیا۔''

② ((عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِیْ لَمْ یَزَلْ بِیْ حَتّٰی زَوَّجَنِیْ، وَاِنَّهُ الْاٰنَ یَأْمُرُنِیْ بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ مَا اَنَا الَّذِیْ اٰمُرُكَ اَنْ تَعُقَّ وَالِدَیْكَ وَلَا اٰمُرُكَ اَنْ تُطَلِّقَ امْرَاَتَكَ غَیْرَ اَنَّكَ اِنْ شِئْتَ حَدَّثْتُكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَحَافِظْ عَلٰی ذٰلِكَ الْبَابِ اِنْ شِئْتَ اَوْ دَعْ)) (رواہ ابن حبّان فی صحیحہ)

''سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرے والد نے زبردستی ایک عورت سے میری شادی کرادی اور اب وہ مجھ سے زبردستی اس کو طلاق دینے کا اصرار کر رہے ہیں۔ سیدنا ابو درداء نے فرمایا کہ میں نہ تو تجھے اپنے والدین کی نافرمانی کا مشورہ دوں گا اور نہ ہی اپنی بیوی کو طلاق دینے کا' اگر تو پسند کرے تو تجھے ایک ایسی بات سناؤں جسے میں نے رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' وہ یہ کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے' چاہے تو اس دروازے کی حفاظت کر یا اسے چھوڑ۔''

❀ سیدنا عمرو بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ آپ کے صاحب زادے کا سلوک کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب بھی میں دن میں چلتا ہوں تو وہ میرے پیچھے ہوتا ہے' اور جب رات میں چلتا ہوں تو میرے آگے ہوتا ہے' جب کسی چھت پر چڑھنے کی نوبت آتی ہے تو میں اس سے نیچے

رہتا ہوں اور وہ میرے آگے رہتا ہے۔ (عیون الأخبار)

❀ مشہور عباسی خلیفہ مامون الرشید کا کہنا ہے کہ میں نے فضل بن یحییٰ برمکی[1] سے زیادہ اپنے باپ کی خدمت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا' یحییٰ برمکی سرد راتوں میں گرم پانی سے وضو کرتا تھا' جس وقت اس خاندان پر ہارون رشید کا عتاب نازل ہوا اور سارے خاندان کو حوالہ زنداں کیا گیا' تو ان دونوں باپ بیٹوں کو بھی ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا' داروغہ نے قید خانے میں پانی گرم کرنے کے لیے لکڑیوں کا داخلہ ممنوع کر دیا' فضل' جس وقت اس کا باپ بستر پر دراز ہو جاتا تو لوٹے میں پانی ڈال کر چراغ کے قریب ہو جاتا اور صبح ہونے تک اپنے ہاتھوں سے اسے تھامے ہوئے کھڑا رہتا' جس وقت اسکا باپ تہجد کے لیے اٹھتا تو اسے گرم پانی پیش کرتا۔ (عیون الأخبار)

❀ ایک مرتبہ صالح العباسی مشہور عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کی خدمت میں حاضر ہوا' دورانِ گفتگو جب بھی اپنے باپ کا تذکرہ کرتا تو کہتا: ''ابی رحمہ اللہ'' (میرے والد! اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے) یہ تکرار سن کر خلیفہ کے محافظ ربیع نے کہا کہ بس کرو! امیر المؤمنین کے سامنے اپنے باپ پر بار بار رحمت کی دعا نہ کیا کرو۔ یہ سن کر صالح نے اس پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی اور کہا کہ مجھے تمہاری اس بات سے تم پر کوئی افسوس نہیں' اس لیے کہ شفقتِ پدری کی مٹھاس کو کبھی تم نے پایا ہی نہیں' یہ سن کر منصور مسکرایا اور کہا کہ جو ہاشمیوں سے زبان لڑاتا ہے اس کا بدلہ یہی ہے۔

❀ ابو غسان الضبّی کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ مقام ظهر الحرّة میں جا رہا تھا تو مجھے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مل گئے' اور مجھ سے پوچھا کہ یہ آپ کے

---

[1] برامکہ' عباسی دورِ خلافت کا مشہور خاندان ہے' جو اپنے علم و فضل' حکمت و دانائی' جود و سخا اور اسراف و فضول خرچی میں شہرت کے بامِ عروج پر پہنچ کر تباہی و گمنامی کے عمیق غار میں گر کر داستان پارینہ بن گیا۔

ساتھ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے والدِ گرامی قدر تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے باپ کے آگے نہ چلا کرو' بلکہ ان کے پیچھے یا تھوڑا سا ہٹ کر ان کے جانب سے چلا کرو' اپنے اور ان کے درمیان کسی دوسرے کو حائل نہ ہونے دو' اپنے باپ کے گھر کی چھت پر نہ چڑھا کرو (کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے چھت پر چلنے کی آواز سے انہیں تکلیف ہو) کوئی ایسی ہڈی جس پر تمہارے والد نے نظر ڈالی ہو نہ کھاؤ' شاید کہ وہ ان کو پسند آ گئی ہو۔

والدین سے حُسنِ سلوک ان کی وفات کے بعد

اولاد کے ساتھ والدین کا جسمانی تعلق تو ان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن روحانی تعلق کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ وہ ان کے فوت ہو جانے کے بعد بھی نہ صرف باقی رہتا ہے بلکہ اولاد کی نیکیوں اور ان کی جانب سے کیے ہوئے صدقہ وخیرات' حج وعمرے' قربانی اور دعاؤں کا ثواب مسلسل پہنچتا ہی رہتا ہے' اولاد کی' کی ہوئی ان نیکیوں سے والدین وفات کے بعد بھی محظوظ ہوتے رہتے ہیں اور ان کے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

❁ ((عن ابی هریرة رضی الله عنه قال تُرْفَعُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهِ دَرَجَتَهٗ فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّیْ اَیُّ شَیْءٍ هٰذَا ؟ فَيُقَالُ لَهٗ وَلَدُكَ اِسْتَغْفَرَ لَكَ))

(رواه البخاری فی الأدب المفرد)

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میت کی وفات کے بعد اس کے درجات کو بلند کیا جاتا ہے' تو وہ سوال کرتا ہے کہ اے میرے رب! یہ (درجات کی بلندی) کس وجہ سے ہے؟ اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرے لڑکے کی تیرے حق میں دعائے مغفرت کا نتیجہ ہے۔''

❁ ((عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ

يُنْتَفَعُ بِهَا، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ))[1]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' مگر تین ذریعے ایسے ہیں کہ انتقال کے بعد بھی اسے برابر ثواب ملتا رہتا ہے: ① اپنے پیچھے کوئی ہمیشہ جاری رہنے والا صدقہ چھوڑ گیا ہو۔ ② کوئی ایسا علم چھوڑا ہو جس سے بندگانِ الٰہی مستفید ہو رہے ہوں۔ ③ یا ایسا نیک لڑکا چھوڑا ہو جو ہمیشہ اس کے حق میں دعائے خیر کرتا رہتا ہو۔''

❁ ((عن مالك بن ربيعة رضی اللہ عنہ قال بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ عَلَيَّ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا ؟ قَالَ نَعَمْ اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا))

(ابوداؤد۔ ابن ماجة۔ حاكم)

''سیدنا مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنوسلمہ کا ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میرے والدین کی وفات کے بعد بھی کوئی نیک سلوک باقی ہے جو میں ان کے ساتھ کرتا رہوں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں ! تم ان کے لیے دعا کرو' اور ان کے لیے مغفرت (کی دعا) کیا کرو' ان کے عہد واقرار کو پورا کرو' ان کے دوستوں کی عزت وتکریم کرو' اور وہ صلہ رحمی کرو جو صرف ان کے تعلق کی بنا پر ہو۔''

❁ سیدنا عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوگئی' آپ نے اس کو سلام کیا' جس گدھے

[1] رواہ مسلم و ابوداؤد والنسائی۔

پر آپ سوار تھے اس شخص کو سوار کرایا اور اپنے سر پر باندھا ہوا عمامہ اس کو عطا کیا' ہم نے آپ سے کہا کہ اللہ آپ کو مزید نیک بنائے! یہ بدّو لوگ ہیں تھوڑی سی چیز پر خوش ہو جاتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا باپ میرے والد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا تھا اور میں نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے چاہنے والوں کو ملائے رکھے۔ (مسلم)

❁ اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین' آباء واجداد اور مرحومین کے لیے برابر ایصالِ ثواب کرتے رہیں' عام مسلمانوں نے ایصال ثواب کے نام پر بدعات وخرافات کی بھرمار کر رکھی ہے' دسواں' بیسواں' چہلم' برسی' تیجہ' قُل' اور اس جیسی بے شمار رسومات کا بازار گرم کر رکھا ہے (جن کی سنت مطہرہ میں کوئی مثال نہیں ملتی لہٰذا بدعات وخرافات کو اپنانے کی بجائے سنت مطہرہ پر عمل کرنا چاہیے) ایصالِ ثواب کا مسنون طریقہ وہی ہے جو سرورِ کائنات جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ سے ہمیں تعلیم دی ہے' اور وہ یہ کہ مرحومین کے نام پر صدقہ وخیرات کیا جائے' صدقہء جاریہ' مثلاً: مسجد' مدرسہ بنایا جائے' کنواں کھدوایا جائے اور ٹیوب ویل یا سبیل لگائی جائے۔

❁ ((عن ابن عبّاس رضی اللہ عنہما اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَلَمْ تُوْصِ اَفَیَنْفَعُھَا اَنْ اَتَصَدَّقُ عَنْھَا؟ قَالَ نَعَمْ))

(الأدب المفرد: باب: برّ الوالدین بعد موتھما)

سیدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ وفات پا گئیں' اور انہوں نے اپنی جانب سے (صدقہ وخیرات کرنے کی) کوئی وصیت نہیں کی' اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کر دوں تو کیا انہیں اس کا فائدہ ہو گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ہو گا۔

❁ یا کنواں کھدوایا جائے' یا پانی کی سبیل لگائی جائے' اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ سَقْيُ الْمَآءِ)) (نسائی)

''سب سے بہترین صدقہ پانی پلانا ہے۔''

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میری والدہ وفات پاگئیں' ان کی جانب سے کونسا صدقہ افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی پلانا' پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور اسے وقف کردیا۔ (مؤطا امام مالک۔ ابو داؤد۔ نسائی)

❁ یا ان کی جانب سے حج اور عمرہ کیا جائے:

((وعن ابن عبّاس رضی اللہ عنہما اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْ خَثْعَمَ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِى الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ ؟ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ)) (متفق علیہ)

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ کا جو فریضہ حج کے متعلق اس کے بندوں پر ہے' وہ تو ہے' لیکن میرے والد بے حد بوڑھے ہیں' سواری پر نہیں بیٹھ سکتے' کیا میں ان کی جانب سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔''

والدین کے حق میں اولاد کی دعائیں

اولاد کو اپنے والدین کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے۔ والدین سے متعلق کچھ قرآنی دعائیں مندرجہ ذیل ہیں:

❁ ﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل : 24)

''میرے رب! ان پر ایسے ہی رحم فرما جیسے کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا

تھا۔"

❁ ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝﴾ (ابراهيم: 41)

"اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی، پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ پروردگارا! مجھے اور میرے والدین اور تمام ایمان لانے والوں کو اس دن بخش دے جس دن کہ حساب قائم ہوگا۔"

❁ ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (نوح: 28)

"میرے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما۔"

❁ ﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝﴾

(النمل: 19)

"میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، اور ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے۔"

❁ ﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (سورۃ الاحقاف: ۴۶/۱۵)

"اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر گزار رہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میری اولاد کو صلاح (وتقویٰ) دے۔ میں تیری طرف رجوع

کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔''

اولاد اپنے باپ سے کس طرح مخاطب ہو؟

باپ اپنے بیٹوں کو جس طرح انتہائی محبت وشفقت سے یٰبُنَیَّ کہتا ہے تو اولاد کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے والد کو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ ان الفاظ سے مخاطب ہوں جو باپ کی عظمت کے شایانِ شان ہوں' قرآن مجید نے اس لفظ کی بھی نشان دہی کر دی ہے جس سے اللہ کے نیک بندوں نے اپنے والد کو مخاطب کیا' اور وہ لفظ ہے: ''یَآبَتِ''۔ حضرات ابراہیم' اسماعیل' یوسف علیہم الصلوۃ والسلام نے اپنے والد کو اسی لفظ سے خطاب کیا' سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے متعلق ارشادِ قرآنی ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ۝ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ۝ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۝﴾

(مریم: 41-45)

''اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بیان کرو' بیشک وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا: ''ابا جان! آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپکے کچھ کام آسکتی ہیں؟ ابا جان! میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپکے پاس نہیں آیا' آپ میری اتباع کریں میں آپکو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں تحقیق شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمٰن کے عذاب کا شکار ہوکر شیطان کے ساتھی بن جائیں''

باپ کو خطاب کرنے اور انہیں حق کی دعوت دینے کا اس سے پیارا اسلوب اور کیا

ہوسکتا ہے؟ لیکن باپ آذر کی بدنصیبی تھی کہ اس نے اپنے لختِ جگر کی باتوں پر توجہ نہ دی بلکہ الٹا دھمکی دی اور جواب میں ''بیٹا'' کے لفظ سے خطاب کرنے کے بجائے کسی اجنبی آدمی کی طرح لفظِ ''ابراہیم'' سے خطاب کیا' قرآن مجید کے واقعات میں یہ واحد باپ ہے جس نے اپنے بیٹے کو ''بیٹا'' کہنا گوارہ نہیں کیا' بلکہ کہا:

﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝﴾ (مریم: 46)

اس نے جواب دیا کہ: ''اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے روگردانی کررہا ہے' (سن) اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مارڈالوں گا' جا ایک مدتِ دراز تک مجھ سے الگ رہ۔

اسی طرح سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان وہ بدنصیب بیٹا ہے جس نے اپنے باپ کو باپ کہنا پسند نہیں کیا بلکہ باپ کی شفقت آمیز صدا

﴿يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (ھود: 42)

(بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہوجا کافروں کے ساتھ نہ رہ) کے جواب میں اس نے کہا تھا:

﴿قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝﴾

(ھود: 43)

''اس نے کہا: میں تو کسی بڑے پہاڑ کی پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا' نوح علیہ السلام نے کہا: آج اللہ کے حکم (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں ہے' صرف وہی بچیں گے جن پر اس کا رحم ہوا' اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوب گیا''

سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے بھی اپنے والدِ گرامی قدر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ''یٰٓاَبَتِ'' کے لفظ سے خطاب کیا جب ان کے والدِ محترم نے ذبح ہونے کے متعلق ان کی رائے

جاننا چاہی تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○﴾

(الصافات: 102)

کہا: ابا جان! آپ کو جو حکم ہو اسے کر گذریئے' اللہ چاہے تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اسی طرح سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی جب اپنے باپ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو مخاطب کیا تو اسی لفظ ''يٰٓاَبَتِ'' سے کیا۔ ارشاد قرآنی ہے:

﴿اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ○﴾ (یوسف:4)

''جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے کہا: ابا جان! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کو مجھے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ والد کو خطاب کرنے کے لیے پیارا سے پیارا جو لفظ ہے وہ قرآن کے بیان کے مطابق ''يٰٓاَبَتِ'' ابا جان ہے۔

لیکن افسوس! آج کل کے فیشن زدہ مسلمانوں نے اس فطری سادگی سے منہ موڑتے ہوئے مغرب کے بے روح اور تکلفات سے بھرے ہوئے الفاظ سے اپنے باپوں کو مخاطب کرنا شروع کیا' پہلے ''ڈیڈی' پاپا'' کہنے لگے پھر اس کا مخفف ''پا'' اور ڈیڈ بنا ڈالا' اور وہ ''ابا جان'' ''ابو جی'' ''بابا'' اور ''ابا حضور'' جیسے تعظیم و تکریم اور محبت و شفقت سے بھرپور' اور ہماری تہذیبی ورثہ سے مالا مال الفاظ کو دورِ تنزلی اور پسماندگی کے الفاظ سمجھنے لگے' ہم اس روشنی طبع کو مسلمان معاشرہ کے لیے بلا تصور کرتے ہیں اور اکبر الہ آبادی کی زبان میں:

ہم ان تمام کتابوں کو قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر بچے اپنے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

تمام امت اسلامیہ کو چاہے وہ والدین ہوں یا اولاد دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے

آپ کو اس بے روح تہذیب' بے رونق الفاظ کے خول سے باہر نکالیں' اسلامی اقدار کو اور اس کے قابل فخر ورثہ کو زندہ کرنے کی کوشش کریں' جس پر چل کر ہمارے اسلاف نے دنیا کو تہذیب وتمدن کے جوہر عطا کئے' خود فلاح وکامیابی سے ہمکنار ہوئے اور دوسروں کو عروج وسروری کے راز عطا کئے' لیکن افسوس موجودہ مغرب زدہ مسلمانوں پر کہ وہ انہی کی اندھی تقلید کو معراج کمال سمجھ رہے ہیں:

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

رشتہ داروں کے حقوق

قرابت داری کو شریعت میں ''صلہ رحمی'' کہا گیا ہے یعنی یہ رحمِ مادر کا رشتہ ہے جو خون اور پیدائش سے قائم ہوتا ہے' رحم' رحمان کے لفظ سے بنا ہے' یعنی اللہ نے اپنی صفتِ رحمت ورحمانیت سے اس رشتہ کو جوڑ رکھا ہے۔ فرمانِ باری ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾ (النساء: 1)

اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کا خیال کرو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

((اَمَا تَرْضِیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ))

(بخاری)

''کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ جس نے تجھے ملایا میں اسے (جنت سے) ملاؤں اور جس نے تجھے کاٹا میں اسے (جنت سے) کاٹ دوں؟''

قرابت داروں سے مراد وہ تمام رشتہ دار ہیں جو انسان سے نسب کی وجہ سے آپس میں ملے ہوئے ہیں' چاہے وہ اس کے وارث ہوں یا نہ ہوں۔

اولاد پر والدین کے بعد قرابت داروں کا حق ہے جس کا ادا کرنا فرض ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه‘﴾ (بنی اسرائیل: ۲٦)
اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ والدین اور قرابت داروں کے حق کو ذکر فرمایا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى﴾ (النساء:36)

''اللہ کی عبادت کرو' اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

صلہ رحمی اسلام کے ان اوّلین اصولوں میں سے ایک ہے جس کا اعلان رسولِ کائنات ﷺ نے فاران کی چوٹیوں سے کیا۔سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے ان کے زمانہء کفر میں جب روم کے شہنشاہ ہرقل نے آپ ﷺ کی تعلیمات کے متعلق ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا:

يَقُوْلُ: اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ آبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ (متفق علیه)

وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' اپنے باپ دادا کے رسم ورواج کو چھوڑ دو' وہ ہمیں نماز' سچائی' پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ)) (متفق علیه)

''کہ رشتہ داری کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صلہ رحمی کے طور پر اپنے قیمتی سرمائے قرابت داروں میں لٹا دیئے۔

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:92)

''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک بھلائی (جنت) نہیں پا سکتے۔''

سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا سب سے بہترین مال میرا کھجور کا باغ ''بیرحاء'' ہے اور میں یہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں' میں اس کے اجر کا اللہ سے طالب ہوں' اسے آپ جہاں مناسب سمجھیں وہاں لگا دیں تو نبی ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ تم اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کرو' چنانچہ سیدنا ابوطلحہ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔(متفق علیہ)

اسلام نے کافر رشتہ داروں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' نبی ﷺ نے سیدنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ان کی کافرہ ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے انہیں تحفہ میں دی گئی ایک چادر کو اپنے مشرک بھائی کے لیے ہدیۃً مکہ روانہ کیا۔

لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کے تعلقات زیادہ تر اپنے رشتہ داروں سے ہی کشیدہ ہیں جبکہ یہ کشیدگی اکثر اوقات عداوت اور دشمنی بھی پیدا کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں سازشیں' جھوٹ' دوغلا پن' حسد' بغض' کینہ' نفرت' جادو منتر اور دشمنی عام سی بات ہوگئی ہے' انسان غیر کو تو قریب کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لیکن اپنوں کے سائے سے بھی بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے کسی دل جلے نے کہا تھا

مجھے غیروں کا ہر اک ظلم گوارہ لیکن!
مرے اللہ مجھے اپنوں سے بچائے رکھنا

اس صورت حال میں والدین سے التماس ہے کہ بچوں کے دلوں میں قرابت داروں کے خلاف نفرت ودشمنی پیدا کرنے کے بجائے ان کے سینوں میں صلہ رحمی کی اہمیت کو راسخ کریں تاکہ بچے کے دلوں میں آئندہ چل کر رشتہ داروں کے لیے نفرت کے دھتوروں کے بجائے محبت وشفقت کے گلاب پیدا ہوں۔

پڑوسیوں کے حقوق

قرابت دار کی طرح پڑوسی کا بھی بڑا حق ہے' کیونکہ یہ انسان کے زیرِ سایہ رہتا ہے' اسی کے ساتھ اس کا زیادہ تر آمنا سامنا' بیٹھنا اُٹھنا اور سلام ودعا ہوتی رہتی ہے:

حق میرا بھی ہے تجھ پر کہ تیرا پڑوسی ہوں میں
رہتا ہوں ترے گھر سے کچھ پاس کی سرحد پر

اسی لیے اسلام اور پیغمبرِ اسلام جناب محمد ﷺ نے مسلمانوں کو پڑوسی کے حقوق کی بڑی تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء: 36)

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' والدین' قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' قرابت دار پڑوسی' اجنبی پڑوسی اور پہلو کے پڑوسی اور مسافر اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حُسن سلوک کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے پڑوسیوں کا تذکرہ فرمایا ہے:

① رشتہ دار پڑوسی

یہ تین طرح سے حُسنِ سلوک کا حق دار ہے: ❀ پڑوسی ہونے کی وجہ سے ❀ قرابت داری کی وجہ سے۔ ❀ مسلمان ہونے کی وجہ سے۔

② اجنبی پڑوسی

جس سے آدمی کی کوئی رشتہ داری نہ ہو' اگر وہ مسلمان ہے تو دوہرے حُسنِ سلوک کا مستحق ہے۔ ❀ مسلمان اور پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔

③ پہلو کا پڑوسی

ایسا پڑوسی جو ہر اچھے کام میں معاونت کرتا ہو۔ پڑوسی اگرچہ غیر مسلم ہی کیوں نہ

ہو اسلام نے اس کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں کی۔

نبی ﷺ نے بے شمار احادیث میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

○ ((مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ))

(متفق علیہ)

سیدنا جبریل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ کہیں وہ پڑوسی کو وراثت میں حقدار نہ بنادیں۔

○ ((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِہٖ))

(متفق علیہ)

''جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

○ ((وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قَالُوْا مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ)) (بخاری)

''اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جس کے ظلم سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں''۔

○ ((مَا اٰمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یَعْلَمُ)) (الطبرانی والبزار باسناد حسن)

''وہ مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر رات گذارتا ہے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہے اور اسے اس کا علم بھی ہو۔''

لیکن افسوس کہ آج معاشرہ میں پڑوسی کے حقوق کے متعلق سخت لاپرواہی کی جارہی ہے' حقوق کی ادائیگی کا مرحلہ تو دور رہا' بلکہ عداوت ودشمنی نہ ہو تو بھی بہت غنیمت

ہے' نفرت ودشمنی کے لیے اب یہی چیز کافی ہوگئی کہ فلاں فلاں کا پڑوسی ہے' عالمی پیمانے پر کسی بھی ملک کے اس کے ہمسایہ ممالک سے تعلقات شاید ہی اچھے ہوں۔ ایسے ماحول میں والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو پڑوسیوں کے حقوق کی تعلیم دیں' انہیں پڑوسیوں کی تعظیم وتکریم اوران کے ساتھ حُسنِ سلوک کی عملی تربیت دیں۔

مساکین کے حقوق

فقراء اور مساکین ہر معاشرے کا تقریبا لازمی جزو ہیں' یہ وہ غریب اورمحتاج لوگ ہیں جو اپنی ضرورت کے مطابق کمائی نہیں کرسکتے' جسکی وجہ سے دوسروں کی امداد کے محتاج ہوتے ہیں .اسلام نے جہاں مساکین کو عزتِ نفس کا سبق دیا ہے تو وہیں سخی اور مال داروں کو زکاۃ' خیرات' صدقات دینے اورغرباء کا حق ادا کرنے کی تلقین کی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فقراء ومساکین کو کسبِ معاش کے لیے سخت محنت اور کامل جدوجہد کرنے کا حکم دیااور ہاتھ کے ہنر سے روزی کمانے کو سب سے بہترین روزی قراردیا۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَأَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ)) (رواہ البخاری)

کسی نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہتر روزی نہیں کھائی ہے' اور اللہ کے نبی سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے۔

جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہ جائے تو حکم دیا کہ جنگل جاکرلکڑیاں ہی کاٹ لاؤ اوراس سے حلال لقمے کھاؤ' فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

۔((لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهٗ ثُمَّ يَأْتِيَ الْجَبَلَ فَيَأْتِيْ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ)) (رواہ البخاری)

''تم میں سے کوئی اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر جائے' وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اسے فروخت کرے' اور اس کے ذریعے سے اللہ

تعالیٰ اس کے چہرے کو ذلیل ہونے سے بچائے رکھے تو یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے، چاہے لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔''

نیز فقراء و مساکین کے لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی حاجات کو بجائے انسانوں کے رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کریں:

((مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تَسُدَّ فَاقَتَهُ وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوشَكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ اٰجِلٍ)) (ابو داوٗد۔ ترمذی)

جسے فقر و فاقہ لاحق ہو گیا اور اس نے اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کا فاقہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔ اور جس نے اپنے فاقہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیر یا سویر رزق عطا فرمائے گا۔

کیونکہ بقولِ اکبر الہ آبادی:

خدا سے مانگ لے جو مانگنا ہو اے اکبرؔ! انسان
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

جو فقراء اپنی محتاجی دور کرنے کے لیے بھیک مانگنے پر اتر آتے ہیں انہیں نبی ﷺ نے اس مذموم فعل سے باز رکھنے کی کوشش کی، فرمایا

((اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ)) (متفق علیہ)

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والے سے مراد دینے والا اور نیچے والے سے مراد مانگنے والا ہاتھ ہے۔''

جن لوگوں نے گداگری کو بطورِ پیشہ اختیار کیا ہے انہیں آخرت میں سخت عذاب کی خبر دیتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلْ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ)) (رواہ مسلم)

''جو لوگوں سے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے مانگتا ہے، وہ اپنے لیے

(دوزخ کے) انگارے مانگتا ہے' (اب اس کی مرضی ہے) چاہے زیادہ مانگے یا کم۔"

بقولِ شاعر:

ممکن ہے ہتھیلی پر انگارہ کوئی رکھ دے
بھولے سے بھی مت مانگو خیرات اندھیرے میں

امیروں پر زکاۃ کو فرض کیا اور اس میں سب سے پہلا حق فقراء اور مساکین کا رکھا .فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ ۝﴾ (توبہ: 60)

نیز کئی طرح کے کفارات مثلاً: ظہار' قسم توڑنے' حالتِ روزہ میں قصداً جماع وہم بستری وغیرہ میں مساکین کو کھانا کھلانا' یا انہیں کپڑا پہنانا فرض کیا۔

نیز نیک لوگوں کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝﴾ (دھر: 8)

"کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں"۔

یہی وہ روشن تعلیمات تھیں جن کی وجہ سے اسلام نے مالدار طبقہ کے دلوں سے مال کی محبت کو کم کر کے ان میں ایثار وقربانی اور فقراء ومساکین اور محتاجوں کے لیے نرم دلی اور محبت کے جذبات پیدا کیے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد سینکڑوں مسلمانوں نے بھی ہجرت کی' یہ لوگ اپنی تجارتوں سے ہاتھ دھو کر' تہی دست ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تھے' لیکن مدینہ کے انصار نے ان کے ساتھ ایثار واخوت کا وہ مظاہرہ کیا جس سے بھی روشن مثالیں ایثار وخلوص کی تاریخ میں نہیں ملتیں' انہوں نے نہ صرف ان مہاجرین کو اپنے مال دیئے بلکہ گھروں کو دو حصّوں میں بانٹ دیا۔ (اور یہاں تک کہ جس کی دو بیویاں تھیں اس نے ایک بیوی کو طلاق دے کر وہ بھی اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دینے کے لیے بھی تیار ہو گئے) اپنے

کھیت اور نخلستانوں کے متعلق انصار نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ

((اِقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيلَ قَالَ لَا فَقَالُوا تَكْفُونَنَا الْمُؤُونَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ قَالُوا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا))

(رواه البخاری)

آپ ہمارے اور ہمارے ان مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجور کے باغوں کو آدھا آدھا تقسیم کر دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں' پھر انہوں نے درخواست کی کہ مہاجرین کھیتی کے کاموں میں ہماری مدد کریں اور ہم آمدنی میں انہیں شریک کرلیں گے مہاجرین نے کہا: ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' یعنی ہم نے سنا اور اطاعت کی۔''

☆ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا جس انصاری صحابی کے ساتھ بھائی چارہ تھا' ان کی دو بیویاں تھیں' انہوں نے سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے' اپنے آدھے مال کو لینے کی پیشکش کے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ آپ ان دونوں کو دیکھ لیں' ان میں سے جو پسند آ جائے' اشارہ کر دینا' میں اسے طلاق دے دوں گا' پھر عدّت گذرنے کے بعد آپ اس سے شادی کرلیں' لیکن سیدنا ابن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

((بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ مَا لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا فِيْ نَفْسِيْ حَاجَةٌ وَلٰكِنْ دُلُّوْنِيْ عَلٰى سُوْقٍ لِاَعْمَلَ)) (بخاری)

اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل میں برکت دے' مجھے ان میں سے کسی بھی چیز کی حاجت نہیں ہے' بس آپ مجھے بازار کا راستہ بتا دیں تاکہ وہاں میں کچھ کاروبار کروں۔

چنانچہ آپ نے گھی اور پنیر فروخت کرنا شروع کیا' چند ہی دنوں میں اپنی آمدنی سے شادی بھی کرلی اور چند سالوں میں مدینہ منورہ کے مالدار ترین لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا' بجائے کسی سے مدد حاصل کرنے کے خود سینکڑوں مجبوروں اور محتاجوں کے معاون و مددگار بن گئے' جب بھی اسلام اور مسلمانوں کو مال و دولت کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اپنے خزانے کے دہانے کھول دیئے۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف نے نادار مسلمانوں کو اپنے عمل سے یہ پیغام دیا کہ وہ احسانات پر پلنے کے بجائے کسب معاش کیلیے تجارت اور جدوجہد کی راہ اپنائیں۔

☆ سیدنا ابوذر غفاری سارے دن کی کمائی فقراء و مساکین میں لٹا دیتے اور رات کو جب گھر لوٹتے تو سوائے رات کے کھانے کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی تھی۔

☆ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رات میں مہمان کو گھر لیکر آتے ہیں' گھر میں سوائے بچوں کے کھانے کے اور کوئی چیز باقی نہیں تھی' بیوی کو حکم دیتے ہیں کہ بچوں کو بہلا کر سُلا دو' چراغ درست کرنے کے بہانے بجھادو' میں مہمان کے ساتھ کھانا کھانے کی نقالی کرتا ہوں' تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے۔ ایک مہمان کو کھلانے کیلیے تمام گھر والوں نے رات فاقے میں گزار دی اور جب صبح یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ

((لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ)) (متفق علیہ)

''اللہ تعالیٰ کو رات میں مہمان کے ساتھ تمہارا سلوک پسند آ گیا۔''

☆ ام المؤمنین سیدنا زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' غریب پروری کی وجہ سے امّ المساکین کے نام سے معروف تھیں۔ آپ کی لونڈی برزہ بنت باتع بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حکومتی وظائف سے آپ کا حصہ روانہ فرمایا' جب بیت المال کا ہرکارہ مال لے کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ عمر کو بخشے! میری دوسری بہنیں (دیگر امہات المؤمنین) مجھ سے زیادہ اس کی مستحق ہیں'' عامل نے کہا یہ تمام مال صرف آپ کے لیے ہے' آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس مال کو یہاں رکھ دو اور اس پر ایک کپڑا ڈال دو' آپ نے پھر مجھ سے کہا کہ اس میں سے ایک ایک مٹھی بھر اٹھاتی جاؤ اور بنو فلاں کو دے آؤ' پھر بنو فلاں کے یتیموں کو دے آؤ' پھر بنی فلاں میں میرے رشتہ داروں کو دے آؤ یہاں تک کہ آپ نے تمام مال تقسیم کر دیا' کپڑے کے نیچے بس تھوڑا ہی مال باقی رہا' میں نے کہا: ام المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے! اس مال میں ہمارا

بھی تو کچھ حق ہے؟ تو فرمایا کہ کپڑے کے نیچے جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے اور جب میں نے کپڑا اٹھایا تو اس کے نیچے صرف 85 درہم باقی تھے۔ (ابن سعد)

☆ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنے سالانہ وظیفے کے 80 ہزار سے زیادہ درہم ایک ہی دن میں فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور اپنے افطار کیلیے بھی اس میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں چھوڑا۔

(تربية الأولاد في الإسلام: 282)

فقراء اور مساکین کے متعلق اسلام کی یہ وہ عظیم تعلیمات ہیں جنہوں نے دنیا کے سامنے ایثار وخلوص کے وہ معنوی رخسار پیش کیے جن سے زیادہ روشن اور زندہ حقائق دنیا کے کسی بھی مذہب کی تاریخ میں نہیں مل سکتیں۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی اولاد کی عملی تربیت انہی روشن خطوط پر کریں' تاکہ اپنے اسلاف کی عظیم روایات کی حامل ایک نسل پھر سے دنیا کے سامنے منصۂ شہود پر آسکے۔

اہلِ مغرب اور انسانی حقوق

مسلمانوں کے عملی طور پر دنیا کے اسٹیج سے ہٹ جانے کی وجہ سے ساری دنیا میں جو فساد ظاہر ہوا' اس سے فقراء اور مساکین سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ یورپ اور امریکہ نے اگرچہ کہ اہلِ دنیا کی نظر میں دھول جھونکنے کے لیے انسانی حقوق کی کئی تنظیمیں بنائی ہیں' لیکن درحقیقت یہ تمام ہاتھی کے دانت ہیں جو دکھانے کے اور چبانے کے اور ہیں۔

حقوقِ انسانی کی عالمی تنظیم "Eminesty Inter -nation" جو پوری دنیا میں حقوقِ انسانی کے لیے چیختی چلاتی پھر رہی ہے' افسوس کہ اسے افریقی ممالک کے ان بچوں کی حمایت میں ایک لفظ تک کہنے کی توفیق نہیں ملی جو قلت غذا کا شکار ہو کر راہی ملک عدم ہوئے۔

ان مجبور و بے بس ماں باپ کو کھانے کا ایک لقمہ پہنچانے کی فرصت نہیں ملی جو

بھوک کا شکار ہو کر اپنے ہی مردہ بچوں کی لاشوں کو کھا گئے۔

وہ امریکہ اور یورپ جو انسانیت کے لیے مگرمچھ کے آنسو بہاتا ہے' جو دنیا کے 80% وسائل وذرائع آمدنی سے مالا مال ہیں' انہوں نے دنیا میں غربت اور فقر وفاقہ کو برقرار رکھنے کے لیے لاکھوں ٹن اناج کو سمندر میں ڈبو دیا۔

برازیل نے 1975 میں پچاس ملین ٹن گیہوں کے ذخیرے کو آگ لگا کر جلا دیا۔ یورپی ممالک کی مشترکہ غذائی مارکیٹ نے پچاس ملین ڈالر اپنی ضرورت سے زیادہ اناج اور زرعی پیداوار کی تباہی کے لیے مختص کیے' یہ صرف اس لیے کہ انکی پیداوار کی قیمت عالمی منڈی میں گرنے نہ پائے۔

جب کہ اسی سال ایشیاء اور افریقہ کے مختلف ممالک میں 20 تا 100 ملین انسان اناج کے ایک ایک دانے کو ترس رہے تھے اور 460 سے 1000 ملین لوگ قلت غذا کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار بن چکے تھے۔ اس وقت کی غذا اور زراعت کی عالمی تنظیم نے اپنی ایک رپورٹ میں ہر ہفتہ تیس لاکھ لوگوں کے بھوک سے مرنے کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔

اور آج بھی امریکہ کے کسان' گوشت کے عالمی مارکیٹ میں اپنے برآمد گوشت کی قیمت برقرار رکھنے کے لئے' ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بیل قتل کر کے زمین میں دفن کر دیتے ہیں [1]

لیکن بھوک کی وجہ سے چوہے بلّیوں کو کھا جانے والے انسانوں تک گوشت کا ایک ٹکڑا پہنچانے کی انہیں توفیق نہیں ملتی۔ جہاں پر غذا رسانی کا کچھ کام عیسائی مشنریاں انجام دے رہی ہیں تو وہ ان بھوکوں اور پیاسوں سے ہمدردی یا محبت کی بنا پر نہیں' بلکہ وہ اس امداد اور تعاون کے پردہ میں عیسائیت کے پرچار اور اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے اہم مقصد سے سرانجام دے رہی ہیں:

---

[1] شخصية المسلم كما يصوغها الإسلام في الكتاب والسنّة: دكتور محمد علي الهاشمي۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ایسے ماحول میں اسلامی' بالخصوص پٹرول کی دولت سے مالا مال عرب ممالک کے لیے اچھا موقعہ ہے کہ اسلام کے درخشندہ احکام پر عمل کرتے ہوئے ان مجبوروں' مقہوروں' بھوکوں' ننگوں تک پہنچیں اور انہیں' غذا' لباس کے ساتھ ساتھ دینِ حق کا بھی پیغام پہنچائیں' تاکہ بھوک دپیاس سے سسکتی ہوئی انسانیت کو جسم کے ساتھ ساتھ روح کی غذا بھی مل جائے' اور اس کے بدلے میں یہ رب رحمان ورحیم کی رحمتیں سے مالا مال ہوجائیں۔ بقولِ رسالت مآب ﷺ:

((لَأَن يَّهْدِيَ بِكَ اللّٰهُ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ" (متفق عليه) و في رواية لَأَن يَّهْدِيَ بِكَ اللّٰهُ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ))

"اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے کسی انسان کو ہدایت عطا فرمائی تو یہ تمہارے حق میں سُرخ اونٹوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعے کسی انسان کو ہدایت عطا کی تو یہ تمہارے حق میں ان تمام چیزوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے"۔

معمارِ حرم باز بتعمیرِ جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

❀❀❀❀❀

باب : ۸

تعلیمی تربیت

علم کی اہمیت

علم کی فضیلت میں بے شمار آیات واحادیث آئی ہوئی ہیں' آپ ﷺ نے علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض قرار دیا۔ فرمانِ نبوی ہے:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))

(رواه ابن ماجة بإسناد صحيح)

علم صرف سرٹیفکٹ کے حصول کا نام نہیں' بلکہ علم وہ ہے جو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیّت اور تقویٰ پیدا کرے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (فاطر:28)

طلبِ علم کا سلسلہ ماں کی گود سے لے کر گور (قبر) تک جاری رہتا ہے اور علم مطالعہ اور متابعت سے بڑھتا اور زندہ ہوتا ہے' مطالعہ اور کتب بینی اور علم اور اہلِ علم کی صحبت چھوڑ دینے سے ختم ہو جاتا ہے اور علم کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔

انسان کو ہمیشہ زیادتیٔ علم کے لیے کوشاں رہنا چاہیے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ دعا سکھلائی: ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝﴾ (زمر:9) آپ فرماتے رہیں کہ اے میرے رب! میرے علم میں زیادتی فرما۔

اسلاف کرام نے اپنی علمی عظمت اور جلالتِ شان کے باوجود زندگی کے آخری سانس تک اس مقدس شغل کو جاری رکھا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

((لَا یَنْبَغِی لِأَحَدٍ یَکُونُ عِنْدَهُ الْعِلْمُ أَنْ یَتْرُكَ التَّعَلُّمَ))
''جس شخص کے پاس علم ہے اسے علم سیکھنا نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ انسان کو کب تک علم حاصل کرنا چاہیے؟ تو اس عالی ظرف نے جواب دیا کہ

((مَا دَامَتِ الْحَیَاةُ تُحْسِنُ بِهِ))
''جب تک وہ تندرستی وتوانائی سے بہرہ ور رہے۔''

امام ابن عبدالبرّ رحمۃ اللہ علیہ' ابن ابی غسان رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

((لَا تَزَالُ عَالِمًا مَا كُنْتَ مُتَعَلِّمًا' فَإِذَا اسْتَغْنَیْتَ كُنْتَ جَاهِلًا))
''جب تک تم علم کے حصول میں سرگرداں ہو عالم رہو گے پھر جب تم علم سے مستغنی ہو گئے تو جاہل بن جاؤ گے۔''

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

((مَنْ أَحْوَجُ النَّاسِ إِلَى طَلَبِ الْعِلْمِ ؟ قَالَ أَعْلَمُهُمْ قِیلَ لِمَاذَا ؟ قَالَ لِأَنَّ الْخَطَأَ مِنْهُ أَقْبَحُ)) ۷
''لوگوں میں علم کے حصول کا سب سے زیادہ ضرورت مند کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کا سب سے بڑا عالم پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ ایسا شخص کوئی غلطی کرتا ہے تو یہ سب سے زیادہ بُری بات ہے۔''

اس لیے بچوں کو ہمیشہ علم کے حصول کے لیے مسلسل جدوجہد کرنا چاہیے۔

استاد کا ادب واحترام

والدین ہی کی طرح بچوں پر جن جن کا احسان ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ اہم اساتذہ اور شیوخ ہیں جن کے سامنے بچے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہیں' ان سے علم وادب' اخلاق وکردار سیکھتے ہیں' انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فی الحقیقت انسانیت کے معلم تھے' اسی لیے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'' ''میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسانیت کی رہنمائی وہ عظیم فریضہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مکلّف کیا تھا' اسی لیے جس طرح انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اس حیثیت سے تقدس مانا ہوا ہے کہ وہ انسانیت کے ہادی اور رہنما تھے' بالکل اسی طرح اساتذہ کرام بھی قابلِ تعظیم وتکریم ہیں کہ وہ ایک نسل کی زندگی کی رہنمائی کرتے ہیں' اسی لیے معلّم انسانیت ﷺ کا فرمان ہے:

((عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه ﷺ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَتَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْوَقَارَ وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ)) (رواہ الطبرانی فی الأوسط)

''علم سیکھو اور علم کے لیے سکینت اور وقار سیکھو' اور جن سے تم علم سیکھتے ہو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ''۔

اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کرام کا ادب ولحاظ کریں اور ان سے تواضع وانکساری کا معاملہ کریں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

((لَا يُنَالُ الْعِلْمُ اِلَّا بِالتَّوَاضُعِ وَاِلْقَاءِ السَّمْعِ))

علم عاجزی اور کامل توجہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ متکبر شخص کبھی علم حاصل نہیں کرسکتا' اس لیے اولاد کو اپنے اساتذہ کی خدمت کرنا اور ان کے مشوروں پر اس طرح عمل کرنا چاہیے جیسا کہ مریض ڈاکٹر کے مشوروں پر عمل پیرا ہوتا ہے اور ہمیشہ ان کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے سعی کریں' کیونکہ استاد کے لیے تذلل' تلامذہ کے لیے عزت' اس کے لیے خاکساری ان کے لیے فخر اور اس کے لیے تواضع ان کی رفعت کا باعث ہے۔

استاد کا غصہ بھی صبر سے برداشت کریں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا آپ سے حدیث پڑھنے کے لیے لوگ دنیا کے مختلف علاقوں سے آتے ہیں' آپ ان پر غصہ کرتے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ سے روٹھ کر اور حدیث پڑھنا چھوڑ کر چلے نہ

جائیں، تو آپ نے اس کہنے والے سے فرمایا کہ

((هُم حُمقٰی اِذَا هُم تَرَکُوا مَا یَنفَعُهُم لِسُوءِ خُلُقِی))

جب تو وہ نادان لوگ ہیں، اگر وہ میرے برے سلوک کی وجہ سے اس چیز کو چھوڑ کر مجھ سے چلے جائیں جو انہیں فائدہ پہنچاتی ہے۔

- اسلاف اپنے اساتذہ کرام کا بے حد ادب واحترام کیا کرتے تھے، حبر الامت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی جلالتِ شان کے باوجود سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی رکاب تھامے ہوئے چلتے اور فرماتے: ''هٰکَذَا اُمِرنَا اَن نَفعَلَ بِعُلَمَآئِنَا'' ہمیں اسی طرح اپنے علماء کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے استاذ خلف الأحمر رحمہ اللہ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھتے اور فرماتے کہ

((لَا اَقعُدُ اِلَّا بَینَ یَدَیكَ اُمِرنَا اَن نَتَوَاضَعَ لِمَن نَتَعَلَّمَ مِنهُ))

میں اس طرح دوزانو ہوکر آپ کے ہی سامنے بیٹھوں گا، کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جن سے ہم نے علم حاصل کیا ان سے انکساری سے پیش آئیں۔[1]

حالانکہ یہ وہی امام اہلِ سنّت ہیں جب بادشاہوں کے دربار میں (بامر مجبوری) جاتے تو پیر پھیلا کر بیٹھتے، ایک مرتبہ خلیفہ متوکل نے خدمت میں سیم وزر سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی اور عرض گذار ہوا کہ اسے قبول فرمالیں، تو امام رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ جو بادشاہوں کے دربار میں پیر پھیلاتا ہے وہ کبھی ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے۔[2]

---

[1] تربیۃ الأولاد فی الإسلام للشیخ عبداللہ ناصح علوان: 401

[2] (علمائے سلف: از مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی)

- امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے استاذِ محترم تھے، جب آپ نیشاپور پہنچے تو امام مسلم رحمہ اللہ نے امراء، رؤساء اور علماء شہر کے ساتھ باہر نکل کر آپ کا پرتپاک والہانہ استقبال کیا اور فرطِ عقیدت سے فرمایا

کہ

((دَعْنِیْ أُقَبِّلُ رِجْلَكَ))

آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں آپ کے قدم چوم لوں [1]

- امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے پرانی کتاب کے پرانے صفحے آہستگی سے الٹتا تھا اس ڈر سے کہ اس کی آواز امام مالک رحمہ اللہ نہ سن لیں۔
- امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھ پر امام شافعی رحمہ اللہ کی ہیبت کا عالم یہ تھا کہ ان کی موجودگی میں' میں پانی پینے کی جسارت نہیں کرسکتا تھا۔
- علامہ شبلی رحمہ اللہ نے المامون میں ابن خلکان' تذکرہء فرّاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کے دو بچے امام فرّاء نحوی سے تعلیم حاصل کرتے تھے' ایک بار وہ کسی کام کے لیے مسندِ تدریس سے اٹھے تو دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدھی کرکے آگے رکھ دیں' چونکہ دونوں ساتھ پہنچ گئے تھے' اس لیے پہلے تو جھگڑا ہوا پھر خود ہی طے کرکے ہر ایک نے ایک ایک جوتی سامنے لاکر رکھی۔ مامون نے بچوں کی ہر ہر حرکت نوٹ کرنے کے لیے آدمی مقرر کر رکھے تھے اور اس واقعہ کو بھی انہوں نے مامون تک پہنچایا' مامون کو جب اطلاع ہوئی تو اس نے فراء کو بڑی شان سے دربار میں طلب کیا' مامون نے فرّاء سے کہا سب سے معزز کون ہے؟ فرّاء نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! مامون نے کہا سب سے زیادہ معزز وہ ہے جس کی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیر المؤمنین کے لختِ جگر آپس میں جھگڑا کریں' پھر خلیفہ مامون نے اہلِ دربار کو واقعہ سنایا اور استاذ اور شہزادگان کو علی قدر مراتب انعام دیا۔ [2]

---

[1] اختلاف کے باوجود: از علامہ شبلی نعمانی' مطبوعہ: الجمعیت دہلی فائل ۱۴ مئی 1972۔

[2] العلم والعلماء: از خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ۔

- امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (متوفی ۶۰۶ھ) اپنے وقت کے بہت بڑے امام' مفسّر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے' اپنے عہد کے معقولات اور علمِ کلام کے امام تھے' اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے عہد میں وہ عزّت اور شہرت عطا فرمائی تھی کہ جس شہر اور علاقے کا رُخ فرماتے حصولِ علم کے لیے ہزاروں کی تعداد میں علماء اور طلباء پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے اور آپ سے حصولِ علم کی نسبت کو اپنے لیے فخر جانتے تھے۔

جب آپ خراسان کے مشہور شہر ''مَرْوَ'' تشریف لائے تو طلباء کی ایک بڑی جماعت علمی استفادہ کیلیے خدمت میں آئی' انہیں میں ایک نوعمر لڑکا' عزیز الدین اسماعیل (بن الحسن المروزی الحسینی نامی) تھا' جس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں تھی' لیکن علم انساب کا ماہر تھا' جب آپ کو اس لڑکے کی اس علم میں مہارت کا پتہ چلا تو آپ نے اس لڑکے سے گذارش کی کہ وہ یہ علم انہیں سکھادے کیونکہ آپ اس علم میں ماہر نہیں تھے' آپ نے اس لڑکے کو استاذ کی جگہ بٹھایا اور خود اس کے آگے شاگرد کی طرح باادب ہوکر بیٹھ گئے' حالانکہ آپ اس وقت اپنی امامت' جلالتِ علمی اور شہرت کی انتہائی بلندیوں پر فائز تھے' لیکن اس شہرت اور امامت کے باوجود ایک نوعمر استاد کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہوئے کسی علمی غرور کا شکار نہیں ہوئے' بلکہ یہ واقعہ آپ کی علمی رفعت کا ایک اور سبب بن گیا جس سے آپ کی سیرت میں چار چاند لگ گئے۔[1]

- اساتذہ کرام نے اپنے شاگردوں کو چاہے وہ وقت کے شہنشاہ ہی کیوں نہ ہوں' ان میں کوئی کجی یا خامی دیکھی تو بالکل اسی طرح ڈانٹ دیا جس طرح ایک مشفق باپ اپنے بیٹے کی کسی کوتاہی پر سرزنش کرتا ہے۔

ہندوستانی سلاطین میں محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ بادشاہ

---

[1] اس واقعہ کا تذکرہ مشہور مؤرخ یاقوت حموی نے اپنی مشہور کتاب معجم الأدباء عزیز الدین اسماعیل بن الحسن المروزی الحسینی کے تذکرے میں کیا ہے۔

ہے جس نے افغانستان سے برما اور تبت سے کنیا کماری تک بلا شرکتِ غیرے تقریباً پچاس سال تک حکمرانی کی، سلطانی سے پہلے عالمگیر کی زندگی ایسی ہی رنگین ہوا کرتی تھی جو مغل شہزادوں کا خاصہ تھی، ابھی اس میں مذہبی تقشف وزہد کا دور دور تک بھی کوئی نشان نہ تھا، لیکن استاذ کی ایک بات نے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا، جو کل تک رنگینیوں میں اپنی مثال آپ تھا، اس واقعہ نے اسے متقی و پرہیز گار، عابد و زاہد بلکہ تہجد گذار و عابدِ شب زندہ دار بنا دیا۔

1658ء میں جب یہ ہندوستان کا بادشاہ بنا تو اس کے استاذ، مُلّا جیون رحمہ اللہ مصنف نور الأنوار، کو پتہ چلا میرا شاگرد ہندوستان کا بادشاہ بنا ہے، انہوں نے اپنی بیگم سے کہہ کر بادشاہ کے لیے خصوصیت سے باجرے کے گلگلے پکائے اور آگرہ کیلئے روانہ ہوئے، بادشاہ کے محل میں اس کے مہمان بنے، عالمگیر کو بڑی محبت وشفقت سے اپنے گھر سے لائے ہوئے گلگلے پیش کئے، بادشاہ نے ایک گلگلا منہ میں کیا رکھا کہ زور کی اُبکائی آئی، بادشاہ کی اس نزاکت کو دیکھتے ہوئے ملاّ جیون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بادشاہ سلامت! حرام کے لقمے کھا کھا کر شاید حلال کا لقمہ آپ کے حلق سے نہیں اتر رہا۔''

استاد کی اس ایک بات نے اورنگ زیب کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا، اس کے بعد کی پوری زندگی اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی، یعنی ٹوپیوں کی سلائی اور قرآنِ مجید کی کتابت سے حاصل ہونے والی آمدنی پر گذار دی، گھوڑے کی پیٹھ پر پچاس سال تک حکمرانی کرنے والے اس عظیم الشان فرمانروا نے مرنے سے پہلے یہ وصیت کی کہ میرے کفن دفن کے لیے بھی عوامی خزانہ سے پھوٹی کوڑی بھی نہ لی جائے بلکہ میری اپنی ذاتی کمائی سے سفرِ آخرت کے سارے انتظامات کئے جائیں۔[1]

طلبِ علم کے آداب

سیدنا عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ طلبِ علم کے آداب ذکر کرتے ہوئے فرماتے

[1] اورنگ زیب ایک عظیم حکمران: از مسٹر مہادیر تیاگی، سابق وزیر محنت ہند۔

ہیں: ❀ طالب علم کی نیت کا صحیح ہونا۔ ❀ استاد کا ایک ایک حرف کمال توجہ سے سننا۔ ❀ خوب غور وخوض سے مضامین کا دل میں اتارنا۔ ❀ اس کا محفوظ کر لینا۔ ❀ اپنے شاگردوں میں اس کا پھیلانا۔ ❀ دین دار ہونا۔ ❀ جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ ❀ گناہ اور بدی کے قریب نہ جانا' کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کا حافظہ خراب ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت اپنے استاذ امام وکیع رحمہ اللہ سے کی' تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ہر قسم کے فسق وفجور سے پاک کر لو' اس لیے کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور نور الٰہی کسی بد عمل اور نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔

شَكَوْتُ اِلٰی وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِي
فَأَوْصَانِي اِلٰی تَرْكِ الْمَعَاصِي
لِأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهِي
وَنُوْرَ اللّٰهِ لَا يُعْطٰی لِلْعَاصِي[1]

طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے استاذ کو کبھی تکلیف نہ پہنچائے اور اپنے عمل' اپنی زبان اور اپنے اعضاء کی حرکات وسکنات سے کسی طرح بھی استاذ کو رنجیدہ نہ کرے۔ امام طاؤس رحمہ اللہ یمنی فرماتے ہیں:

((مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُّوَقَّرَ الْعَالِمُ لِقَوْلِهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَلَا شَكَّ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ وَاِجْلَالُهُ مِنْ اِجْلَالِ الْعِلْمِ))

(فتح المغيث: ۳۲۴)

''یعنی عالم دین کی تعظیم وتوقیر سنت نبوی سے ثابت ہے' کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو ہمارے بزرگ کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے' اس لیے کہ عالم والد کے قائمقام ہے اور اس کی تعظیم خود علم کی تعظیم

[1] اتحاف النبلاء بحوالہ: العلم والعلماء: از خطیب الاسلام مولانا عبد الرؤف جھنڈا نگری رحمہ اللہ۔

ہے''۔

استاد کی بددعا

استاذ کی بد دعا بلکہ اندیشہ بھی طالب علم کی زندگی کو برباد کر دیتا ہے' خطیب الاسلام سیدنا مولانا عبد الرؤف صاحب جھنڈا نگری رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''العلم والعلماء'' میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمد خان پادری اپنے رسالہ' میں مسیحی کیوں ہوا؟ میں ضمنی طور پر ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ میں ابتداء ہی سے تحقیق کی طلب میں تھا' چنانچہ میں برابر انجیل وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا' اس وقت میں مدرسہ فتح پوری میں پڑھتا تھا' ایک رات میرے کابلی استاذ ٹہلتے ٹہلتے میرے کمرے میں آئے اور فارسی زبان میں کہا ''ترسم کہ عیسائی نہ شوی'' مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم عیسائی نہ ہو جاؤ' میں نے فارسی ہی میں جواب دیا کہ آپ ایسا کیوں کہتے ہیں' میری طرف ایسی نسبت نہ کیجئے'' لیکن چند سال بعد اس تجربہ کار استاد کا مقولہ حرف بحرف سچا ثابت ہوا کیونکہ وہ عیسائی ہو گئے۔

شمس الأئمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کسی ضرورت سے بخارا سے نکل کر کسی دیہات میں گئے ہوئے تھے' آپ کے تمام تلامذہ نے آکر آپ سے ملاقات کی' مگر قاضی ابوبکر نہ آسکے تو جس وقت ان سے شمس الأئمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی تو پوچھا: ''تم کیوں نہیں آئے'' کہا: ''میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں مشغول تھا اس لیے نہ آسکا.'' تو فرمایا کہ دیکھ ! تجھے عمر تو بہت دی جائے گی' مگر درس کی رونق سے محروم رہے گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کو کبھی درس دینے کا اتفاق نہ ہوا۔

اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے: ''مَنْ تَأَذّٰی مِنْهُ أُسْتَاذُهُ يُحْرِمُ مِنْ بَرَكَةِ الْعِلْمِ
ترجمہ: جس طالب علم سے اس کا استاذ تکلیف اٹھاتا ہے تو ایسا شخص' علم کی برکت اور اس کے نفع سے محروم رہے گا۔'' (حوالہء مذکور: 69)

عصری تعلیم اور اس کے نتائج

شاگردوں پر اساتذہ کی شفقت اور تلامذہ کا اپنے اساتذہ کے لیے احترام

اور تعظیم اب دورِ رفتہ کی داستانیں اور خواب کی باتیں ہو چکی ہیں' انگریزی اور عصری تعلیم نے ماضی کی تمام عظیم روایات کی تار و پود کو اس طرح بکھیر کر رکھ دیا ہے کہ نہ اب استاد' استاد رہا اور نہ شاگرد' شاگرد۔

عصری تعلیم نے تعلیم کو ایک نفع بخش تجارت بنا دیا ہے' جس میں طالب علم ایک مخصوص رقم ادا کر کے کالج اور یونیورسٹی سے تعلیم خریدتا ہے اور اساتذہ بھی طلبِ روزگار کے طور پر طلباء کے سامنے اپنا لیکچر پڑھ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کے لیے شعور بیدار کرنے والے سر سیّد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھے' آپ نے انتہائی نا مساعد حالات اور مخالفتوں کے طوفان میں محمڈن کالج کی بنیاد ڈالی' سر سیّد رحمۃ اللہ علیہ کا خلوص مسلم قوم کے لیے کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے' لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب ایک قوم کسی زبان کو سیکھنے کے لیے اٹھتی ہے تو وہ اس قوم کے عادات واخلاق سے متاثر ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ تقدس جو اب تک اساتذہ وطلباء کے درمیان دینی نصابِ تعلیم کی وجہ سے قائم تھا وہ جلد ہی پارہ پارہ ہو گیا' خود سر سیّد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیا۔

چنانچہ جناب ذاکر علی خان صاحب ''روایاتِ علی گڈھ'' میں لکھتے ہیں کہ جمیل خان صاحب فرماتے ہیں ایک شام ہم تمام مسجد کے عقب میں واقع کرکٹ گراونڈ میں حسبِ معمول کرکٹ کھیلنے میں ایسے مصروف تھے کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا لیکن اس کے باوجود ہوسٹل کا رُخ کرنے کے ہم کھیل میں مدہوش رہے اتنے میں نظر پڑی تو دیکھا سیدنا سر سیّد خراماں خراماں مغرب کی نماز کے لیے مسجد کی طرف آرہے ہیں۔ یہ دیکھ کر گھبراہٹ میں اور کچھ نہ سُوجھا تو کپتان صاحب نے کہا ''بھائیو صفیں باندھ لو اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ تاکہ یہ خطرہ ٹل جائے'' چنانچہ فوراً ہی کپتان صاحب کی امامت میں سب کھلاڑی مقتدی بن کر نمازِ باجماعت میں مصروف ہو گئے' رکوع ہوا سجدہ کیا جو کچھ زیادہ طول پکڑ گیا' لیکن بجائے ''اللہ اکبر'' کہنے کے سجدے میں سر رکھے کپتان امام

نے باآوازِ بلند دریافت کیا: ''بھائیو کیا بڈھا چلا گیا؟'' مقتدیوں کی طرف سے جواب نہ آنے پر امام صاحب نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھتے ہیں کہ سجدہ ریز مقتدیوں میں بڈھا بھی شامل ہے' لیکن بے باکی کے ایسے مظاہرے کے بعد بھی بابائے ملّت نے مشفقانہ عفو ودرگذر سے کام لے کر مسجد کی راہ لی۔ (روایاتِ علی گڈھ: ص 10)

سر سیّد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بے باکی کی یہ ابتداء تھی' اور آج وہی ''مسلم یونیور سٹی'' سیاست بازی' علاقائی کشمکش اور پروفیسروں اور غیر سماجی عناصر کی آپسی چپقلش کی نذر ہو کر لڑائی اور جھگڑے کا میدان بن چکی ہے' آئے دن کی ہڑتالوں نے تعلیم کا جنازہ نکال دیا ہے' اور یہی حال ہندوستان کی باقی یونیورسٹیوں کا ہے.

موجودہ دور میں عصری مدارس میں اساتذہ کا ادب' احترام خواب کی باتیں بن کر رہ گئی ہیں' یہاں تو اساتذہ کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو طلباء کے ہاتھوں پٹنے سے کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں' کسی استاد کا اپنے طلباء سے محفوظ ہو جانا ہی اس کی عزّت ووقار کی سب سے بڑی دلیل سمجھی جاتی ہے' نہ یہاں ابن فرّاء نحوی جیسے استاد ہیں' نہ مامون الرشید کے شہزادوں جیسے شاگرد' نہ ملّا جیون جیسے اساتذہ ہیں اور نہ ہی اورنگ زیب عالمگیر جیسے شاگرد۔

یہاں تو استاد وشاگرد باروں میں بیٹھے شراب کے جام ایک دوسرے سے ٹکرا کر پیتے ہوئے ملیں گے' طلباء کے غول اپنے ہی پروفیسر کی پٹائی کرتے ہوئے بلکہ اپنی ہی لیڈی پروفیسر کی آبرو ریزی کرتے ہوئے نظر آئیں گے' غرضیکہ موجودہ کالج اور یونیورسٹیاں انسانیت کے مذبح خانے بن چکے ہیں جہاں بچے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر شریف انسان بننے کے بجائے' جرائم پیشہ' گستاخ اور کردار کی خوبی سے کورے ہو کر نکلتے ہیں' (اِلّا ماشاء اللہ)۔

یہاں علم اخلاق کے لیے نہیں بلکہ ملازمت کے لیے پڑھایا جاتا ہے اور جو فارغ التحصیل ہو رہے ہیں ان کی نظر پلیٹ اور پاکٹ کے علاوہ اور کسی چیز پر نہیں۔

کتنے ایسے بچے ہیں کہ جب انہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کر لی اور کچھ کمانے

کھانے کے لائق ہوئے تو اپنے والدین کو بھی پہچاننے سے انکار کر دیا' بلکہ ایک صاحب سے جب ان کے باپ کے متعلق دریافت کیا گیا:? Who is He تو انہوں نے بڑی ہی بے شرمی سے جواب دیا: This Is My Butler ''یہ میرے باورچی ہیں''

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہر انگریزی پڑھا لکھا شخص ایسا ہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عصری سکول و کالج بچوں کی تعمیر و ترقی سے زیادہ تخریب و بگاڑ میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو گھر میں ہی دین اور اخلاق کی بہترین تعلیم دیں' ان کے دلوں میں اساتذہ کی تعظیم' انسانیت کا احترام' اسلام کی حقانیت اور ایمان کی محبت اس طرح راسخ کر دیں کہ کسی بھی موڑ پر دین اور اخلاق کا سررشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

بقول اکبر الہ آبادی:

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے ' غباروں میں اڑو ' چرخ پہ جھولو
لیکن ایک بات بندہ اکبر کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

بالخصوص لڑکیوں کے تعلق سے والدین کو انتہائی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ انہیں جہاں تک ہو سکے گرلز کالجز میں ہی داخلہ دلایا جائے اور ایسے کالجز وغیرہ سے گریز کیا جائے جہاں مخلوط تعلیم ہو' اس کے ساتھ ہی لڑکیوں کی نگرانی کی جائے' انہیں اپنے کسی محرم کے ساتھ اسکول اور کالج بھیجا جائے' اسی طرح انہیں وہاں سے لانے کا بھی بندوبست ہو' ان کے تمام کاموں کا سخت محاسبہ کیا جائے تا کہ کالج کے غیر اخلاقی ماحول اور اس سے پہنچنے والی برائیوں سے انہیں محفوظ رکھا جا سکے۔

کتنے والدین ایسے ہیں کہ وہ اپنی بچیوں کو کالج میں داخلہ دلا کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور یہ تصوّر کر لیتے ہیں کہ ہماری بچی کالج میں نہایت ہی محنت سے تعلیم حاصل کر رہی

ہے' بسا اوقات وہ یہ زحمت ہی گوارہ نہیں کرتے کہ کیا واقعی ہماری بچی ہمارے مستقبل کے خوابوں کو پورا کر رہی ہے؟

اس بے توجہی کے بڑے بھیانک نتائج نکلتے ہیں' کئی بچیاں گھر سے تو کالج کے لیے نکلتی ہیں لیکن کالج سے اپنے کسی دوست لڑکے کے ساتھ نکل جاتی ہیں' یا غیر سماجی اور بد اخلاق لڑکوں کی ہوس کا شکار ہو کر اپنے آپ کو تباہ کر لیتی ہیں جیسے کہ آپ اس کتاب میں پڑھ چکے ہیں۔

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر کے نوجوان ڈرائیور کے ساتھ اپنی بچیوں کو کالج نہ روانہ کریں' ٹیوشن کے لیے بھی کسی لیڈی ٹیوٹر کا بندوبست کریں اور اگر بد قسمتی سے اس کا بندوبست نہ ہو تو یا تو ٹیوشن ہی ختم کر دیں یا بامر مجبوری مرد ٹیوٹر ہی رکھنا پڑے تو ٹیوٹر اور بچی کو تنہائی کا موقع نہ دیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ تنہائی میں وہ رسم و راہ بڑھا لیں اور پھر نتیجہ میں سارے خاندان کے لیے ذلّت ورُسوائی کا ایک انمٹ داغ بن جائیں' کھاتے پیتے خوشحال خاندان میں سینکڑوں ایسے واقعات والدین کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

عربی مدارس اور ان کا کردار

پوری دنیا میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص کالج اور یونیورسٹی کا جو ماحول ہے اس سے ہر ذی ہوش انسان واقف ہے' مسلمانوں کے لیے مخصوص کوئی یونیورسٹی نہیں' دو چار یونیورسٹیاں جو اقلیتوں یا دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تھیں' حکومت کی نظر کرم سے ان کا اقلیتی کردار ایک مدّت پہلے ہی ختم کر دیا گیا ہے' اب ہندوستان میں کوئی ایسی یونیورسٹی نہیں جو مسلمانوں کے لیے مخصوص ہو جس میں مسلمان اپنی طرزِ معاشرت' دین اور ثقافت پر عمل کرتے ہوئے تعلیم حاصل کریں' ایسے حالات میں عربی مدارس غیر سرکاری طور پر وہ کام انجام دے رہے ہیں جو مسلم دورِ حکومت میں سرکاری مدارس انجام دے رہے تھے۔ یہ تو ہندوستان (انڈیا) کی بات تھی پاکستان جو کہ اسلامی مملکت ہے اور جہاں کا دستور کتاب و سنت ہے اس ملک کے کالجز اور

یونیورسٹیوں کی حالت بھی غیر مسلم ممالک کے اداروں سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ یہاں بھی ان اداروں میں مخلوط تعلیم کا انتظام ہے اور دن بدن اس معاملہ میں ترقی ہو رہی ہے' کیا مسلم اور غیر مسلم کے عقائد ونظریات یکساں ہیں اور کیا ان دونوں قوموں کا مقصد حیات ایک ہے؟ اس میں تمام والدین کو اپنے اپنے مقام پر سوچنا چاہیے۔ (ع۔خ)

اللہ جزائے خیر دے ان علمائے کرام کو جنہوں نے انگریزوں کے عہد میں ہی یہ اندازہ لگالیا تھا کہ مسلمان اپنے دین وایمان اور تہذیب وثقافت کی حفاظت کے لیے خود اپنے ہی وسائل سے دینی مدارس قائم کریں' تاکہ ہندوستان میں مسلمان اپنا مذہبی تشخص باقی رکھتے ہوئے اپنے دین کی حفاظت کریں۔ اس احساس نے ہندوستانی مسلمانوں کو سینکڑوں اسلامی مدارس قائم کرنے پر مجبور کیا' جس میں ہزاروں لڑکے دینی تعلیم حاصل کر کے مسلمانوں کی مذہبی پیشوائی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مزید خوش آئند بات یہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں سینکڑوں کی تعداد میں لڑکیوں کے دینی مدارس کا قیام بھی عمل میں آیا ہے' جہاں ہزاروں بچیاں اسلامی لباس اور ماحول میں باپردہ دینی تعلیم حاصل کر رہی ہیں' پھر یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والی خواتین نے اسلامی بیداری کی مہم شروع کی ہوئی ہیں۔

اب کئی مدارسِ عربیہ میں انگریزی کی تعلیم کا حصول ''شجرِ ممنوعہ'' نہیں رہا اور گذشتہ دہائیوں میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے علمائے کرام کو کھڑا کیا جنہوں نے مدارس عربیہ کے قدیم ''نظامی نصاب'' کو جدید اصلاحی نصاب سے بدل دیا اور اس سے منطق وفلسفہ ودیگر ایسے موضوعات کو نکال دیا جن کا اس ترقی یافتہ دور میں کوئی کردار نہ رہا اور ان کی جگہ انگریزی' سائنس اور دیگر جدید مضامین کو شامل کیا' جس سے عربی مدارس میں بھی جدید نصاب پڑھایا جانے لگا اور یہاں سے فارغ التحصیل لڑکے اور لڑکیاں کسی بھی کالج ویونیورسٹیوں میں داخلہ لے کر ڈاکٹر' انجینیر اور پروفیسر بن سکتے ہیں۔

کئی اربابِ مدارس نے ''فنّی تعلیم'' کے لزوم کا بھی اہتمام کیا ہے اور کئی مدارس ٹکنیکل کالجز کے قیام کی تگ ودو میں مصروف ہیں. اگر دیگر مدارس بھی اُسکا اہتمام کریں

تو یہ ایک عظیم خدمت ہوگی۔

الحمد للہ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہندوستان میں انتہائی نا مساعد حالات کے باوجود مسلمانوں نے دین سے اپنے تعلق کو نہایت ہی مضبوط بنا رکھا ہے اور وہ اپنے دین وایمان کی اس ''متاعِ بے بہا'' کے لیے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔

لہٰذا والدین سے عرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے ان عربی مدارس کا رخ کریں اور اپنے بچوں اور بچیوں کو اسلامی تعلیم سے آشنا کرا کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنواریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی قیادت ہمیشہ ان اولو العزم ہستیوں کے حصے میں آئی جو انہی عربی مدارس کی پھٹی پرانی چٹائیوں پر پلے بڑھے اور مسجد ومحراب میں بیٹھ کر زیور علم سے آراستہ ہوئے تھے' لیکن جب کبھی مسلمانوں پر کوئی دینی افتاد آئی یا سلاطین اور بادشاہوں نے اسلام کے کسی مسلمہ عقیدے سے انحراف کیا تو وہ ان سلاطین کے مقابل جن کی گردنیں کجکلاہی میں جباروں وقہاروں کی پابہ رکاب تھیں' سینہ تان کر کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ ان کجکلاہوں کو ان غربت وافلاس پر قانع اور اپنے بوریا وچٹائی کے پابند جلیل القدر واولو العزم ہستیوں کے آگے نہایت ہی عاجزی ومسکنت کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔

تاریخ کی ان عظیم ہستیوں کو دنیا' امام دار الہجرۃ مالک بن انس' امام اھل السنۃ احمد بن حنبل' شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ' شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور مجاہد فی سبیل اللہ سیّد شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ ورضی اللہ عنہم کے ناموں سے جانتی ہے۔

یہ شخصیتیں جن عہدوں سے متعلق تھیں ان میں علم عام نہیں ہوا تھا' عربی مدارس کا وہ جال نہیں بچھا تھا جواب ہے' طلباء کے لیے وہ سہولتیں نایاب تھیں جن کی آج بہتات ہے. بلکہ انہیں اپنے معاش کی تدبیریں خود کرنا پڑتی تھیں اور دن بھر کی محنت وتھکاوٹ کے بعد فرصت کی جو چند ساعتیں ان کو مل جاتیں تو وہ ان میں' کبھی چاندنی راتوں میں' کبھی مسجدوں کے محراب تلے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی روشنی میں اساتذۂ فن کے آگے

دوزانوں ہوتے اور ان کی خدمت کرتے تو کہیں جا کر ان کو دو چار الفاظ سبق مل پاتا۔

لیکن ان میں سے جو علماء اٹھے انہوں نے اپنے علم وعمل سے ایک دنیا کو روشنی عطا کی اور اسباب وسہولیات کی عدمِ کے باوجود عربی' فارسی اور اردو کے علاوہ دنیا کی ہر اہم زبان میں تفاسیر اور شروح احادیث کی تصنیف وتالیف کا ایک ڈھیر لگا دیا۔

لیکن افسوس کہ موجودہ دور میں یہ کیا بلا ہے کہ عربی مدارس سے علم دین جتنا پھیل رہا ہے عمل کی برکتیں اتنی ہی سمٹ رہی ہیں' اسلام کا جتنا پرچار ہو رہا ہے اخلاق اتنا ہی غائب ہوتا جا رہا ہے مسجدیں جتنی آباد ہو رہی ہیں دل اتنے ہی ویران ہوتے جا رہے ہیں' حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ علم وعمل کی برکتیں پہلے سے کہیں زیادہ عام ہوتیں اور مسلم معاشرے میں تقویٰ وآخرت میں باز پرسی کا احساس پہلے سے کہیں زیادہ پایا جاتا۔

تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مدارسِ عربیہ جہاں سے کبھی قوم کے قائد پیدا ہوتے تھے' آج وہاں سے ایک ایسی جماعت نکل رہی ہے جو حرکت وعمل سے نا آشنا' قیادت ورہنمائی کے رمز سے بے بہرہ' اولوالعزمی اور خود شناسی کے جوہروں سے عاری ہے' جس کی وجہ سے علماء اور قوم کی قیادت' دو مختلف چیزیں بن کر رہ گئی ہیں۔ حالانکہ نصف صدی پیشتر سیاست اور سماج غرض ہر میدان کی قیادت علماء کرام کے ہاتھوں میں تھی' لیکن آج اس کا تصور بھی' ایں خیال است ومحال است وجنوں کی طرح محال بنا ہوا ہے۔

آج عالمی حالات نہایت سرعت سے پلٹ رہے ہیں اور ہر جگہ انسانیت' نہایت تیزی سے حیوانیت کی طرف بھاگ رہی ہے' امت اسلامیہ کے لیے طبقاتی' لسانی' مذہبی اور استعماری کشمکش نے سینکڑوں مسائل پیدا کر دیے ہیں' سب سے زیادہ تباہی مذہبی و استعماری جنونیوں نے مچا رکھی ہے' ابھی چند سالوں کے اندر گجرات' افغانستان' فلسطین اور عراق میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے کیا یہ مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور مذہبی غیرت کو کچوکے لگانے کے لیے کافی نہیں؟

اگر اب بھی بیداری کا وقت نہیں آیا تو پھر کس مصیبت کا انتظار ہے' اور اگر انتظار ہے تو وہ کونسی مصیبت ہے کہ جس کا نزول امت مسلمہ پر نہیں ہوا؟

مصیبت کی اس گھڑی میں امت مسلمہ کی حقیقت پسندانہ قیادت ایک اہم مسئلہ ہے جو یقیناً علماء کرام کی ذات سے ممکن ہے' مگر شرط یہ ہے کہ وہ اس میدان میں قدم رکھنے کا حوصلہ کریں۔

مشہور مفکر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ' علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج ہندوستان کے مسلمان ایک دانش مندانہ وحقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں' اگر آپ مسلمانوں کو سو فیصدی تہجد گذار بنا دیں' لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو' وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جا رہا ہے؟ ملک ڈوب رہا ہے' ملک میں بد اخلاقی وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے' ملک میں مسلمانوں سے نفرت پیدا کی جا رہی ہے' تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد' پانچ وقت کی نماز پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا' اگر آپ نے دین داروں کے لیے اس ماحول میں جگہ نہیں بنائی اور ان کو ملک کا بے لوث' مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا' جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے ہاتھ پیر مارتا ہے اور بلند کردار پیش کرتا ہے' تو آپ یاد رکھئے کہ عبادات ونوافل علامتیں اور شعائر تو الگ رہے' وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جائے اور پھر ایسے قیادت میں تو الگ رہی' اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہو جائے گی۔ (کاروانِ زندگی: ج 2)

یہ چند گذارشات تھیں جو ارباب مدارس کی خدمت میں نہایت ادب واحترام اور قصورِ علم وعمل کے اعتراف کے ساتھ رکھی گئی ہیں' اس لیے کہ علماء کی بیداری قوم کی بیداری ہے' اگر یہ میدان عمل میں ڈھیلے پڑ گئے تو پھر قوم کا اللہ ہی حافظ ہے' کیونکہ:

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دیں بندۂ مومن کیلیے موت ہے یا خواب
ہیں ساز پہ موقوف نواہائے جگر سوز
ڈھیلے ہوں اگر تار تو بیکار ہے مضراب

باب : ۹

اولاد میں بگاڑ' اسباب اور علاج

غریبی اور مفلسی

اگر بچہ وہ چیزیں نہ پائے جسے وہ اپنے لیے ضروری تصور کرتا ہو' تو ان چیزوں سے احساسِ محرومی اسے گاہے بگاہے چھوٹی موٹی چیزیں چُرانے پر اکسائے گا' اگر ماں باپ سے اس کو اس معاملے میں تھوڑا سا بھی حوصلہ اور شہہ ملی تو آگے چل کر اسے چور اور ڈاکو بننے میں زیادہ وقت نہیں لگتا' پھر معاشرے کے لیے وہ ایک بلا اور آفت بن جاتا ہے۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ دیا' جب اس کے نافذ کرنے کا وقت آیا تو چور نے چلاّ کر کہا:

((قَطَعُوا لِسَانَ أُمِّی قَبلَ اَنْ تَقطَعُوا یَدِیْ))

میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری ماں کی زبان کاٹو' کیونکہ بچپن میں جب میں نے اپنے پڑوسی کے گھر سے انڈا چرایا تھا تو میری ماں نے خوش ہو کر کہا تھا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَصَارَ ابنِی اَلْیَوْمَ رَجُلًا))

اللہ کا شکر ہے' میرا بیٹا آج جوان ہو گیا۔''

میری ماں نے نہ مجھے ڈانٹا اور نہ پھٹکارا' اگر وہ مجھے انڈا واپس کرنے پر مجبور کرتی تو آج میں معاشرے میں چور نہ بنتا۔

(اخلاقنا الإجتماعية: د/ مصطفی السباعی : صفحه: 162)

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو یہ بات ذہن نشین کرائیں کہ

مالداری اور مفلسی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہوتی ہیں اور ہمیں اس کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔

تاریخ میں ایسے اللہ والے خلفاء کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے شہنشاہی میں فقیری کی، انہیں میں ایک سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، خلیفہ بننے سے پہلے بڑے عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے، لیکن جس وقت خلیفہ بنے تو سارے عیش و راحت کو تج دیا، ایک مختصر سی تنخواہ پر زندگی بسر کی، ایک مرتبہ عید کے موقعہ پر آپ نے اپنے ایک بچے کو بوسیدہ لباس پہنے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے، بیٹے نے پوچھا کہ

"مَا يُبْكِيكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ؟

"امیر المومنین ! یہ آنسو کیوں"

فرمایا:

((يَا بُنَيَّ اَخْشٰى أَنْ يَّنْكَسِرَ قَلْبُكَ اِذَا رَاكَ الصِّبْيَانُ بِهٰذَا الثَّوْبِ الْخَلَقِ))

بیٹے ! اس لیے کہ آج بچے تمہیں اس بوسیدہ لباس میں دیکھیں گے تو شاید تمہارا دل ٹوٹ جائے"۔ بچے نے جواب دیا:

((يا امير المؤمنين اِنَّمَا يَنْكَسِرُ قَلْبُ مَنْ اَعْدَمَهُ اللّٰهُ رِضَاهُ أَوْ عَقَّ أُمَّهٗ وَأَبَاهُ وَاِنِّي لَأَرْجُوْ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَاضِيًا عَنِّيْ بِرِضَاكَ))

"ابا جان ! دل تو اس کا ٹوٹنا چاہیے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا سے محروم کر رکھا ہے، یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہوگا، اس لیے کہ آپ مجھ سے خوش ہیں، یہ جواب سن کر آپ نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگا لیا۔"

(تربية الأولاد في الإسلام للشيخ عبد الله ناصح علوان : 234)

فضول خرچی

بچوں کے چور اور مجرم بننے کا دوسرا سبب ماں باپ کا بے حد لاڈ اور پیار اور انہیں ضرورت سے زیادہ جیب خرچ دینا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد غلط عادات کا شکار بن جاتی ہے' ان کی اسراف اور فضول خرچی کی بنا پر دیگر آوارہ لڑکے ان کے قریبی ساتھی بن جاتے ہیں' وہ انہیں برے اطوار کا عادی بنا دیتے ہیں۔ ان میں اُمنگوں' اور ارمانوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے' ان کی خواہشات کو پر لگ جاتے ہیں' ایسے بچے جو فضولیات کے عادی بن جاتے ہیں' جب انہیں اپنی فضول خرچیوں کے لیے پیسے نہیں ملتے تو وہ چوری پر اتر آتے ہیں' اور نئی نئی چیزیں چُرا کر اپنے والدین کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کرتے ہیں کہ انہیں فلاں دوست نے یہ ہدیہ دیا ہے' یا یہ چیز فلاں جگہ گری ہوئی ملی ہے۔ ماں باپ اس آرزو کے ساتھ یہ ''ہدیے اور تحفے'' قبول کر لیتے ہیں کہ اللہ کرے کہ ہدیوں کا یہ سنہری دور ہمارے لال پر ہمیشہ سدا بہار رہے. لیکن ان کی یہ خوش گمانیاں اس وقت خاک میں مل جاتی ہیں جب انہیں کسی پولیس اسٹیشن سے یہ خبر ملتی ہے کہ ان کا لال پولیس حوالات میں ''سرکاری مہمان'' بنا ہوا ہے' اس وقت وہ اپنا سر پیٹ لیتے ہیں

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کو فضول خرچی سے محفوظ رکھنے کے لیے خود فضولیات سے دور رہیں' کیونکہ اسراف وتبذیر سے تنگی پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: 29)

''تم اپنا ہاتھ (بخیلی سے) اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ ہی (فضول خرچی سے) اسے بالکل ہی کھول دو کہ پھر لوگوں کی ملامت کے مستحق ہو کر عاجز اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ''۔

ان آیات کے تفسیر کرتے ہوئے برّصغیر کے مشہور محقق اور عالم دین حافظ صلاح

الدین یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ ان آیات میں انفاق کا ادب بیان کیا جارہا ہے کہ انسان نہ بخل کرے کہ اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے اور نہ فضول خرچی پر اتر آئے کہ گنجائش دیکھے بغیر ہی بے دریغ خرچ کرتا رہے. بخل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان قابل ملامت ومذمت قرار پائے گا اور فضول خرچی کے نتیجے میں تھکا ہارا اور پچھتانے والا۔ محسور اس جانور کو کہتے ہیں جو چل چل کر تھک چکا ہو تو اسی طرح فضول خرچی کرنے والا بھی بالآخر خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ○ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ○﴾ (بنی اسرائیل: 27-26)

اور اسراف و بیجا خرچ سے بچو بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

فضول خرچی اللہ تعالیٰ کو بے حد ناپسند ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَأَنْ تُطِيعُوا وُلَاةَ أَمْرِكُمْ وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ)) (مسلم / حدیث نمبر 1340)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں پسند کی ہیں اور تین چیزیں ناپسند کی ہیں. جو چیزیں پسند کی ہیں وہ یہ ہیں ❁ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ ❁ تم تمام مل کر اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقے بازی نہ کرو ❁ اور اپنے حاکموں کی (نیکی

کے کاموں میں) اطاعت کرو۔ اور تین چیزیں جو اس نے تمہارے لیے نا پسند کی ہیں' وہ یہ ہیں: ✿ بحث ومباحثہ ✿ کثرت سے (بے کار ولایعنی) سوالات کرنا ✿ مال فضول خرچ کرنا''۔

اور فضول خرچی' چوری' دھوکہ دہی اور ان جیسی بیسیوں بُری عادتوں کی جڑ ہے۔ اس لیے والدین اپنی اولاد کی نگرانی کریں' انہیں جیب خرچ کے لیے اتنے پیسے دیں کہ اولاد کو محرومی کا احساس نہ ہو' اور اتنے زیادہ نہ دیں کہ وہ فضول خرچی کا شکار ہو جائیں' اللہ نہ کرے' اگر غلط طریقے سے بچوں نے کوئی چیز لی ہو تو انہیں محبت سے سمجھا کر اسے واپس کروائیں' اگر کوئی نئی چیز ان کے بستے سے نکل آئے تو سختی سے ان کا محاسبہ اور تحقیق کریں' تاکہ والدین کی سختی اور باز پُرسی کی وجہ سے بچوں کو کبھی چوری اور دھوکہ دہی پر جرأت ہی نہ ہو۔

اگر بچوں میں والدین اللہ تعالیٰ کے مراقبے کا احساس پیدا کریں تو بچے نہ صرف آئندہ زندگی میں ان برے کاموں سے دور رہیں گے بلکہ یہی بچے صداقت وشجاعت کی ایک مثال بن جائیں گے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اولاد کی پرورش انہی درخشاں اصول پر کریں جن پر چلتے ہوئے ہمارے اسلاف نے ایک ایسی نسل کو دنیا کے سامنے پیش کیا' جن کے اثر سے دنیا کو زندگی کے ہر میدان میں ایسے مقدس افراد ملے کہ جن سے زیادہ راست باز' متقی وپرہیزگار' عدل پرور' با اصول سیاستدان' نیک دل حکمران' رحم دل فاتح' شیر دل کمانڈر اور عابد وزاہد انسان' چشمِ فلک نے کبھی نہیں دیکھا تھا' انہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا کہ یہ انسان نہیں بلکہ ملأ اعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جو زمین پر انسانی شکل وصورت میں اتر آئے ہیں۔ فاتحِ ہند وسندھ سیدنا محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے جب راجہ داہر کی فوج کو شکست دیکر سندھ کو فتح کرلیا تو اہلِ سندھ نے اس اسلامی فاتح کو دیوتا قرار دیا' ان کا مجسمہ تراش کر عبادت کرنے لگے۔ کاش مسلمانانِ برصغیر ہند وپاک' اپنے آٹھ سو سالہ دورِ اقتدار میں ان اسلامی تعلیمات پر عمل کیے ہوتے تو شاید آج ہندوستان ایک عظیم

مسلم ملک ہوتا۔

بخیلی اور کنجوسی

اولاد میں بگاڑ کے اہم اسباب میں سے ایک سبب باپ کی کنجوسی اور بخیلی ہے' باپ کھاتا پیتا اور مالدار ہو' لیکن اپنی اولاد کے ساتھ کنجوسی کا رویہ اپناتا ہو تو گویا وہ اپنی بیوی بچوں کو از خود چوری کرنے پر مجبور کر رہا ہے' چاہے وہ اسکے گھر سے کریں یا باہر سے

ہر مسلمان کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ بیوی بچوں کے نان ونفقہ پر خرچ کرنا بھی ایک عبادت ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

((دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رقبة وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِيْ أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ)) (رواه مسلم)

''ایک وہ دینار ہے جس کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا' ایک وہ دینار جسے تم نے کسی کو غلامی سے نجات دلانے میں صرف کیا' ایک وہ دینار ہے جسے تم نے کسی مسکین پر خیرات کیا' اور ایک وہ دینار جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا تو ان سب سے زیادہ اجر وثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔''

بیوی کو جو لقمے کھلائے جائیں ان کے متعلق نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

((وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ اِمْرَأَتِكَ)) (متفق عليه)

''جس سرمایہ کو تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو گے تو اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا' یہاں تک کہ جس لقمے کو تم اپنی اہلیہ کے منہ میں ڈالو گے'' (اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا)۔

نبی ﷺ کا ایک فرمان ہے کہ

((اِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهٖ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَلَهٗ صَدَقَةٌ))

(متفق علیہ)

''جب آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے' اور اس خرچ سے ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے''۔

اگر کسی بیوی کو کنجوس شوہر سے واسطہ پڑے تو وہ اپنے بچوں کے لیے اپنے شوہر سے اسے بتلائے بغیر اتنا مال لے سکتی ہے جو کہ اس کے بچوں کے لیے کافی ہو سکے۔

☆ سیدہ ہندہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (زوجہ سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض گذار ہوئیں کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ابو سفیان بخیل آدمی ہیں' وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جتنا میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو' سوائے اس کے جسے میں ان کی لاعلمی میں لے لوں۔ (تو پھر کہیں جا کر وہ میرے لیے کافی ہوتا ہے) جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دستور کے مطابق جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو سکے' اتنا بلا اجازت لے سکتی ہو۔ (بخاری)

☆ مرد کی بخیلی کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ محمود مہدی استنبولی فرماتے ہیں:

کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے شوہر سے جھگڑا کر رہی تھی' کیونکہ وہ خرچ دینے میں حد سے زیادہ تنگی کرتا تھا۔ عورت نے کہا اللہ کی قسم! چوہے بھی صرف وطن کی محبت کے سبب اس گھر میں پڑے ہوئے ہیں' ورنہ خوراک انہیں پڑوس کے گھروں سے مل جاتی ہے۔

شوہر کی بخیلی اور اخراجات میں سخت گیری کا مناسب حال یہ واقعہ ہے جو علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الأذکیاء'' میں لکھتے ہیں:

☆ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے عرب نوجوان کا منگنی کا پیغام ایک ہی وقت میں ایک عورت کے پاس پہنچا۔ نوجوان خوب صورت تھا۔ عورت نے دونوں کو طلب کیا اور کہا کہ تم دونوں نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے' لہٰذا میں سنے اور دیکھے بغیر کسی کو کوئی جواب نہیں دوں گی' اس لیے اگر چاہو تو فلاں وقت حاضر

ہو جاؤ'' دونوں منگیتر مقررہ وقت پر آئے تو عورت نے دونوں کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکتی تھی اور ان کی باتیں سن سکتی تھی۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی نظر نوجوان پر پڑی' اور اس کا حُسن و جمال اور اس کی حالت دیکھی تو آپ رشتہ سے مایوس ہو گئے اور یقین کر لیا کہ عورت اسی نوجوان کو پسند کرے گی .آخر آپ کو ایک تدبیر سوجھی' آپ نوجوان کی طرف مڑے اور اس سے کہا کہ تم حسن و جمال اور قوت گویائی سے مالا مال ہو' کیا اس کے سوا بھی تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! پھر اس نے اپنی مزید کچھ خوبیاں گنوائیں اور خاموش ہو گیا' سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حساب کتاب کیسا رکھتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اپنے حساب میں کوئی چیز باقی رہنے نہیں دیتا' اور جو رائی کے برابر بھی کوئی چیز بچ رہتی ہے اسے بھی وصول کر لیتا ہوں۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن میرا حال یہ ہے کہ میں تھیلی گھر کے کونے میں رکھ چھوڑتا ہوں اور گھر والے جس قدر چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں' اور جب دوبارہ روپیہ طلب کرتے ہیں' تب مجھے پتہ چلتا ہے کہ پہلا روپیہ ختم ہو گیا ہے۔'' عورت نے (اپنے دل میں) کہا: اللہ کی قسم! حساب کتاب نہ لینے والا یہ بوڑھا اس نوجوان سے بہتر ہے جو رائی کے دانے برابر چیز بھی چھوڑنے کا نام نہ لے تو اس کے بعد اس عورت نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔

(تحفۃ العروس: 446)

غلط صحبت

بُری صحبت ایک ایسی بیماری ہے جس میں اچھے اچھے لوگوں کی اولاد بگڑ جاتی ہے' سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم نبی تھے ان کا لڑکا کنعان نیک تربیت کے باوجود بُری صحبت کا شکار ہو کر کافر ہو گیا اور طوفانِ نوح میں مارا گیا' اس کا سبب شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بُری صحبت ہی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

پسرِ نوح با بداں بنشست
نبوّتِ خاندانش گم کرد
سگِ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت و مردم شد

یعنی نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے نے بُروں کی صحبت اختیار کی' جس کی وجہ سے وہ اپنے خاندان کی نبوّت کو گنوا بیٹھا' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ انبیاء کی نیک اولاد کو بھی نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں' جب کہ اصحابِ کہف کا کتّا چند دن نیک لوگوں کی صحبت میں رہا جس کی وجہ سے وہ ان نیک لوگوں کے ساتھ ہی گنا جانے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اپنے ان اولیاء کے ساتھ اس جانور کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں محفوظ کر دیا:

﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ (کہف: 22)

''کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کُتّا تھا' کچھ دوسرے کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتّا' یہ سب بے دلیل باتیں بناتے ہیں' کچھ اور کہتے ہیں کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتّا۔''

اسی لیے اسلام نے شر پسند افراد کی صحبت سے بار بار منع کیا ہے' کیونکہ اس سے انسان راہ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دوزخی بن جاتا ہے۔ قرآن مجید نے ایسے بد نصیب افراد کا تذکرہ کیا ہے جو قیامت کے دن اپنے برے یاروں اور دوستوں کو یاد کرکے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کریں گے کہ وہ پل بھر کے لیے ان لوگوں کو دکھا دے جنھوں نے انہیں دنیا میں راہ حق سے بھٹکا دیا' تاکہ وہ انہیں بری طرح روند دیں:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝﴾ (فصلت: 29)

''اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں فریق دکھا' جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال دیں (روندیں) تاکہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (سخت عذاب میں) ہو جائیں''۔

برے دوست میدان محشر میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (زخرف: 67)

''اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے''۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ)) (ترمذی)

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے' اس لیے آدمی کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے''۔

اسی لیے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْئَلْ وَسَلْ عَنْ قَرِيْنِهٖ
فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارَنِ يَقْتَدِىْ

گر تم کسی شخص کے عادات واطوار کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہو تو اس کے نہیں بلکہ اس کے یاروں دوستوں کے متعلق معلومات فراہم کرو' اس لیے کہ ہر شخص اپنے ہی ظرف کے مطابق یار بناتا ہے۔

نبی ﷺ نے اچھی اور بری صحبت کو ایک لطیف مثال سے واضح فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ حَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَاَمَّا حَامِلُ الْمِسْكِ اَنْ يُّحْذِيَكَ اَوْ تَشْتَرِىَ مِنْهُ اَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ فَاِمَّآ اَنْ يُّحْرِقَ

ثِيَابَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا مُنْتِنَةً)) (متفق علیہ)

''اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک اٹھائے ہوئے شخص اور بھٹی دہکانے والے لوہار کی طرح ہے' مشک والا شخص یا تو خود ہی مشک دے گا' یا تم اس سے خریدو گے' اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کی عطر بیزی سے تمہاری مشام معطر ہوگی' جب کہ بھٹی دہکانے والا تمہارے کپڑے جلا دے گا' یا اس کی بدبو تمہیں ضرور (ناک اور کپڑوں میں) محسوس ہوگی۔''

والدین اپنی اولاد سے ملنے جلنے والے افراد پر گہری نگاہ رکھیں' اور انہیں محلہ' اسکول' مسجد اور کالج وغیرہ میں اچھے لڑکوں سے دوستی کرنے کی ترغیب دیں' اور انہیں بری صحبت کے نقصانات سے آگاہ کریں اور اگر انہیں محسوس ہو کہ بچے غلط افراد کی صحبت کا شکار ہو رہے ہیں تو فوری اقدام کرتے ہوئے انہیں غلط صحبت سے بچالیں۔

بے جا لاڈ و پیار

اولاد سے محبت رکھنا ضروری ہے لیکن بے جا لاڈ و پیار انہیں بد خلق اور آوارہ بنا دیتا ہے' بچوں کی ہر جائز و ناجائز فرمائش پوری کرنا' انہیں ہر جگہ آنے جانے کی کھلی چھوٹ دینا' اور ان کی ہر غلط حرکت کو یہ کہتے ہوئے برداشت کرنا کہ ابھی تو یہ بچہ ہے جب بڑا ہوگا تو سدھر جائے گا وغیرہ' تو اس کا نتیجہ معاشرے میں لڑکوں کے انحراف اور لڑکیوں کی ماں باپ اور اسلامی اقدار سے بغاوت کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ والدین جب بچوں میں سرکشی اور طغیانی محسوس کریں تو انہیں نرمی اور محبت سے نصیحت کریں اور جب اس کا فائدہ نہ ہو تو ان سے اظہارِ ناراضگی کے طور پر بات چیت نہ کریں جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادتِ مبارکہ تھی۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قرابت دار کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے منع کیا:

((إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا وَلَا تَنْكَأُ الْعَدُوَّ وَإِنَّهَا تَفْقَأُ الْعَيْنَ وَتَكْسِرُ السِّنَّ))

یعنی اس سے نہ شکار مارا جاسکتا ہے نہ دشمن کو قتل کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ حرکت (کسی بھی راہ گیر کی) آنکھ پھوڑ سکتی اور دانت توڑ سکتی ہے، لیکن اس نے ان کی سنی ان سنی کرتے ہوئے یہی حرکت دوبارہ کی تو فرمایا:

((أُحَدِّثُكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْهُ ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ ؟ لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا)) (متفق علیه)

میں تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے اور تو دوبارہ یہی حرکت کر رہا ہے؟ میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی:

((لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ عَنِ الْمَسَاجِدِ))

اللہ کی لونڈیوں (عورتوں) کو نماز کے لیے مسجد جانے سے نہ روکو۔

تو آپ کے ایک فرزند نے اس کی مخالفت کی اور موجودہ حالات کا موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم انہیں مسجد جانے سے ضرور روکیں گے'' یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زندگی بھر اپنے لڑکے سے بات نہیں کی۔

جب یہ سزا بھی کارگر نہ ہو تو پھر باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے لیے انہیں جسمانی سزا دے، لیکن ملحوظ رہے کہ یہ سزا برائے تربیت ہو نہ کہ برائے مار، بلکہ مارنے سے زیادہ ڈرانے کے پہلو پر عمل کرے۔

اسلاف کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نمایاں مقام پر کوڑا لٹکائے رکھتے تھے تاکہ بچوں میں کسی بے ادبی، گستاخی اور بدتمیزی پر گرفت کا احساس ہو۔

باپ اپنے بچوں کو بے تحاشہ نہ مارے اور نہ ہی ایسی مار دے کہ جس سے جسم پر نشان پڑ جائیں اور چہرے پر نہ مارے۔

بچیوں کی زیادہ ناز برداری، لاڈ و پیار اور مخلوط تعلیمی اداروں میں ان کا داخلہ بسا اوقات انہیں آوارہ بنا دیتا ہے، موجودہ مخلوط کالج اور یونیورسٹیوں کا ماحول اچھے سے اچھے گھرانے کی لڑکی کے اخلاق و عادات کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے. شاید اسی لیے اکبر الہ

آبادی نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بد نام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہیں سوجھی

اور رسول اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی کہ

((كَيْفَ بِكُمْ إِذَا فَسَقَ فَتَيَاتُكُمْ وَ طَغٰى نِسَاؤُكُمْ؟))

(ترمذی: کتاب الفتن)

''تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری لڑکیاں مبتلائے فسق ہوں اور تمہاری عورتیں باغی اور سرکش (یعنی جب کہ تمہارے گھر کے اندر کی زندگی بھی خراب ہوجائے اور عورتیں تک مبتلائے فسق وفجور ہوں)' آج حرف بحرف پوری ہورہی ہے۔''

ایک لڑکی کے انحراف کا عبرت آموز واقعہ

مولانا مختار احمد صاحب ندوی' اپنے مجلّہ ''البلاغ'' بمبئیٰ کے کالم بہتے آنسو میں اسی طرح کی ایک سرکش لڑکی کی داستان تحریر فرمائی ہے' جو تمام والدین کے لیے باعثِ عبرت ہے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ایک کالج گرل کی دردناک داستان ہے' جس نے اپنے سارے خاندان کو تباہ کرکے رکھ دیا' یہ اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی تھی' اچھے رنگ وروپ اور ناک نقشے کی مالک تھی' والدین کے لاڈ وپیار نے اسے حد سے زیادہ آزاد اور آوارہ بنا دیا تھا' کالج کے بے راہ رو لڑکوں کی یہ منظورِ نظر تھی' کالج کے تمام تفریحی اور سوشل تقریبات میں یہ کلیدی کردار کی مالک تھی۔

مسلسل امتحانات میں فیل ہونے کی بنا پر یہ کالج سے نکلنے پر مجبور ہوئی تو والدین نے اسے گھر پر رہنے کی تاکید کی اور آوارہ گردی چھوڑنے کے لیے سختی کی تو اس نے خودکشی کی دھمکی دے دی اور صاف کہہ دیا کہ اگر میری ذاتی زندگی میں دخل دیا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی اور اس طرح پورے خاندان کو تباہ کرکے رکھ دوں گی۔

جیسے جیسے والدین نے سختی کی حالات بگڑتے گئے' اب اس کے ساتھیوں کے

دھمکی آمیز فون گھر پر آنے لگے' لڑکی کئی کئی دن گھر سے غائب رہنے لگی' نشے کی بھی عادی بن چکی تھی' اچانک گھر سے قیمتی چیزیں غائب ہونے لگیں' مجبوراً اسے ایک کمرے تک رہنے پر مجبور کردیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی نے اپنے دوستوں کے ذریعے بوڑھے والدین کو نکال کر گھر پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی۔

والدین نے پولس سے اپنی حفاظت کے لیے مدد طلب کی' پولس ابھی لڑکی اور والدین کے درمیان بیچ بچاؤ کی تدبیر سوچ ہی رہی تھی کہ رات کو لڑکی نے اپنے دوستوں کو لے کر راتوں رات گھر پر قبضہ کرلیا۔ والدین اپنی اکلوتی لڑکی کو قانون کے حوالے کرنے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے کیونکہ وہی ان کی زندگی کی آخری نشانی تھی' بالآخر انہوں نے لڑکی سے منت سماجت کرکے گھر کے ایک کونے میں پناہ لینے کی فریاد کی لیکن لڑکی نے اس شرط پر انہیں رہنے کی اجازت دی کہ پورا گھر اس کے نام منتقل کردیا جائے اور وہ مہمان کی طرح اپنی زندگی کے بقیہ دن یہاں چُپ چاپ خاموشی گذاریں' مرتا کیا نہ کرتا انہوں نے ساری جائیداد لڑکی کے نام منتقل کردیا اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ لاوارث بوڑھوں کے لیے بنائے گئے حکومت کے ''اولڈ ہاؤس'' (Old House) میں جا کر پناہ لی۔ (ماہنامہ البلاغ: شمارہ جنوری 2001)

یتیمی

بچوں میں بغاوت اور انحراف کا ایک بہت بڑا سبب یتیمی کی مصیبت سے دوچار ہونا بھی ہے' وہ بچہ جس کا باپ یا ماں اس کے بچپنے میں ہی فوت ہوجائیں' اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے والا کوئی نہ ملے' اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنے والا کوئی نہ ہو' یتیمی کی وجہ سے غربت اور افلاس اس کے گھر پر سایہ فگن ہوگئے ہوں' فرطِ خشکی سے اس کے لب تکلّم کے لیے ترسیں' اس سے دو میٹھے بول کوئی بولنے والا نہ ہو' بچپن میں ہی اس کے دستِ نازک پتھر پھوڑنے پر مجبور ہوں' یہاں تک کہ وہ التجا کرتے ہوئے ہاتھ بھیک مانگنے کے لیے اٹھائے' لیکن بے رحم معاشرہ اس کے دامن میں محبت کے پھول بکھیرنے کے بجائے' نفرت اور ذلّت کی ٹھوکریں بھر دے' تو لامحالہ ایسا بچہ آگے چل کر لوگوں کے

خون کا پیاسا بن کر بے رحم ڈاکو' سفاک قاتل' اور خطرناک مجرم بن کر معاشرے کے لیے ایک بلا بن جائے گا۔

یتیمی دو طرح کی ہوتی ہے:

باپ کی جانب سے یتیم ہونا' باپ کی وفات کے بعد اگر ماں نے دوسری شادی کر لی تو عموماً سوتیلا باپ ان یتیم بچوں سے سوتیلے پن کا ہی سلوک کرے گا' جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بچے کی چھوٹی چھوٹی غلطی پر گرفت کرے گا اور اسے چھوٹی سی لغزش یا غلطی پر بری طرح پیٹے گا اور انتہائی سخت سزا دے گا۔ جرائم کی تاریخ میں ایسے بے شمار سوتیلے باپ ہیں جو ان معصوم بچوں کو قتل کر دیتے بلکہ انہیں بتوں پر بلی چڑھانے کے لیے غیر مسلموں کو فروخت کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ جو بچہ اس طرح کے ماحول میں پرورش پائے گا کیا تو اس سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ آگے چل کر ایک رحم دل انسان بنے گا؟ اگر ماں نے دوسری شادی نہیں کی لیکن کسب معاش کے لیے وہ باہر نکلنے اور محنت و مزدوری کرنے پر مجبور ہوئی تو پھر بچے کی تعلیم و تربیت پر وہ کامل توجہ نہیں دے سکے گی' اس کے گھر سے غائب ہونے کے دوران اگر بچہ سماج دشمن عناصر کی بھینٹ چڑھ گیا' یا غلط صحبت کا شکار ہو گیا تو ان دونوں حالتوں میں وہ ایک با اخلاق اور مہذب فرد بننے سے محروم ہو کر معاشرے کے لیے ایک آفت بن جائے گا۔

ماں کی جانب سے یتیم:

یتیمی کی دوسری قسم یہ ہے کہ باپ زندہ ہو اور ماں کا انتقال ہو جائے' اگر باپ نے بچوں کے لیے اپنی جوانی کا ایثار کیا' دوسری شادی نہیں کی اور اپنی ساری توجہ اولاد کی تربیت اور انہیں ماں اور باپ دونوں کا پیار عطا کرنے میں لگا دیا تو امید ہے کہ ایسے بچے باپ کے ایثار کی وجہ سے ضائع و برباد ہونے سے بچ جائیں گے' لیکن افسوس کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ عام صورت حال یہی ہے کہ بچوں کی ماں مر گئی' ادھر کفن بھی میلا نہیں ہوا' ادھر باپ اپنے لیے ایک عدد نئی بیوی اور بچوں کے لیے ایک سوتیلی ماں لے آیا' نئی

بیوی پر زیادہ فریفتہ ہونے کی وجہ سے وہ ہر جائز و ناجائز معاملے میں بچوں کے خلاف سوتیلی ماں کا ساتھ دینے لگا' اور ہر بڑی چھوٹی بات پر بچوں کے بخئے ادھیڑنے لگا' تو پھر بچے شروع شروع میں باپ سے اس کے اس عمل پر اظہار ناراضگی کرتے ہیں پھر احتجاج کرتے ہیں اور جب باپ اپنی پرانی روش سے باز نہیں آتا تو پھر باپ بیٹے کا لحاظ ختم ہو جاتا ہے' بچے باپ کے مقابلے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں' اگر باپ کا بس چلے تو بچوں کو عاق کر کے گھر سے باہر نکال دیتا ہے اور اگر اولاد کا بس چلے تو وہ سوتیلی ماں کے ساتھ حقیقی باپ کو بھی دھکے دے کر باہر کر کے گھر پر قبضہ کر لیتے ہیں۔اور دونوں حالتوں میں اولاد پر اس کے خوشگوار اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

اسی لیے اسلام نے یتیموں کی دل جوئی اور خدمت کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہر مسلمان پر فرض کیا ہے' بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ ہمارے ہادی و راہبر' سید الأولین والآخرین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ' پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو چکے تھے اور چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ بھی وفات پا گئیں اسی لیے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یتیموں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝﴾ (ضحیٰ:10-9)

لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔

یتیم کے ساتھ ناروا سلوک کو کافروں کی علامت قرار دیا گیا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾

(ماعون: 2-1)

''آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو آخرت (کی جزا و سزا) کو جھٹلاتا ہے' وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔''

جو لوگ یتیم کی عزت اور خدمت نہیں کرتے ان کے اوپر عذاب نازل ہوتا ہے اور

ان کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ ﴾ (فجر: 17-16)

''جب اس کا رب اسے آزماتا ہے اور اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔''

رسول اکرم ﷺ نے یتیم کی خدمت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی خوش خبری دی ہے۔ ارشاد مصطفوی ﷺ ہے:

((اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا))[1]

میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے' پھر آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے اشارہ کر کے دکھلایا۔

((اِنَّ رَجُلًا شَكَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ فَقَالَ اِمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ)) (مسند احمد' ترغیب وترھیب)

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنی سنگدلی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو''۔ (اس سے تمہارے دل کی سختی ختم ہو جائے گی)۔

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِ يَتِيْمٍ رَحْمَةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مَرَّتْ عَلٰى يَدِهٖ حَسَنَةً)) (احمد و ابن حبان)

''جس نے کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا' اس کا ہاتھ جتنے بالوں پر

---

[1] بخاری: کتاب الطلاق' باب اللعان' حدیث نمبر: 5304۔

سے گذرا تو اتنی تعداد میں اللہ تعالیٰ اسے نیکیاں عطا فرمائے گا''۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَبَضَ يَتِيمًا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى طَعَامِهٖ وَ شَرَابِهٖ حَتّٰى يُغْنِيَهُ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ لَهُ)) (ترمذی)

''جس نے مسلمانوں سے کسی یتیم بچے کو لے کر اس کے خورد ونوش کا اس وقت تک انتظام کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس یتیم کو اس کی کفالت سے بے نیاز کر دیا تو اللہ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا' سوائے اس کے کہ وہ کوئی نا قابل معافی گناہ (مثلاً شرک جیسا) کرے''۔

یتیموں سے حسن سلوک کے متعلق ان کے علاوہ اور بے شمار فرمودات ہیں جن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے عام مسلمانوں' رشتہ داروں' اور قرابت داروں پر یتیموں سے محبت وشفقت اور انہیں کھلانے پلانے' ان پر رحم کرنے اور خرچ کرنے کو فرض کیا ہے' تاکہ یہ محروم ومجبور طبقہ محبت وشفقت سے مالا مال ہو کر ضائع وبرباد ہونے سے بچ جائے۔

اور خیر القرون ان تعلیمات پر مکمل عمل کی روشن مثال ہیں۔

مشہور محدث سیدنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے تاجر بھی تھے' تجارت سے جو کچھ کماتے وہ سب فقراء' مساکین' طلباء اور یتیموں پر لٹاتے تھے' سال میں ایک لاکھ دینار سے زیادہ صدقہ وخیرات فرماتے' ایک مرتبہ اپنے شہر مرو سے حج پر جا رہے تھے' ایک آبادی کے قریب پہنچے تو ایک پرندہ جو آپ کے ساتھ تھا مر گیا' آپ نے اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں پھینکنے اور قافلے کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور خود کسی ضرورت کے سبب پیچھے رہ گئے' تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ ایک بچی ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس آئی اور وہاں سے کچھ اٹھا کر دوڑنے لگی' آپ نے اس بچی کو بلایا تو وہ ڈرتے ڈرتے آئی' آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ بچی نے جھجکتے

ہوئے ہاتھ کھولا تو اس میں مردہ چڑیا موجود تھی' آپ نے بچی سے نہایت شفقت سے پوچھا بیٹی! آپ نے یہ مردہ چڑیا کیوں اُٹھائی؟ بچی نے روتے ہوئے جواب دیا: ''چچا جان! بات یہ ہے کہ میں اور مجھ سے ایک چھوٹا بھائی ہے' ہم دونوں یتیم ہیں' ماں باپ دونوں اللہ میاں کو پیارے ہو چکے ہیں' کئی دنوں سے فاقہ پر گذارہ ہو رہا تھا' کسی سے مانگتے ہوئے شرم آ رہی تھی' اس لیے اس ڈھیر سے مردہ چڑیا اٹھائی ہے' تاکہ اس کو کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی جا سکے''۔ یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے' اپنے خزانچی سے پوچھا کہ ہمارے پاس کتنے دینار ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ: ایک ہزار دینار ہیں' پوچھا کہ واپس مرو جانے کے لیے کتنے دینار کافی ہونگے؟ جواب ملا کہ بیس دینار بہت کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیس دینار رکھ کر باقی دینار' اور ہمارے ساتھ جو کچھ غلہ واناج ہے اس یتیم بچی کو دے دو اور یہ ہمارے نفلی حج سے کہیں زیادہ بہتر ہے' پھر آپ واپس لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔

(التکافل الاجتماعی فی الإسلام: للشیخ عبد اللہ ناصح علوان)

طلاق

طلاق بھی بچوں میں بگاڑ لانے کا ایک اہم سبب ہے' وہ اس طرح کہ باپ اولاد کی ماں کو طلاق دے دے اور اس کی جگہ پر سوتیلی ماں کو لے آئے' جو بچے پہلے ہی ماں کی ممتا سے محروم ہو چکے ہیں وہ اب سوتیلی ماں کے ظالمانہ سلوک سے تنگ آ کر بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں' جس کی وجہ سے باپ اور بچوں میں ٹھن جاتی ہے اور نتیجہ دونوں کے حق میں برا نکلتا ہے۔

طلاق کے لغوی معنی کھولنے کے ہیں اور اسلامی محاورے میں نکاح کی گرہ کھول دینے اور زوجیت کا رشتہ اور ربط توڑ دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ راہبر اسلام ﷺ نے طلاق کو اللہ کی نظر میں' حلال اشیاء میں سب سے زیادہ بری چیز قرار دیا:

((اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ)) (ابو داؤد۔ ابن ماجہ)

لیکن معاشرے میں کبھی کبھی ایسے حادثات بھی پیش آ جاتے ہیں کہ میاں بیوی

کے تعلقات سرد مہری میں انجماد تک پہنچ جاتے ہیں' ایسے میں تعلق روگ بن جاتا ہے اور تعارف بوجھ ہو جاتا ہے' ان حالات میں شوہر اور بیوی کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر چین وسکون کی سانس لیں۔

مثلاً اگر بدقسمتی سے شوہر اسلامی اقدار سے ناواقف یا برے عادات واطوار کا شکار یا شرابی' زانی اور بدکردار ہے کہ جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان نا اتفاقی پیدا ہو جائے تو دونوں میں انتہائی کوشش کر کے ملاپ کرا دیا جائے' اگر مرد نے اپنے اطوار نہیں بدلے تو بالآخر عورت کو اسلام نے یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے خلع لے لے۔ اور اگر بیوی بدزبان' جھگڑالو' یا آزاد طبع اور بد قماش ہے تو شریعت نے مرد کو طلاق دینے سے پہلے ان تمام کامل احتیاطات کو روبہ عمل لانے کا حکم دیا' تاکہ ان میں سے کسی ایک ذریعے سے بھی اگر بات بن سکتی ہو' نباہ ہو سکتا ہو تو ہو جائے۔

❀ وعظ ونصیحت سے سمجھانے کی کوشش کی جائے' کیونکہ دل کے اندر ایمان ہو تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (ذاریات: 55)

''نصیحت کیجیے' کیونکہ نصیحت مومنوں کے لیے فائدہ مند ہے''۔

❀ بستر سے علیحدگی: یہ شوہر کی نفسیاتی سزا ہے جو بیوی کو دیتا ہے' اس سے ہر وہ عورت جس کے دل میں شوہر سے تھوڑی سی بھی محبت ہو تو وہ بستر سے علیحدگی برداشت نہیں کر سکتی اور اس سے بہت ممکن ہے کہ عورت اپنے آپ کو شوہر کے احکام اور مرضی کے تابع کر کے زندگی کو خوشگوار بنا لے۔

❀ ضرب خفیف: برائے تادیب ایسی مار مارے جس سے امید ہو کہ اس سے فائدہ ہوگا' مار برائے مار نہ ہو بلکہ برائے اصلاح' اس میں بھی یہ بات ملحوظ رہے کہ سخت نہ ہو' جسم پر داغ اور نشان چھوڑنے والی نہ ہو' تکلیف پہنچانے والی نہ ہو' نہ ہی سینہ' پیٹ اور چہرہ پر مارا جائے' نہ اس میں زبردست سوٹے' ڈنڈے مستعمل ہوں' بلکہ فقہاء کرام کے اقوال کے مطابق یہ ضرب مسواک وغیرہ جیسی

کسی لکڑی سے ہو۔

عورت کو مارنا کسی بھی مہذب معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کسی خادم یا عورت کو نہیں مارا:

((مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ امْرَاَةً قَطُّ وَلَا خَادِمًا وَلَا ضَرَبَ شَيْئًا قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) (ابن سعد)

رسول اللہ ﷺ نے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے اپنی زندگی میں نہ کسی عورت کو مارا' نہ کسی خادم کو اور نہ ہی انسان اور جانور سمیت کسی چیز کو۔ آپ ﷺ سے اس کی ممانعت ثابت ہے' آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی پٹائی سے یہ کہتے ہوئے عار دلائی کہ:

((يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ)) (متفق عليه)

''تم میں سے کوئی شخص اٹھتا ہے اور اپنی بیوی کو اس طرح بے تحاشا مارتا ہے جس طرح کہ غلام کو مارا جاتا ہے' (اسے کم از کم یہ تو سوچنا چاہئے کہ) شاید وہ اسی دن کے آخر میں اس سے ہم بستری کرے۔''

❀ طلاق کے وقوع سے قبل شوہر اور بیوی کی جانب سے چند عقلمند لوگ جمع ہوں اور وہ ان اختلافات کا جائزہ لیکر اس کا حل تلاش کریں جو میاں' بیوی کے درمیان باعث نزاع ہیں' تا کہ ان کی اس آخری کوشش سے تلخیاں ختم ہوں اور زندگی محبت کی ڈگر پر پھر سے رواں دواں ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

خَبِيْرًا ۞﴾ (نساء: 35-34)

''اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ' خواب گاہوں میں ان سے الگ رہو اور مارو' پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو (یاد رکھو کہ سب کچھ وہ دیکھ رہا ہے جو) اللہ بے شبہ بلند وبالا' بڑا ہے۔ اگر تمہیں ان دونوں کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک فیصل مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو' وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی کوئی صورت پیدا کر دے گا' اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے''۔

جب ان تمام اقدامات سے بھی کوئی بات نہ بنے اور خاندانی زندگی تباہ ہونے لگے تو مرد کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ایک طلاق رجعی اس طہر میں دے جس میں کہ اس نے بیوی سے صحبت نہیں کی ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ آئندہ طہر (حیض سے پاکی) تک شوہر کی جدائی سے بیوی کو پہنچنے والا صدمہ اور بیوی کی جدائی سے شوہر کو ہونے والی تکلیف سے امید ہے کہ دونوں کو اپنے سابق رویہ سے اعتدال کی راہ پر آنے میں مددگار ثابت ہو گا اگر خوش بختی سے یہ ہوا تو شریعت نے دونوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ پھر سے اپنی زندگی میاں بیوی کی حیثیت سے شروع کریں۔

پہلی طلاق کے بعد ایک ماہ تک بھی اصلاح کی کوئی امید نظر نہیں آئی تو پھر شوہر دوسرے طہر (حیض سے پاکی کے بعد) میں دوسری طلاق دے گا' پھر ایک ماہ تک بھی طرفین کی جانب سے اصلاح کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور دونوں میاں بیوی ناراضگی ختم کر کے پھر سے زندگی کے دوراہے پر محبت سے گامزن ہونا چاہیں تو شریعت نے شوہر کے لیے اب بھی دروازے کھلے رکھے ہیں تا کہ طلاقوں کے بعد اگر وہ چاہے تو رجعت کے ذریعے بیوی کو نکاح میں باقی رکھے۔ یاد رہے کہ اس تمام مدت میں عورت شوہر کے گھر میں ہی مقیم رہے گی' میکے نہیں جائے گی کیونکہ اس سے میاں بیوی کے

درمیان تناؤ کو ختم کرنے کے مواقع موجود ہوتے ہیں اور بیوی شوہر کے ایک ہلکے سے اشارے یا عمل (جماع) پر اس کی زوجیت کی طرف پلٹ سکتی ہے۔

لیکن اگر اب بھی دونوں نے تناؤ دار اور سخت رویہ اپنایا تو شوہر بیوی کو تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کر دے' اس کے بعد عورت اپنے سابق شوہر کے گھر میں ایک دن کے لیے بھی رہ نہیں سکتی۔ اس لیے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۝﴾

''طلاقیں دو مرتبہ ہیں' پھر یا تو اچھائی کے ساتھ روکنا (لوٹا لینا) یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے''۔

طلاق دینے کے وقت شریعت نے شوہر پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنی سابقہ بیوی کو کچھ ساز وسامان اور نقدی عدت کے خرچ کے طور پر دے' تاکہ طلاق یافتہ عورت رقم کی مجبوری کی وجہ سے مشقت نہ اٹھائے اور اس کے ساتھ اس کی اولاد بھی فاقہ کشی پر مجبور نہ ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (بقرہ: 236)

''ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچاؤ' خوشحال اپنی طاقت کے مطابق اور تنگ دست اپنی طاقت اور دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے' بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے''۔

اگر عورت کے پاس سابق شوہر کا کوئی بچہ پرورش پا رہا ہے تو اس کا خرچ بھی شوہر کے ذمے ہے' تفصیل کے لیے سورہ طلاق کا مطالعہ کیا جائے۔

طلاق کا بدعی طریقہ

طلاق کا بدعی طریقہ وہ ہے' عام طور پر جاہل مسلمان جس کا ارتکاب کرتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آؤ دیکھا نہ تاؤ دھڑا دھڑ تین طلاق (طلاق طلاق طلاق) کی لٹھ مار

دی' اس کے بعد علماء و مدارس کا چکّر کاٹنے لگے کہ اب نباہ کی کوئی صورت نکال دیں' ایسے میں وہ ان لوگوں کے فتووں کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں جو ''شرعی حلالہ'' کی دوکان لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں' جہاں ایک دو دن (یا چند گھنٹوں) کے لیے حلالے کے نام پر عورتوں کی عصمتوں کا سودا کیا جاتا ہے' پھر ایک مخصوص رقم کی ادائیگی کے بعد تین طلاقیں دلوا کر پہلے شوہر کے لیے راہ ہموار کی جاتی ہے۔ ایسے ہی حلالہ کرنے اور کرانے والوں کے پر رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے: ''لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ'' (ابوداود۔ ترمذی) حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے کرایا گیا دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اور اسی کے متعلق اثرم اور ابن منذر نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا' یا جس کے لیے حلالہ کیا جائے' لایا جائے' تو میں اسے پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دوں''۔

نیز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عورت کو شوہر کے لیے حلال کرنے کے بارے میں (حلالہ کے متعلق) پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ زنا ہے۔

شریعت کے بتلائے ہوئے اصولوں سے ہٹ کر جو طلاق دی جائے یہی بدعی طلاق ہے' مثلاً تین مہینوں میں تین مرتبہ طلاق دینے کے بجائے ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دی جائیں' یا طہر کے بجائے حالت حیض یا نفاس یا اس طہر میں طلاق دی جائے جس میں مرد نے عورت کے ساتھ صحبت کی ہو تو ایسی طلاق حرام اور دینے والا سخت گناہ گار ہے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا بدعی طلاق لاگو ہوگی یا نہیں؟ اکثر صحابہ کرام اور تابعین اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم اور موجودہ دور کے اکثر کبار علماء اور محدثین کا مسلک یہی ہے کہ (ایک ہی وقت میں) تین طلاقیں دینے کی صورت میں صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اور باقی دو طلاقیں مردود (ناقابل قبول) ہوں گی' اس لیے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔ (مسلم)

اس مسئلہ کی بابت شیخ الاسلام علامہ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو ایک ہی کلمہ کے ذریعے تین طلاقیں دے دیتا ہے تو اسے صرف ایک شمار کیا جائے گا۔

کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ عہد نبوی' عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں دو سالوں تک تین طلاق کو ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا' بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ اس معاملے میں تیزی دکھلانے لگے ہیں جس میں ان کے لیے مہلت تھی' اس صورت میں کیوں نہ ہم اسے تین قرار دے دیں' اور آپ نے اسے تین قرار دے دیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں پر مشتمل علماء کی ایک جماعت اور بہت سے دوسرے علماء کا مختار قول یہی ہے' خود عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ثابت ہے۔

صاحب السیرۃ امام محمد بن اسحاق اسی کے قائل ہیں' نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور انکے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے"۔

(فتاویٰ علامہ عبد العزیز بن باز: مرتب: ڈاکٹر محمد لقمان سلفی۔ص 310-309)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: "سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (ایک صحیح قول کے مطابق) اسی کو اختیار کیا ہے' اور تین طلاق کو ایک طلاق ماننے والوں میں سیدنا علی' سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف' سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ محمد بن اسحاق (سیرت کے مصنف) اور تابعین کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے' اور متقدمین ومتاخرین علماء کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے' شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

اور میں بھی یہی فتویٰ دیتا ہوں' اس لیے کہ اس میں تمام دلائل پر عمل ہو جاتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے ساتھ رحمت وشفقت اور نرمی کا پہلو بھی ہے۔

(حوالہ مذکور ص 297)

یہی وہ مسلک ہے جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہے اور جس میں عام مسلمانوں کے لیے سکون وراحت ہے اور اسی مسلک پر عمل کرتے ہوئے وہ ہزارہا خاندان جو مرد کی غیر دانش مندی کی وجہ سے تباہی سے دوچار ہوگئے پھر سے آباد ہو سکتے ہیں۔

اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس نے اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد سے شادی کرلی' لیکن بدقسمتی سے اس سے بھی نباہ نہ ہوسکا' اگر وہ پھر سے پہلے شوہر سے شادی کرنا چاہے تو کرسکتی ہے' جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ (بقرة: 230)

''پھر اگر وہ بھی اسے طلاق دیدے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے''۔

اولاد پر طلاق کے اثرات

طلاق چاہے سنّی طریقے پر دی جائے یا بدعی طریقے پر' اس میں کوئی شک نہیں کہ اولاد پر اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں' بچے ماں اور باپ کے درمیان تقسیم ہوکر رہ جاتے ہیں' جو بچے باپ کے پاس رہتے ہیں وہ ماں کی ممتا کو ترستے ہیں' اگر وہ ماں سے ملنا بھی چاہیں تو باپ کا خوف انہیں ملنے نہیں دیتا اور جو بچے ماں کی سرپرستی میں رہ جائیں تو وہ باپ کی شفقت کے لیے تڑپ رہے ہوتے ہیں' لیکن ماں کی ناراضگی کا خوف انہیں باپ سے ملنے نہیں دیتا' بسا اوقات باپ اپنے پاس رہنے والے بچوں میں ماں کے خلاف سخت نفرت بھر دیتا ہے' اور اسی طرح ماں کے پاس پرورش پانے والے بچے باپ کے خلاف نفرت اور حقارت کو اپنے معصوم سینوں میں پالتے ہیں پھر بڑے ہوکر وہ اپنے باپ کو بھی باپ کہہ کر نہیں بلاتے۔

ماں اگر کھاتے پیتے خاندان سے تعلق نہ رکھتی ہو تو ایسے میں غربت ومفلسی کا شکار بچے بھیک مانگنے پر اور عورت محنت ومزدوری کرنے پر بھی مجبور ہوجاتی ہے' گھر سے نکل

کر اس بے رحم دنیا میں اس کے لیے اپنی عفت وعصمت کی حفاظت بھی ایک مسئلہ بن جاتی ہے' بچے ماں کو گھر میں نہ پا کر آوارہ گردی کا شکار ہو جاتے ہیں' کئی بچے باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا سے محروم ہو کر غیر سماجی عناصر کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں' جو انہیں بے رحم قاتل اور سفاک ڈاکو کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں' جن نفرت کے دھتوروں میں ان کی پرورش ہوئی وہ آگے چل کر انہیں غنڈہ' بدمعاش اور معاشرے کے لیے ایک ناسور بنا کر ہی چھوڑیں گے۔

اس لیے والدین سے عرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر اپنے چھوٹے موٹے اختلافات کو حکمت ومصلحت سے ختم کر کے اپنے بچوں کو ایک محبت بھری زندگی عطا کریں' تاکہ وہ آگے چل کر معاشرے کے لیے ایک رحم دل باپ' مشفق شوہر اور نیک اور صالح انسان کا کردار ادا کر سکیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

والدین کی لڑائی اور جھگڑا

بچوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب گھر میں والدین کی لڑائی اور جھگڑا ہے' جب بچے ماں باپ کو بات بات پر لڑتے جھگڑتے اور ماں کو باپ کے ہاتھوں پٹتے دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں ماں کے لیے محبت اور باپ کے لیے نفرت کے جذبات وعواطف پیدا ہوتے ہیں' وہ پھر گھر چھوڑ کر کہیں بھاگ جانے کو ترجیح دیتے ہیں' یا پھر باپ اور ماں میں سے کسی ایک کی حمایت یا مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں' جس کا نتیجہ اولاد اور والدین دونوں کے حق میں برا نکلتا ہے۔

اسلام نے گھر کے ماحول کو پرسکون اور خوشگوار رکھنے کی ذمہ داری میاں اور بیوی دونوں پر عائد کی ہے' عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کو خوش رکھے اور رب کی جنت کی مستحق ہو جائے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اَلْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا قِيْلَ لَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِهَا الثَّمَانِيَةِ شِئْتِ)) (ترمذی)

یعنی عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے' رمضان کے روزے رکھے' اپنے شوہر کی اطاعت کرے' اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے' تو اس سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

ایک اور روایت میں شوہر کی جنسی خواہش کا احترام نہ کرنے پر عورت کو فرشتوں کی لعنت کا موجب قرار دیا ہے اس لیے کہ اکثر مسائل اسی انکار کے سبب پیش آتے ہیں۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ اِلٰی فِرَاشِهِ' فَاَبَتْ اَنْ تَجِيْءَ اِلَيْهِ' فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا تَلْعَنُهَا الْمَلآئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ)) (متفق علیه)

''جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ہم بستری کے لیے بلائے' اور اس نے آنے سے انکار کر دیا' اور اس نے ناراضی کی حالت میں رات گذاری' تو صبح ہونے تک اللہ کے فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں''۔

کچھ عورتیں زمانہ نبوی میں ایک جگہ جمع ہوئیں اور انہوں نے طے کیا کہ ہم میں سے ایک عورت کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جائے' (تاکہ وہ آپ سے جہاد کے بارے میں معلومات کر کے آئے' چنانچہ) ان میں سے ایک ایک آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں عورتوں کی جانب سے قاصد بن کر آپ کے پاس یہ کہنے کے لیے آئی ہوں کہ: ''جہاد کو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے' اگر وہ اس سے کامیاب لوٹتے ہیں تو اجر و ثواب پاتے ہیں' اگر شہید ہو جاتے ہیں تو اپنے رب کے پاس زندگی پاتے ہیں' جہاں انہیں روزی دی جاتی ہے۔ (یہ تو مردوں کا رتبہ ہے) لیکن ہم عورتوں کا حال یہ ہے کہ ہم بس ان کی نگہداشت کرتی ہیں' ہمیں اس پر کیا ثواب ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

((اَبْلِغِیْ مَنْ لَقِيْتِ مِنَ النِّسَاءِ اَنَّ الطَّاعَةَ لِلزَّوْجِ' وَاعْتِرَافًا

بِحَقِّهِ يَعدِلُ ذٰلِكَ، وَقَلِيلٌ مِّنكُنَّ مَن يَّفعَلُهٗ))

(رواہ البزار' والطبرانی)

''اپنے سے ملاقات کرنے والی عورتوں سے جا کر کہہ دینا کہ شوہر کی خدمت واطاعت کرنا اور اس کے حقوق کی رعایت اور اعتراف کرنا (اجر میں مردوں کے برابر ہوگا' لیکن تم میں کم ایسی عورتیں ہونگی۔''

ساتھ ہی مرد کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ

((اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ فَإِنَّكُم اَخَذتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللّٰهِ، وَاستَحلَلتُم فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَهُنَّ عَلَيكُم رِزقُهُنَّ وَكِسوَتُهُنَّ بِالمَعرُوفِ)) (مسلم)

عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو' اس لیے کہ تم نے انہیں اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے اپنی زوجیت میں لیا ہے' اور انکی عصمتوں کو اللہ کے کلمہ سے اپنے لیے حلال کیا ہے' تم پر انکا حق یہ ہے کہ تم انہیں بہترین طریقے پر خوراک اور لباس مہیا کرو۔

بیوی کی کسی ناپسندیدہ عادت پر شوہر کو یہ کہتے ہوئے صبر کرنے کی تلقین کی گئی کہ وہ اپنی بیوی کی خوبیوں اور خامیوں کا موازنہ کرے اور اس کی طرف صرف ناراضگی اور کراہت کی نظر سے ہی نہ دیکھے:

((لَا يَفرُكُ مُؤمِنٌ مُّؤمِنَةً، اِن كَرِهَ مِنهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنهَا آخَرَ))

''کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت (اپنی بیوی) سے بغض نہ رکھے' اس لیے کہ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو کوئی دوسری پسند بھی آئے گی''۔

ان کو بہترین مرد قرار دیا گیا جو اپنی بیویوں کے لیے سب سے اچھے ہوں:

((خَيرُكُم خَيرُكُم لِأَهلِهٖ، وَاَنَا خَيرُكُم لِأَهلِي)) (ابن ماجہ۔حاکم)

یعنی ''تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہو

اور میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں"۔

ایک اور حدیث میں شوہر کو تاکید کی گئی ہے کہ بیوی سے جو کچھ میسر آئے لے لے' کیونکہ وہ کامل وجہ پر نہیں پیدا کی گئی ہے' بلکہ اس میں ٹیڑھا پن ہونا لازمی ہے اور آدمی اسی طبیعت پر اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جس پر وہ پیدا کی گئی ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ

((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ' وَإِنَّ أَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهُ کَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَکْتَهُ لَمْ یَزَلْ أَعْوَجَ' فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا)) (بخاری ومسلم)

"عورتوں سے بہتر سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور کسی طرح تمہارے لیے سیدھی نہ ہوگی اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ وہ ہے جو اس کا بلند حصہ ہے' اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی' لہٰذا عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔"

عورتوں میں شوہر کو کچھ نہ کچھ کہتے رہنے کی فطری عادت رہتی ہے' اس سے تنگ آکر ایک مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی شکایت لے کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے' جا کر دیکھا تو ان کے گھر کا معاملہ بھی اپنے گھر سے کچھ الگ نہیں تھا' امیر المومنین کی بیوی بھی انہیں کچھ کڑوی کسیلی سنا رہی تھیں' الٹے قدم واپس آگئے' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طلب کیا اور آ کر واپس چلے جانے کی وجہ پوچھی' تو فرمایا: "جس اُفتاد کی شکایت لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا تھا اسی مصیبت سے آپ بھی دوچار تھے تو واپس چلا گیا۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن مسعود! میں تو آپ کو قریش کا عقلمند آدمی سمجھ رہا تھا' آج پتہ چلا کہ تم ایسے نہیں ہو' دیکھو! اللہ تعالیٰ نے بیوی ہونے کے ناطے عورت پر جو فریضہ عائد کیا ہے وہ یہ کہ جب شوہر اسے اپنے بستر کی طرف بلائے تو وہ چلی آئے' لیکن اس سے آگے بڑھ کر وہ ہمارے گھر کی حفاظت کرتی ہے' بچوں کی

ماحول ومعاشرے کے بُرے اثرات

والدین کی خدمت ... داروں کی خدمت کرتی ہے' ہمارے گھر کی صفائی کرتی ہے' اپنے معاشرے ... ہے وغیرہ جب بیوی کے اتنے سارے احسانات ہم پر ہوں' اگر اگر ... ہم پر ... جتی برستی ہے تو برسنے دو اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟

(اخلاقنا الإجتماعی: 90)

نبی ﷺ اپنی بزرگی اور عظمت کے باوجود بیویوں کے ساتھ نہایت ہی خوشگوار طور پر زندگی بسر فرماتے' ہنسی مذاق' کھیل کود میں بیویوں کو شریک فرماتے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھی' آپ نے قافلہ والوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا' جب قافلہ آگے بڑھ گیا تو فرمایا چلو ہم اور تم دوڑ لگاتے ہیں' میں ہلکی پھلکی تھی' میں نے دوڑ میں آپ کو پیچھے چھوڑ دیا' پھر چند سالوں بعد جب میرا وزن کچھ بڑھ گیا' تو دوران سفر آپ ﷺ نے کاروان کو آگے بڑھنے کا حکم دیا' پھر مجھ سے فرمایا کہ چلو دوڑ لگاتے ہیں اس دفعہ دوڑ میں آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ هٰذِهِ بِتِلْكَ یعنی میں نے پچھلا حساب چکا دیا۔

(ابو داؤد۔ نسائی)

بیویوں کی حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر ان سے ان کی بچیوں کی شادی کے سلسلے میں مشورہ لے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا:

((اٰمِرُوا النِّسَآءَ فِیْ بَنَاتِهِنَّ)) (احمد۔ ابو داؤد)

عورتوں سے ان کی بچیوں کے متعلق ان کی مرضی دریافت کرو یعنی بچیوں کی کسی کے ساتھ منگنی کرنے سے پہلے ان سے اجازت لو۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے قانون اور انصاف کے معاملے میں سخت طبع حکمران بھی گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بالکل ہم آہنگ، ہو جاتے۔ خود فرماتے ہیں کہ

((یَنْبَغِیْ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّكُوْنَ فِیْ اَهْلِهٖ كَالصَّبِیِّ فَاِذَا كَانَ فِی الْقَوْمِ كَانَ رَجُلًا)) (تربیة الأولاد فی الإسلام: 93)

آدمی کو اپنے گھر میں محبت اور نرمی میں بچے کی طرح ہونا چاہئے' جب لوگوں

میں ہو تو مرد بن کر رہے۔

آپ ﷺ اپنے گھر میں ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔

سیدنا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ گھر میں وہ تمام کام کرتے جو تم میں سے ایک عام آدمی کرتا ہے' کوئی چیز ایک جگہ سے اٹھاتے اور دوسری جگہ پر رکھتے' گھر کے امور میں اپنی بیویوں کی مدد فرماتے' کپڑے سلائی کر دیتے' گوشت کاٹ کر دیتے' گھر میں جھاڑو دیتے' اور خادم کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاتے۔

(طبرانی)

یہ وہ مبنی برانصاف حقوق ہیں جنہیں اسلام نے میاں بیوی دونوں پر عائد کیا ہے' حقیقت یہ ہے کہ جس معاشرے میں ان حقوق پر کما حقہ عمل ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ معاشرہ انسانیت کا سب سے زیادہ سعادت مند' خوشگوار' محبت بھرا اور ہنستا کھیلتا معاشرہ ہوگا۔ اس معاشرے میں دشمنی' نفرت' حقارت بیوی پر ظلم و زیادتی' گالی گلوچ' الزامات اور تہمتوں' طلاق اور خلع وغیرہ جیسی مکروہ چیزوں کو ہرگز کوئی جگہ نہیں ملے گی۔

باپ کی بدسلوکی

بچوں کے انحراف میں باپ کی بدسلوکی کا بھی بڑا عمل دخل ہے' اگر باپ بُری عادتوں مثلاً شراب خوری' قمار بازی' جھگڑالو' بدزبان اور بات بات پر بچوں کو بُری طرح پیٹنے والا' انہیں مختلف طریقوں سے ذلیل کرنے والا' ان کا مذاق اڑانے والا' ان کے خلاف غلط پروپگنڈہ کرنے والا اور ان کی عزت نفس کو خاک میں ملانے والا ہو' تو بچے بچپن میں تو باپ سے ڈرے سہمے رہتے ہیں لیکن جوان ہونے کے ساتھ ہی وہ باپ کے باغی بن کر اس کی ناقدری پر اتر آتے ہیں۔ باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار و محبت اور شفقت و مہربانی کا سلوک کرے' اگر کبھی کچھ ڈانٹ ڈپٹ اور ہلکی سی مار کی ضرورت بھی پیش آ جائے تو تھوڑی دیر بعد اس سے محبت کا سلوک کرے' تاکہ بچے کے قلب و ذہن میں یہ بات نہ بیٹھ جائے کہ میرا باپ ہمیشہ ہی مجھے مارتا ہے۔

والد کے لیے ضروری ہے کہ بچے اگر کبھی کچھ غلطی کر جائیں' یا شرارت کریں تو بجائے مارنے کے انہیں پیار ومحبت سے سمجھائے' اور ان کے عمل سے ہونے والے نقصان کی انہیں تفصیل بتائے' جب شرارتیں حد سے گذر جائیں تو نفسیاتی طور پر ان پر اثر ڈالے اور تھوڑی دیر کے لیے ایسا طریقہ اپنائے کہ انہیں احساس ہو کہ ہمارا والد ہم سے ناراض ہے۔ اور ان کی تربیت میں رحم دلی اور محبت کے ان تمام تقاضوں کو پورا کرے جن کا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں بالتفصیل ذکر کیا ہے' اگر پیار ومحبت کے اسلامی خطوط پر ان کی تربیت ہو تو ان سے ہم بجا یہ امید کر سکتے ہیں کہ وہ بڑھاپے میں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔

ایک مرتبہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے یزید سے ناراض ہو گئے' پھر سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے' بچوں سے والد کے سلوک کے متعلق ان کی رائے دریافت کی' تو انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا:

((هُمْ ثِمَارُ قُلُوبِنَا وَعِمَادُ ظُهُورِنَا وَنَحْنُ لَهُمْ اَرْضٌ ذَلِيلَةٌ وَسَمَاءٌ ظَلِيلَةٌ فَإِنْ طَلَبُوا فَأَعْطِهِمْ وَإِنْ غَضِبُوا فَأَرْضِهِمْ فَإِنَّهُمْ يَمْنَحُونَكَ وُدَّهُمْ وَيُحِبُّونَكَ جُهْدَهُمْ وَلَا تَكُنْ عَلَيْهِمْ ثَقِيلًا فَيَمَلُّوا حَيَاتَكَ وَيَتَمَنَّوا وَفَاتَكَ))

(تربية الأولاد في الإسلام: ج 1 صفحه 101)

کہ اولاد ہمارے دل کے پھل ہیں' اور ہماری ریڑھ کی ہڈی ہیں' اور ہم ان کے لیے نرم زمین ہیں' اور سایہ فگن آسمان ہیں' اگر وہ کچھ طلب کریں تو آپ انہیں عطا کریں' اگر وہ ناراض ہو جائیں تو آپ انہیں راضی کریں' پھر وہ آپ پر اپنی محبت لٹائیں گے' اور اپنی محنتوں کا پھل آپ کو پیش کریں گے' آپ ان پر بوجھ نہ بنیں اس سے وہ آپ کی زندگی سے تنگ آ جائیں گے اور آپ کے مرنے کی آرزو کریں گے"۔

❀❀❀

خاتمہ

اس بات سے ہر خاص و عام واقف ہے کہ بچے قوم' ملّت اور ملک کا مستقبل ہیں اور یہ وہ بیج ہیں کہ جنہیں اگر زرخیز زمین میں بویا جائے اور اس کو تقویٰ اور ایمان کے پانی سے سیراب کیا جائے تو یہ یقیناً اچھا پھل دیں گے۔ اگر بچوں کی تربیت کا گہرائی سے جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تین ماحول ایسے ہیں جو انہیں اچھا یا بُرا بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں' گھر' تربیت گاہ اور معاشرہ۔

ان تینوں اہم تربیتی ماحول کا پاکیزہ ہونا فرد کے اخلاق و کردار کی بھلائی کا ضامن ہے اور ان تینوں کا بُرا اور بگڑا ہوا ہونا فرد کے بگاڑ اور فساد کیلیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کو انسانیت کی فلاح و کامیابی کیلیے نازل فرمایا ہے' اسی لیے اس نے تربیت کے ان تینوں اہم مقامات کو ٹھیک رکھنے کے لیے ضروری ہدایات دی ہیں:

❀ گھر کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَأَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ)) (بخاری و مسلم)

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے' لیکن اسکے ماں باپ یا تو اسے یہودی' یا عیسائی' یا مجوسی بنا دیتے ہیں''

نبی ﷺ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ

((مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلَاۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَ اضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا فِی الْمَضَاجِعِ))

(رواہ ابو داؤد باسناد حسن)

بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز پڑھنے کی تاکید کرو' اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستروں کو جدا کر دو۔

اگر گھر کا ماحول اسلامی ہے' والدین پابند شریعت ہیں تو امید کی جاسکتی ہے کہ وہ

اپنے بچوں کی دینی ماحول میں پرداخت کریں گے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر گھر کا غیر دینی اور فیشن زدہ ماحول اولاد کو راہ حق سے بھٹکانے کے لیے کافی ہے.

❀ گھر کے بعد بچے اپنا زیادہ وقت مدرسہ' سکول' کالج اور یونیورسٹی میں گذارتے ہیں یہاں پر آنے کے بعد بچوں کا مستقبل دو اہم رہنماؤں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے:

❀ استاد ومدرّس: ٹیچر اور استاد بچون کی مقصدِ زندگی کا رُخ متعین کرتا ہے' اگر مدرس ذمہ دار اور بچوں کی تربیت میں مخلص ہے تو بچوں کی تعلیمی زندگی پر اس کے بڑے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اور اگر بدقسمتی سے استاد غیر ذمہ دار بلکہ بداخلاق ہو اور تدریس کو بس کھانے کمانے کا ایک پیشہ سمجھتا ہو' جیسا کہ آج کل کالج اور یونیورسٹیوں کا ماحول ہے کہ پروفیسر حضرات اپنے شاگردوں کے ساتھ مل بیٹھ کر شراب نوشی کرتے ہوئے پکڑے گئے' تو ایسا مدرس بچوں کے بگاڑ میں اہم کردار ادا کرے گا۔

❀ تعلیم: کیونکہ تعلیم ہی بچوں کی معاشرتی زندگی کی رہنمائی کرتی ہے' اور تعلیم کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح منہج اور فکرِ سلیم سے متصف ہو' اگر کوئی تعلیم ان اوصاف سے متصف نہیں تو پھر یہ بنی نوع انسانیت کے لیے زہر ہلاہل ہوگی۔

غیر اسلامی افکار' ملحدانہ نظریات' اور مجنونانہ تھیوریوں سے جو تعلیم متعلق ہوگی وہ ''اے روشنیء طبع تو برمن بلا شدی'' کے مصداق بچوں پر بلائے قہرمان ہوگی اور افسوس کہ آج اکثر حکومتوں کی تعلیم سرمایہ دارانہ نظریات' یا کمیونسٹ افکار' یا سوشلزم اور جمہوریت کی دعوت پر مشتمل ہے' اور ان تمام افکار ونظریات کا اسلام سے دور دور تک کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔

سرمایہ دارانہ نظریات بُخل وحرص پر مشتمل ہیں' جس میں ہر صحیح یا غلط طریقے سے دولت کا حصول ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ کمیونزم اور اشتراکیت حسد وبغض پر مشتمل ہے' جس سے مالداروں اور غریبوں کے درمیان کشمکش کو ''جہاد'' کا درجہ حاصل ہے۔

جمہوریت میں قوم پرستی کو اوّلین مقام حاصل ہے' اَندھی قوم پرستی جس میں علاوہ اپنے تمام اقوام کو کمتر سمجھا جائے' فرد اور معاشرے میں تعصب وتنگ نظری' ضد اور ہٹ دھرمی کو جنم دیتی ہے اور ان تمام اصول ونظریات کو تاریخ اور انسانی معاشرے نے اپنے عمل سے رد کر دیا ہے۔

اس لیے مسلم ماہرینِ تعلیم سے گذارش ہے کہ وہ اپنے مدارس' سکول وکالجوں کے لیے ایک خصوصی نصاب تعلیم ترتیب دیں' جسمیں ان تمام گمراہ اور باطل نظریات کی حقیقت واضح کر کے اسلامی اصول ونظریات کے محاسن وخوبیوں کو بچوں کے دل ودماغ میں راسخ کریں۔

❀ معاشرہ: معاشرے کی اصلاح کے لیے اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے' فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

''یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیے برپا کی گئی ہے' تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے ہو۔''

جس معاشرے میں نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے روکنا برابر جاری ہو تو اس معاشرے میں بُرے افراد اور سماج دشمن عناصر پنپ نہیں سکیں گے' نتیجے میں معاشرہ صالح ہوگا' بچوں کیلیے نیک ساتھی اور بھلائیوں پر تعاون کرنے والے دوست واحباب میسر آئیں گے' جن کی صحبت سے امید کی جاسکتی ہے کہ بچے نیک اور صالح ہونگے۔

لیکن افسوس آج امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ برائیوں سے بھر گیا' بُرے اور سماج دشمن عناصر غالب' اور نیک لوگ مغلوب ہوگئے ہیں۔

ایسے حالات میں والدین کا اوّلین فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو

ماحول و معاشرے کے بُرے اثرات سے بچانے کی ممکن حد تک کوشش کریں۔

والدین کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے گھر' اور بچوں کے سکول وکالج اور اپنے معاشرے کا جائزہ لیں' اگر یہ تینوں جگہیں ٹھیک ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر ان جگہوں میں سے گھر کا ماحول خراب ہے تو اپنے بچوں پر رحم کرتے ہوئے اسے دینی بنائیں' سکول وکالج کے ماحول کو ممکن ہو سکے تو سُدھاریں' ورنہ کسی دوسرے ایسے سکول یا کالج میں بچے کا داخلہ کرائیں جہاں کا ماحول بہتر ہو' اگر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں تو پھر اس برے معاشرے سے کسی نیک ماحول کی طرف نقل مکانی کریں' تاکہ آپکے بچے غلط معاشرے سے لاحق ہونے والے نقصان سے بچ سکیں

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی اولاد کو نیک بنائے' ان سے ہمارے دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے' اور انکے مستقبل کو تابناک بنائے۔ اور تمام مسلمانوں کی بگڑی ہوئی اولاد کو راہ ہدایت عطا کر کے انہیں اپنے والدین کا مطیع و فرمان بردار بنائے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبِّ اَوْزِعْنِىْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَ عَلٰى وَالِدَىَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِىْ فِىْ ذُرِّيَّتِىْ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

محمد انور محمد قاسم السلفی

ص ب 54491۔ جلیب الشیوخ۔ الکویت

۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ مطابق 2002-12-4